# سیاستِ شرعیہ اردو

شیخ الاسلام
امام ابنِ تیمیہ

کلام کمپنی ناشران و تاجرانِ کتب
مقابل مولوی مسافر خانہ
کراچی

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ

# سیاستِ شرعیّہ

تصنیف لطیف

شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیّہ رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

مولانا ابو العلاء محمد اسمٰعیل گودھروی معتمد خاص مولانا ابو الکلام آزادؒ

اسلامی شریعت میں سیاست کی حیثیت کو سمجھنے کے لئے وہ نادر و قدیم کتاب جس میں حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے خلفاء، سلاطین، حکام اور رعایا کی اصلاح اور ان کے مابین نظام حکومت اور خوشگوار تعلقات کے اصول و طریق کو کتاب و سنت کی روشنی میں واضح کیا ہے

الناشر

کلام کمپنی

تیرتھ داس روڈ مقابل مولوی مسافر خانہ۔ کراچی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ !

باہتمام ———— خواجہ عبدالوحید

الناشر ———— کلام کمپنی، تیرتھ داس روڈ۔ کراچی

طابع ———— مطبع سعیدی قرآن محل، کراچی

قیمت مجلد ———— آٹھ روپے پچیس پیسے

16/25

Rs/50

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# کلامِ اوّل

اللہ تعالٰی کے فضل وکرم سے اسلام اور سیاست کے موضوع پر ساتویں صدی ہجری کے نامور سیاست دان شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق کتاب "سیاست شرعیہ" کا اردو ترجمہ شائقین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

یہ کتاب شیخ الاسلام نے اس دور میں لکھی تھی جبکہ پورا عالم اسلام اپنا سیاسی استحکام کھو بیٹھا تھا اور مسلمانوں کا سیاسی وجود خطرے سے ہم کنار ہو رہا تھا۔ متضاد نظریات پھیل رہے تھے اور اسلامی حکومتیں روز بروز کمزور ہوتی جا رہی تھیں۔

درحقیقت ساتویں صدی کا دور ابتلاء و آزمائش کا دور تھا اور اس عظیم ابتری کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اخلاق و اعمال میں کتاب و سنت کے اصولوں سے دامن بچانے کا عام مرض پیدا ہو چکا تھا ملکی انتشار نے عذاب الٰہی کی شکل اختیار کر لی تھی۔

امام ابن تیمیہؒ کے لئے یہ صورت حال بڑی تکلیف دہ تھی۔ برداشت نہیں کر سکے قلم سنبھالا، تلوار اٹھائی، وعظ و تقاریر کا سلسلہ چھیڑا، اور جب مخالفت شروع ہوئی تو بے خطر مخالفت کے عظیم سمندر میں کود پڑے اور چراغ حرم کے پروانوں کو میر کارواں کی طرح پکارنا شروع کر دیا یہاں تک کہ مذہبی ابتری اور سیاسی انتشار میں اتحاد و جمعیت کی صورتیں نظر آنے لگیں۔

موجودہ دور میں مسلمانوں کے سیاسی نظریات میں جو تزلزل پایا جاتا ہے وہ ساتویں صدی سے کہیں زیادہ بڑھا ہوا ہے۔ صرف پاکستان ہی میں نہیں تمام دنیا میں مسلمان سیاسی توازن قائم رکھنے میں بڑی حد تک ناکام ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ ان اصولوں سے دوری اور بے تعلقی ہے جن کو اسلام میں سیاست شرعیہ کہا گیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے سیاست شرعیہ میں اسلامی سیاست کو کتاب و سنت کی روشنی میں قلم بند کیا ہے اور یہ بات پورے طور پر واضح کر دی ہے کہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں کے لئے خواہ وہ انتظامیہ سے تعلق رکھتے ہوں یا اخلاق و معاملات سے اسلام نے جو نظام عمل پیش کیا ہے وہ نہ صرف آخری و لازمی ہے بلکہ اس پر کار بند ہوئے بغیر نہ معاشرے میں

خوبصورتی پیدا ہو سکتی ہے اور نہ حکومتوں کے ایوانوں میں استحکام۔ا

سیاست شرعیہ کا اردو ترجمہ مولانا ابوالکلام آزاد کے ایمار سے ان کے معتمد خاص جناب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب گودھروی نے کیا ہے اور بڑی خوبی یہ ہے کہ سلیس ہونے کے ساتھ حضرت امام صاحبؒ کے جذبات نمایاں نظر آتے ہیں۔

کتاب کے شروع میں اسلام کی سیاسی تاریخ پر مترجم موصوف کا جامع مقدمہ ہے اور مولانا قاری احمد صاحب نے حضرت امام صاحبؒ کے سوانح حیات اور آپ کی سیاسی جدوجہد کو مرتب کیا ہے۔

اللہ تعالےٰ میری اس ناچیز کوشش کو قبول فرمائے۔ آمین

طالب دعاء خواجہ عبدالوحید عفی عنہٗ

# فہرست مضامین سیاست شرعیہ اردو



| عنوان | صفحہ | عنوان | صفحہ |
|---|---|---|---|
| کلام اول از خواجہ عبدالوحیدؒ | ۳ | محکمہ قضا | ۴۹ |
| حالات امام ابن تیمیہؒ از مولانا قاری احمد | ۱۵ | عمال اور گورنروں کی مساوات | ۵۰ |
| مقدمہ کتاب از ابوالعلا محمد اسمٰعیل گودھروی | ۱۷ | رعایا کی دیکھ بھال | ۵۱ |
| رسول اکرم کی سیاست | ۲۰ | مجلس شوریٰ | ۵۳ |
| اسلام کی جامعیت | ۲۳ | وصف علی الجلیل | ۵۴ |
| آمد وفود | ۲۵ | شہادت عمر بن الخطابؓ | ۵۴ |
| بادشاہوں کے نام خطوط | ۲۸ | فاروق اعظم کے عمال، حکام اور امراء | ۵۶ |
| غزوۂ تبوک | ۲۹ | خلیفہ سوم حضرت عثمان بن عفانؓ | ۶۱ |
| قرآن کی تکمیل | ۳۰ | فتوحات | ۶۱ |
| وفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم | ۳۰ | فتح قبرص | ۶۲ |
| خلافت صدیقی رضؓ | ۳۱ | بغاوت | ۶۳ |
| بیعت خلافت | ۳۱ | مکہ میں اجتماع | ۶۳ |
| عزیمت وسختی رفق ونرمی | ۳۲ | مصر وکوفہ کے باغی | ۶۵ |
| اہل ارتداد کے نام منشور عام | ۳۳ | شہادت حضرت عثمانؓ | ۶۶ |
| ایران وروم | ۳۵ | حضرت علیؓ کی خلافت | ۶۸ |
| دوسرا خط | ۳۶ | مخالفت حضرت عائشہؓ، طلحہؓ، وزبیرؓ | ۶۸ |
| [illegible] | ۳۷ | جنگ جمل | ۶۹ |
| صدیق اکبرؓ کا ایثار | ۳۸ | حضرت امیر معاویہؓ کی مخالفت | ۷۰ |
| حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت | ۳۹ | واقعہ صفین | ۷۲ |
| عہد فاروقی کی فتوحات | ۳۹ | تحکیم | ۷۳ |
| فتوحات بلاد روم | ۴۳ | حضرت امیر معاویہؓ نے مصر فتح کر لیا | ۷۵ |
| فتح طرابلس برقہ وغیرہ | ۴۷ | شہادت حضرت علیؓ | ۷۶ |

خلافت حضرت امام حسن ۷۷
سیاست شرعیہ کی اہمیت ۷۸
مقدمہ از مصنف ۸۱
پہلی فصل کے مضامین ۸۵
مستحقین ولایت امر
نائبین امصار
امراء
نائبین سلطان
قضاۃ
امرار لشکر
چھوٹے بڑے حکام
والیان اموال و وزرار
منشیانِ وزارت
خراج، صدقات و زکوٰۃ وصول کرنیوالے
فوج کے والی
سردارانِ لشکر
دوسری فصل کے مضامین ۹۶
اصلح موجود ہے تو اسے ولایت دینی چاہیئے
اصلح نہو تو صالح کو دینا چاہیئے
ہر منصب کے لئے الامثل فالامثل
ولایت کے لئے قوت و امانت کی ضرورت
قاضی تین قسم کے ہیں
تیسری فصل کے مضامین ۱۰۰
اجتماع قوت و امانت
جنگ جو شجاع دلیر مگر فاجر ہے
صالح ہے مگر کمزور ہے
چوتھی فصل کے مضامین ۱۰۷
اصلح کی پہچان
مقصود ولایت
مقاصد ولایت کی معرفت
مقصد ولایت دین کی اصلاح
جمعہ و جماعت کا قیام
مخلوق کی دینی اصلاح
اللہ کی کتاب
نبیؐ کی سنت
دین کو جاری اور باقی رکھنا
پانچویں فصل کے مضامین ۱۱۴
امانتوں کی دوسری قسم مال ہے
دیوان خاصہ و عامہ
ودیعت و شرکت
توکل و مضاربت
یتیم کے اموال
اوقاف
صدقہ، خیرات،
عاملین
مؤلفۃ القلوب
غلام کو آزاد کرانا
قرضداروں کو دینا
اللہ کی راہ میں دینا
چھٹی فصل کے مضامین


Marfat.com

سلطانی مال کتاب و سنت کے مطابق
مال کی تین قسمیں
مال غنیمت
مال صدقہ و خیرات
مال فی
آنحضرت ﷺ کو پانچ چیزیں دیگر انبیا سے
زیادہ ملی ہیں
کمزوروں کی وجہ سے روزی و نصرت
مال غنیمت کی تقسیم
بنی امیہ اور بنو عباس کا طرز عمل
ساتویں فصل کے مضامین ۱۲۵
صدقہ و زکوٰۃ آٹھ قسم کے لوگوں کو دینا چاہئے
دینے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی ضرورت
آٹھویں فصل کے مضامین ۱۲۷
مال فی کسے کہتے ہیں
اس کا مصرف کیا ہے
عہد نبوی میں مال کا دیوان دفتر
حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں
حضرت عمرؓ کے زمانہ میں
رشوت مطلقاً حرام ہے
حکام کو ہدیہ کے نام سے دینا رشوت ہے
نویں فصل کے مضامین ۱۴۰
مال کی تقسیم اہم فالاہم کے اصول پہ
اہل نصرت و جہاد مستحق ہیں
مال فی میں علماء کا اختلاف
آنحضرت ﷺ اور مولفۃ القلوب
واپسی امانت کا صحیح طریقہ
دسویں فصل کے مضامین ۱۵۴
واذا حکمتم بین الناس
حدود و حقوق
حدود میں سفارش حرام ہے
رشوت دینے والا
رشوت لینے والا
رشوت دلانے والا
گیارھویں فصل کے مضامین ۱۶۲
ڈاکوؤں، لٹیروں اور راہزنوں کی سزا
کافروں کے قتل میں غلو کی ممانعت
وعدہ اور عہد پورا کرنا چاہئے
مثلہ کرنے کی ممانعت
بچوں کے قتل کی ممانعت
جو گھر میں بیٹھا ہے اس کو قتل مت کرو
مثلہ کرنے والے کافروں سے بدلہ
بارھویں فصل کے مضامین ۱۸۵
سلطان کو قتل کرنے والوں کا معاملہ
وہ جن پر حد جاری کی جائے
اولیاء دم کے اختیارات
مزاحمین سے کیا سلوک کرنا چاہئے۔
تیرھویں فصل کے مضامین ۲۰۲
چور کی چوری کی شہادت
اقرار کے بعد فوراً ہاتھ کاٹنا

فدیہ لے کر نہ چھوڑا جائے
چودھویں فصل کے مضامین ۲۰۸
زانی کی سزا
محصن زانی کو پتھروں سے رجم کیا جائے
لواطت کی سزا
فاعل و مفعول کا قتل
پندرھویں فصل کے مضامین ۲۱۱
شراب نوشی کی حد
شرابیوں کو کوڑے لگوانا چاہئے
بار بار کوڑے لگوائے جائیں
آنحضرتؐ کا طرز عمل
خلفاء کا طریقہ
علماء کا مسلک
سولھویں فصل کے مضامین ۲۲۰
حد قذف
محصن پہ زنا کی تہمت
تہمت لگانے والے کی سزا
سترھویں فصل کے مضامین ۲۲۱
وہ معاصی جن پہ کوئی حد مقرر نہیں
کفارہ بھی نہیں ہے
سزا، تعزیر اور تادیب حاکم کی رائے پہ
اٹھارویں فصل کے مضامین ۲۳۰
جن کوڑوں سے مارا جائے
تمام کپڑے نہ اتارے جائیں
منہ پہ نہ مارا جائے۔
پیٹھ، کندھوں اور رانوں پر مارا جائے
ہاتھ نہ باندھے جائیں
انیسویں فصل کے مضامین ۲۳۱
عقوبۃ و سزا دو قسم کی ہے
پہلی قسم میں حد ہے
دوسری قسم میں جہاد ہے
بیسویں فصل کے مضامین ۲۵۹
عقوبتیں اور سزائیں کیوں مقرر کی گئی ہیں
حرام سے بچایا جائے
خیر و طاعات کی رغبت
برائی و شر سے روکنے کی ضرورت
اکیسویں فصل کے مضامین ۲۶۳
حدود و حقوق
بلا سبب قتل
کسی کی جان لینا
قیامت کے دن خون ناحق کا فیصلہ
قصاص میں زندگی ہے۔
بائیسویں فصل کے مضامین ۲۷۲
جرح و زخم کا قصاص
ہاتھ اور پاؤں کا کاٹنا
دانت توڑنا اور سر پھوڑنا
تیئسویں فصل کے مضامین ۲۷۴
عزت و آبرو کا قصاص مشروع ہے
گالی دینا بھی جرم ہے۔
باپ، دادا، اور کنبے قبیلے کو گالی دینا

Marfat.com

| | |
|---|---|
| **چوبیسویں فصل کے مضامین** | ۲۷۶ |
| افترا میں قصاص نہیں ہے | |
| عقوبۃ و سزا ہے | |
| حد قذف بھی ہے | |
| حد قذف کی تعریف | |
| فسق و فجور میں مشہور ہونیوالوں کا معاملہ | |
| **پچیسویں فصل کے مضامین** | ۲۷۸ |
| حقوق الضاح | |
| زن و شوہر کے تعلقات | |
| حقوق مہر و نفقہ | |
| معاشرہ کے حقوق | |
| **چھبیسویں فصل کے مضامین** | ۲۸۰ |
| احوال کا فیصلہ عدل و انصاف سے | |
| معاملات میں عدل و انصاف | |
| عدل چین کا کفیل ہے | |
| دنیا و آخرت اس سے درست ہوتی ہے | |
| **سٹائیسویں فصل کے مضامین** | ۲۸۲ |
| امیر ولی الامر کے لئے مشورہ ضروری ہے | |
| اللہ تعالےٰ کا نبی ؐ کو حکم | |
| مشورہ کرنے والوں کی تعریف | |
| **اٹھائیسویں فصل کے مضامین** | ۲۸۴ |
| ولایت امر | |
| امارت و حکومت | |
| دین کے عظیم رکن | |
| خاتمہ و دعا | |

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

# حالات امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

مولانا قاری احمد، مدیر ماہنامہ پیام حق کراچی

حضرت شیخ الاسلام علامہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات اور اسلام میں آپ کی تجدیدی کوششوں کے تذکرہ سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کے دور اور ان سے پہلے کے کچھ سیاسی و مذہبی حالات پر روشنی ڈالی جائے تاکہ علامہ کے کارناموں کی اہمیت پورے طور پر سامنے آسکے۔

حضرت علامہ ابن تیمیہؒ جس دور سے تعلق رکھتے ہیں وہ ساتویں صدی ہجری کا زمانہ ہے، حضرات صحابہ کرامؓ، حضرات تابعینؒ و تبع تابعینؒ کو صدیاں گذر چکی تھیں دنیا کو خیرباد کہے ہوئے، اگر محدثین عظام رحمہم اللہ تعالےٰ اپنے زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور آپؐ کی پاکیزہ زندگی کے انمٹ نمونوں کو کتابی شکل نہ دی ہوتی تو شاید اسلام اور اس کی پسندیدہ خصوصیات کو گرد و غبار کے ڈھیر کے تلے سے نکلنے میں معلوم نہیں کتنی پریشانیاں اٹھانا پڑتیں۔

محدثین عظامؒ کو جن عظیم فتنوں سے مقابلہ کرنا پڑا ان میں یونانی فلسفے کے گرویدہ، عجم کے نومسلم اور ان سے بھی بڑا فتنہ تشیع اور رفض کا فتنہ تھا، جس نے اسلام کی صورت مسخ کرنے کے لئے بیشمار جھوٹی حدیثیں بنا ڈالی تھیں اور عجمی نومسلموں نے اپنے باپ دادا کی رسموں پر اسلام کا لیبل لگانا شروع کر دیا تھا، حکام و سلطان اپنے محلوں میں عیش و عشرت کا دربار جمائے بیٹھے تھے، عقلی و نقلی بحثوں کا عام سلسلہ چھڑ چکا تھا، اور ان کو جاری رکھنے کے لئے باقاعدہ مجلسیں منعقد ہونے لگی تھیں۔

محدثین کرامؒ نے ان تمام گروہوں کا جم کر مقابلہ کیا، جھوٹی حدیثوں کی قلعی کھولی، تنقید و تحقیق کے دروازے کھولے، اصول حدیث اور اسماء الرجال جیسے اہم فنون کو وجود بخشا اور اپنی اس کوشش میں بہت سے مصائب برداشت کئے بلکہ جانیں تک قربان کر گئے۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت امام مالکؒ کو مونڈھے اکھڑوانا پڑے، حضرت امام ابوحنیفہؒ کو قید و بند کی ناقابل برداشت تکالیف کے بعد جان دینا پڑی، حضرت سفیان ثوریؒ کو جنگلوں میں روپوش رہنا پڑا، حضرت امام بخاریؒ کو شہر چھوڑنا پڑا، حضرت امام احمدؒ کو کمر پہ

دُرّوں کی اذیت برداشت کرنا پڑی اور حضرت امام نسائی رح کو جامع دمشق میں جام شہادت پینا پڑا تو کسی طرح بھی غلط نہیں ہو سکتا ہے۔

یہ سب کچھ اسلام کو اغیار کے ہاتھوں مسخ ہونے سے بچانے کے لئے کیا گیا اور اس جھوٹے لیبل کو اتار کر پھینکنے کے لئے کیا گیا جو اسلام کا جھوٹا نعرہ بلند کرنے والوں نے چسپاں کر رکھا تھا غرض یہ ہے کہ چوتھی صدی ہجری تک محدثین و فقہا ہی کی ذاتیں تھیں جو تمام فتنوں کا جم کر اور سینہ سپر ہو کر مقابلہ کرتے رہے اور ساتھ ہی ساتھ آنے والی نسلوں کے لئے خالص کو پیش کرنے کے لئے تصانیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

حضرت امام غزالیؒ کا دور آیا تو اشاعرہ و معتزلہ نے پورے ملک پر اپنا تسلط جما رکھا تھا، اللہ تعالیٰ کے متعلق بے شمار عقائد کتاب و سنت کے خلاف مسلمانوں کے ذہنوں میں جگہ پا چکے تھے، محدثین اور فقہائے اسلام نے اس صورت حال کو جانچا اور کتاب و سنت کی روشنی میں بگڑے ہوئے عقائد کی اصلاح میں ہمہ تن مصروف ہو گئے، علامہ ابن جوزیؒ نے تو خود کو رد بدعت کے لئے وقف کر دیا اور اتنی بڑی کامیابی حاصل کی کہ ایک ایک وقت میں دس دس ہزار آدمیوں نے ان کے ہاتھ توبہ کی، اس کے ساتھ ہر موضوع پر کتابیں لکھیں۔ پھر اسی زمانہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح نے مسند درس و عظ سنبھالی اور تصوف کے راستے جو ہزارہا بدعات پیدا ہو رہی تھیں ان کے خاتمہ کے لئے پوری زندگی وقف کر دی۔

اس کے ساتھ ہی سیاسی صورت حال یہ تھی کہ اسلامی قلمرو میں ہر جگہ مسلمانوں کے عروج کا آفتاب زوال پذیر ہو رہا تھا۔ دشمن مسلط ہوتے جا رہے تھے، اخلاق و اعمال بگڑتے جا رہے تھے، اور آپس میں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے ان کی تلواریں اپنوں ہی کے سروں پر چمک رہی تھیں، حکام عیاشی کے گرویدہ ہو چکے تھے اور اسلامی سیاست پس پشت ڈالی جا چکی تھی۔

اجتہاد اور علمی تحقیق و تفتیش کے مقابلہ میں قصہ گوئی، مصوری اور صاحبان اقتدار کو خوش کرنے کے لئے دوسرے بہت سے طریقے دن بدن ترقی کرتے جا رہے تھے۔ کتاب و سنت کی ترویج و اشاعت کی طرف سے یکسر غفلت برتی جا رہی تھی، قدیم و جدید فتنے سر اٹھا رہے تھے، اور موقعہ کو غنیمت جان کر فائدہ اٹھانے میں مصروف تھے اور کہیں کہیں تو دین فروشی نے بھی اپنا بازار گرم کر رکھا تھا۔

آخر غضب الٰہی تاتاریوں کی شکل میں نمودار ہوا، بغداد کی اینٹ سے اینٹ بج گئی، یہاں

Marfat.com

تک کہ کتابوں کے انبار خاک کے ڈھیر میں تبدیل ہو گئے اور بقول علامہ سیوطیؒ ۶ ماہ تک دریائے دجلہ کا پانی کتابوں کی راکھ تلے چھپا رہا۔

ان حالات میں جبکہ اسلامی سیاست اور مذہبی اخلاق و اعمال اور اسلاف کی پاکیزہ اسلامی زندگیوں کے ایمان افروز نمونے نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے، اللہ تعالیٰ نے حضرت امام ابن تیمیہؒ کو وجود بخشا۔ آپ دس ربیع الاوّل دوشنبہ کے دن ۶۶۱ھ میں بمقام حران پیدا ہوئے، خاندان میں سات پشتوں سے تعلیم و تعلم کا سلسلہ چلا آرہا تھا۔ آپ کے والد مولانا عبدالحلیمؒ بہت بڑے عالم اور فن حدیث میں یکتائے زمانہ سمجھے جاتے تھے۔

امام ابن تیمیہؒ کی عمر ۵ سال کی ہوئی تھی کہ تاتاریوں کی یلغار سے بچنے کے لئے آپ کے والد نے حران کو خیرباد کہہ کر دمشق کو اپنا وطن بنالیا۔ ہر چیز چھوڑ دی مگر کتابوں کا ذخیرہ ایک گاڑی پر ساتھ لے لیا۔ امام صاحبؒ نے دمشق میں تعلیم حاصل کی، صدہا علماء اور محدثین کی صحبتوں سے استفادہ کیا۔ آپ کے اساتذہ میں ابن عبدالدائمؒ، امام ابن الخیرؒ، امام ابن البرؒ، اور امام کمال الدین جیسے مقبول عام ائمہ علم و فن کے نام بہت مشہور ہیں۔

امام صاحبؒ نے ۱۷ سال کی عمر میں علوم دینیہ سے فارغ ہو کر تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کر دیا تھا، والد کے انتقال کے بعد جبکہ ان کی عمر ۲۱ سال کی تھی دمشق کے علماء میں ان کو خصوصی جگہ حاصل ہو چکی تھی اور آپ دمشق کے دارالحدیث میں درس دیا کرتے تھے جس میں دمشق اور اطراف کے بڑے بڑے علماء اپنی شرکت کو باعث استفادہ و سعادت سمجھا کرتے تھے۔ امام صاحبؒ کے زور بیان اور وسعت علم و نظر کا یہ عالم تھا کہ صرف سورۂ نوح کی تفسیر کئی سال تک بیان فرماتے رہے۔ اسی زمانہ میں قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا گیا مگر آپ نے خدمت علم دین کو ترجیح دی اور عہدہ قضا کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

۶۹۱ھ میں امام صاحبؒ حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے، واپس آئے تو شہرت و عظمت کے ساتھ مخالفت کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا تھا۔ جس کی بڑی وجہ بدعات کا رد تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ حج بیت اللہ کے بعد ان کی تمام زندگی ابتلاء و آزمائش میں گذری مگر استقامت و استواری کی اس ٹھوس چٹان میں کہیں بھی کوئی ایک شکن پیدا نہ ہو سکی اور کتاب و سنت کا شیدائی مسلمانوں کے لئے ایک ایسا نمونہ چھوڑ گیا جو رہتی دنیا تک ہر تاریکی میں روشنی کا مینار ثابت ہوتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے امام صاحبؒ کو علم و قلم کی قوت کے ساتھ جہاد بالسیف کی شجاعت سے

Marfat.com

بھی نوازا تھا۔ تاتاریوں نے کئی مرتبہ شام کا کام تمام کرنا چاہا مگر امام صاحبؒ ہر دفعہ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کا نعرہ بلند کرتے ہوئے اٹھے اور دنیا نے دیکھا کہ جہاد باللسان والقلم کا مسند نشین جہاد بالسیف کا علمبردار بن کر مسلمانوں کے جان و مال کو اغیار کے ہاتھوں بچانے میں مصروف ہے۔ ایک مرتبہ ۶۹۹ھ میں ہلاکو خاں کے پوتے خازاں سے ملاقات کی، وہ شام پر حملہ کی تیاریوں میں مصروف تھا لیکن امام صاحبؒ کی سفارت نے اس کے حوصلے پست کر دیئے دوسری مرتبہ ۷۰۰ھ میں تاتاریوں نے پھر مصر و شام کو نشانہ ستم بنانا چاہا، امام صاحبؒ اس موقعہ پر بھی خاموش نہیں رہے اور گھر گھر پہنچ کر مسلمانوں میں ایسا جذبۂ جہاد بیدار کیا کہ تاتاری مسلمانوں کا جوش جہاد دیکھ کر ٹھنڈے پڑ گئے۔

۷۰۲ھ میں ایک تاتاری سردار قتلوشاہ نوے ہزار فوج لے کر ٹوٹ پڑا۔ امام صاحبؒ نے مصر پہنچ کر سلطان ناصر کو آمادۂ جہاد کیا اور فرمایا "وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْٓا اَمْثَالَکُمْ" اگر تم پیٹھ دکھاؤ گے تو تمہاری جگہ دوسری قوم لے لے گی اور وہ تمہاری طرح بزدلی نہیں دکھائے گی۔ سلطان ناصر پر امام صاحبؒ کی دعوت جہاد نے ایسا اثر کیا کہ وہ اسی وقت تاتاریوں کے مقابلہ پر آگیا۔ جنگ چھڑی تو امام صاحبؒ نے میدان جنگ میں بپھرے ہوئے شیر کی طرح ایسے حملے کئے کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے اور مسلمانوں نے بڑی جلدی تاتاریوں کا منہ میدان جنگ سے پھیر دیا۔

۷۰۵ھ میں امام صاحبؒ کے مخالفوں نے کچھ ایسا ہنگامہ برپا کیا کہ امام صاحبؒ شاہی عدالت میں طلب کئے گئے۔ بے سر و پا الزامات کی فہرست سامنے آئی تو آپ کے بھائی شیخ شرف الدین نے مخالفین کو بددعا دینا شروع کر دی۔ آپ نے فرمایا، ایسامت کہو، بلکہ ایسا کہو کہ اللھم ھب لھم نورا یھتدون بہ الی الحق۔ اے اللہ ان کو ایسی روشنی عطا کر جس سے ان کو حق کا راستہ مل سکے۔ مگر مخالفین کے اثرات ایسے غالب آئے کہ امام صاحبؒ کو قید خانہ کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ ۷۰۷ھ میں امیر حسام الدین بن عیسٰی کی کوششوں سے رہائی ملی مگر اس کے بعد آپ کے خلاف شورشوں کا سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ آپ کے فتویٰ، "خلف طلاق" اور "زیارت قبور" کے بعد ایک جماعت نے آپ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ اور سلطان کو مجبور کیا کہ وہ آپ کو قتل کر دے مگر سلطان قتل کرنے پر راضی نہ ہوا، البتہ عمر قید کی سزا دے کر دمشق کے قید خانہ میں بند کر دیا۔

Marfat.com

امام صاحبؒ کو اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر برسوں قید و بند کی کلفتیں برداشت کرنا پڑیں لیکن آپ اس حالت میں بھی تصنیف و تالیف کی طرف سے ایک آن کے لئے غافل نہیں رہے، یہ سلسلہ مسجد میں، مدرسہ میں، مکان میں اور قید خانہ میں ہر جگہ جاری رہا۔ اگر کبھی کاغذ قلم نہیں مل سکا، تو کوئلہ سے دیواروں ہی پر لکھنا شروع کر دیتے تھے۔

آپ کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ مخالفین کیا کر سکتے ہیں۔ میرے علم کی جنت میرے سینے میں محفوظ ہے، جہاں بھی رہوں گا یہ میرے ساتھ رہے گی، آپ فرماتے تھے کہ قید میری خلوت ہے قتل میری شہادت ہے اور جلا وطنی میری سیاحت ہے۔ قید خانہ کا سلسلہ دم آخر تک جاری رہا، یہاں تک کہ قویٰ جواب دینے لگے اور ایک مرتبہ ایسے صاحب فراش ہوئے کہ بیس دن کے بعد بیس ذی قعدہ ۷۲۸ھ دوشنبہ کے دن صبح صادق کے وقت اپنے رب سے جا ملے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

انتقال کی خبر مشہور ہوئی تو دوستوں کے علاوہ مخالفین کے دل بھی دہل گئے، پورے ملک میں کہرام مچ گیا۔ موذنوں نے مساجد کے میناروں سے اعلان کیا اور پولیس کے منادی راستوں میں پکار پکار کر کہہ رہے تھے اَلصَّلٰوۃُ عَلٰی مُفَسِّرِ الْقُرْاٰنِ آؤ مفسر قرآن کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے۔!

محدثین و ائمہ نے غسل دیا، پہلی نماز قلعہ میں شیخ محمد تمام نے پڑھائی اور دوسری نماز جامع دمشق میں امام صاحبؒ کے بھائی علامہ زین الدین نے پڑھائی۔ جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کا اتنا ہجوم تھا کہ لوگ اپنے عمامے، چادریں اور رومال پھینک رہے تھے تاکہ امام کی میت سے چھو جائیں۔ آخر لاکھوں مسلمانوں کے ہجوم میں جنازہ مقبرہ صوفیہ میں لایا گیا، اور ان کے بھائی علامہ شرف الدین متوفی ۷۲۷ھ کے برابر سپرد خاک کر دیا گیا اور مسلمان عرصہ دراز تک ان کی قبر پر آ آ کر غائبانہ نماز جنازہ ادا کرتے رہے۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ دین اسلام کے نامور مجدد اور کتاب و سنت کے بہت بڑے مبلغ تھے، انہوں نے اپنی پوری زندگی بقائے دین کے لئے وقف کر دی تھی، بڑے سے بڑے عہدہ کو ٹھکرا دیا، مصائب و آلام برداشت کئے مگر دین کے ایسے چراغ جلا گئے جو قیامت تک روشن رہیں گے۔ اور جن کی روشنی سے استفادہ کئے بغیر کوئی شخص قوم کی مذہبی و سیاسی رہنمائی کے راستے نہیں پا سکے گا، اتباع سنت کا جو صور امام صاحبؒ نے پھونکا

Marfat.com

تھا وہ آج بھی چمکا ہوا ہے اور قیامت تک چمکتا رہے گا۔

امام ذہبی ؒ فرماتے ہیں کہ امام ابن تیمیہؒ خالص سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور طریقہ سلف کے حامی تھے، اور اس کی تائید میں جو دلائل انہوں نے پیش کئے تھے اس سے پہلے کسی کی نظر ان تک نہ گئی تھی، چنانچہ علماء کا اس بات پر اتفاق تھا کہ جس حدیث کو امام ابن تیمیہؒ نہ جانتے ہوں وہ حدیث ہی نہیں ۔!

علامہ شمس الدین حنفی حریری ؒ فرماتے تھے کہ تین سو سال میں امام صاحب ؒ جیسا کوئی عالم پیدا نہ ہوا۔ دَورِ حاضر کے نامور ناقد اور صاحب تصنیف علامہ شبلی ؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص ریفارمر (مصلح) مجدد کا اصلی مصداق ہو سکتا ہے وہ علامہ ابن تیمیہؒ ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ فرماتے ہیں کہ اصلاح کی تمام پچھلی قوتیں ختم ہو چکی تھیں اور فساد کے تمام تخم آئندہ کے لئے پھل پھول رہے تھے۔ ایسے نازک دَور میں جس نے، زبان، قلم اور تلوار سے دشمنان دین پر قیامت توڑی وہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات تھی۔!

علامہ ذہبیؒ نے امام صاحبؒ کی تصانیف کو تین سو سے زائد بیان کیا ہے، لیکن امام صاحب ؒ کے شاگرد خصوصی علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ۹ سو کے قریب بیان کی ہیں۔ اب تک چالیس سے زائد کتابیں زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر شائقین کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہیں، جن میں فتویٰ ابن تیمیہؒ اور منہاج السنۃ پانچ اور چار ضخیم جلدوں میں ہے۔

سیاست شرعیہ امام صاحبؒ کی وہ مخصوص کتاب ہے جس میں سیاست اور جہاں بانی کے اصول کتاب و سنت کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں اور اجتماعی مدنیت کے اصولوں کو اس خوبی سے حوالہ قلم کیا گیا ہے کہ پڑھنے والے کی نظر میں اسلام میں راعی اور رعایا کے حسین اختلاط کے تصور سے چمکنے لگتی ہیں۔

علمائے پاک و ہند بلکہ عالم اسلام میں مولانا ابوالکلام آزاد پہلے شخص ہیں جن کی نظر سیاستِ شرعیہ پر پڑی اور انہوں نے مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی کیلئے اسے نہ صرف پسند کیا بلکہ اپنے معتمد خصوصی ابوالعلاء مولانا محمد اسمٰعیل گودھروی کو اس کے اردو ترجمہ کی جانب توجہ دلائی۔

یہ امر باعث مسرت ہے کہ ترجمہ میں امام صاحب ؒ کے مخصوص انداز بیان میں کہیں

Marfat.com

فرق نہیں آیا ہے۔ ایک ایک فقرہ موثر، دل نشین اور مستقل دعوت معلوم ہوتا ہے۔ مجھے کامل یقین ہے کہ سیاست شرعیہ کے مطالعہ سے مسلمانوں کے سیاسی نظریات میں غیر معمولی استحکام پیدا ہوگا اور ملی وسیاسی زندگی کی صد ہا خلا آسانی سے پُر ہو سکیں گے۔ اللہ تعالےٰ سیاست شرعیہ کے ناشر خواجہ عبدالوحید مالک کلام کمپنی کو جزائے خیر دے اور مسلمانوں کو استفادہ کی توفیق رفیق بخشے۔ آمین وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ؏

Marfat.com

# مقدّمہ

از مولانا ابوالعلاء محمد اسمٰعیل گودھروی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اِجْتَبٰی۔ وَ اصْطَفٰی مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ لِیَکُوْنَ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا۔ وَتَکُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَی النَّاسِ۔ وَلِیُظْهِرَ دِیْنَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَعَلٰی مَنْ تَبِعَهٗ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ؕ

اَمَّا بَعْدُ! آج ہم نوع انسانی کی پوری تاریخ پر نظر ڈالیں۔ تو نوع انسانی کو مطمئن و مسرور بنانے کے لئے جس قدر ذرائع و وسائل، جتنی عمومیت اور ہمہ گیری کے ساتھ آج ہیں۔ پچھلے کسی دور میں نظر نہ آئیں گے۔ سائنس نے ہر قسم کے سامان عیش اور مفرطانہ عیش پسندی آرام و راحت کے اسباب جمع کر رکھے ہیں جو پچھلے دور میں نظر نہ آئیں گے۔ اور بین الاقوامی نشرگاہ سے ہر ملک اپنے اس یقین کا اظہار کر رہا ہے کہ "ہمارا ملک اب معاشی سطح پر پوری طرح مطمئن اور مسرور ہے۔ لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ نوع انسانی جتنی اور جس قدر عمومیت کے ساتھ بے چین۔ مضطرب۔ پریشان۔ اور دکھی آج ہے شاید کبھی نہیں تھی۔ لکھ پتی۔ کروڑ پتی بھی مضطرب و بے چین ہے۔ غریب بے کس جن کے پاس کھانے کو روٹی نہیں، تن ڈھانکنے کو کپڑا نہیں وہ بھی مضطرب و بے چین ہے، ناخدایان حکومت۔ کرسی نشینان سلطنت فرمانروائی بھی مضطرب و بے چین ہیں۔ محکوم بے بس رعایا بھی مضطرب و بے چین ہے۔ جمہوریتوں کے علمبردار بھی مضطرب و بے چین ہیں۔ اور مارکیزم اور سٹالین کے پیرو بھی مضطرب و بے چین ہیں۔ امریکہ۔ برطانیہ۔ فرانس وغیرہ کی جمہوریتیں بھی مضطرب و بے چین ہیں۔ اور کمیونسٹ روس و چین بھی مضطرب و بے چین ہے۔ ہندوستان اور پاکستان بھی مضطرب و بے چین ہے۔ مصر و عرب وغیرہ بھی مضطرب و بے چین ہے۔ باوجود ذرائع و وسائل کی افزونی و فراوانی کے نوع بشری۔ اور نوع انسانی کا ہر شخص، ہر فرد مضطرب و بے چین اور پریشان حال، اور پریشان خاطر ہے۔ آخر وجہ کیا ہے؟ اس کے اسباب کیا ہیں؟ اس کی وجہ اور اسکے اسباب

Marfat.com

دریافت کرنا ہر انسان کا فرض ہے، آخر قصہ کیا ہے اور کیوں ایسا ہو رہا ہے؟ اور

ع "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"

کا قصہ کیوں پیش آ رہا ہے؟

فلسفی اٹھتے ہیں، ماہرین اقتصادیات اٹھتے ہیں۔ ناخدایان سلطنت اٹھتے ہیں۔ اپنی اپنی فکر اپنی اپنی طبیعت، اپنے اپنے ذہن و دماغ، اور اپنی اپنی عقل و سمجھ کے مطابق چند قواعد و ضوابط مرتب کر دیتے ہیں۔ لیکن ان کا انجام یہ ہوتا ہے کہ جو قواعد و ضوابط آج وہ مرتب کرتے ہیں کل وہ بیکار ہو جاتے ہیں۔ دوسرے قواعد و ضوابط مرتب کرنے پڑتے ہیں، ان کا حشر بھی وہی ہوتا ہے جو پچھلے قواعد و ضوابط کا ہوا۔ آخر مجبور ہو کر یہ ناخدایان انسانیت کوشش کر رہے ہیں کہ اجتماعی مفاد کے نام پر افراد و اشخاص کو اپنی خواہشات قربان کرنے کے لئے آمادہ کیا جائے۔ مگر اس کا حشر بھی سامنے ہے بلند پروازی کی یہ عقلی خواہش فطری تقاضوں سے ٹکراتی ہے تو انسان بیچارہ کیا کر سکتا ہے؟ فطرت کا دباؤ تو وہ چیز ہے کہ عام انسان تو کیا اس بلند پروازی کے جو داعی اور فلسفہ طراز ہوتے ہیں وہ بھی اس کے مقابلے میں عاجز نظر آتے ہیں، اور عجیب عجیب چور دروازوں سے اپنے مطالبات پورے کر لیتے ہیں، انسان کا مستقل طرز عمل دراصل وہی ہو سکتا ہے جو کسی فطری داعیہ سے ہم آہنگ ہو اور اجتماعی مفاد کیلئے قربانی اس کے لئے انسان کی فطرت میں کوئی داعیہ نہیں۔

غرض! کسی طرح مخلوق کا اضطراب و بے چینی اور نوع انسانی کی پریشانی کم ہونے نہیں پاتی، آخر یہ قصہ کیا ہے؟

ہم دیکھ رہے ہیں کہ انسان۔ یا ناخدایان انسانیت کے سامنے ایک ایسا نظام عالم جو سراسر نوع انسانی کے لئے رحمت ہے، اس کی فلاح و بہبود کے لئے امن و سکون کا پورا متکفل ہے۔ اور اس کی تعمیر کے لئے پورا سامان، پورے اسباب موجود ہیں، مگر ان ناخدایانِ انسانیت نے اپنے علم و آگاہی کے زعم میں اس سامان۔ اور ان اسباب کو وہم ٹھہرا کر رد کر دیا ہے، اور اس طرح اس تیار کردہ کو وجود میں لانے کا راستہ ہی سرے سے بند کر دیا ہے، جو ایک صحت مند، پرسکون، پر اطمینان، خوشحال زندگی کے لئے لازم ہے اسے ٹھکرا دیا ہے، کوشش کی گئی ہے کہ اجتماعی مفاد کے نام پر افراد انسانی کی فطری خواہشات کو قربان کر دیا جائے۔ مگر اس کا حشر بھی سامنے ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ یہ نظام زندگی جو یہ ناخدایان انسانیت، تیار کرتے ہیں یا جو تیار کیا گیا ہے۔ یہ نظام انسان کو زندگی سے بیزار کرتا ہے، خالق فطرت جس سے خوش نہیں ہے، دنیا

Marfat.com

جہان کو اس نے اطمینان وسکون۔ طمانیت وسرور سے یکسر محروم کر رکھا ہے۔ ہر انسان، نوع بشری کا ہر فرد۔ ہر شخص اضطراب وبے چینی، پریشان حالی، پریشان خاطری میں مبتلا ہے۔ اور سخت مبتلا ہے۔

دراصل یہ ایک بہت بڑی اور بہت ہی بُری سزا ہے، خالق فطرت کے ہاتھوں انسان کو اس کی ناکردنیوں کی پاداش میں جو خود اس کے ہاتھوں سے لائی گئی ہے، اور لائی جا رہی ہے، انسان کے خالق نے اس کی نوعی، اجتماعی، انفرادی، شخصی فلاح وبہبود کے لئے بہترین اصول اور کامیابی کے محکم ترین فطری بنیادیں فراہم کی تھیں، خالق فطرت نے فطری قواعد وضوابط پیش کئے تھے۔ لیکن اس نے اپنے زعم علم میں اپنے خالق کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اور ان تمام چیزوں کو بھی رد کر دیا جو خالق کائنات یعنی موجد فطرت نے اس کی نوعی، اجتماعی، انفرادی، شخصی، فلاح وبہبود کے لئے تیار کیا تھا۔ اور اب وہ اس کی سزا بھگت رہا ہے، اور بُری طرح بھگت رہا ہے، اور جب تک انسان اپنے خالق، فطرت کے خالق کے منشا، کو ٹھکراتا رہے گا اس کا یہی حال ہوگا۔

اسلام ایک ایسا نظام پیش کر رہا ہے، جو دنیا اور آخرت کا جامع ہے، خالق فطرت فطری نظام پیش کرتا ہے، انسان کی نوعی، اجتماعی، شخصی، انفرادی، ضروریات کو نہایت وضاحت کے ساتھ بڑی خوبصورتی سے پیش کرتا ہے، اسلام نے نوع انسانی کے لئے اجتماعی، نوعی، شخصی انفرادی حالات کے ماتحت پوری طرح درست کیا۔ انسان کی عمرانی، حضارتی، سیاسی، اقتصادی، تمدنی نظام کو اس قدر کامل اور مکمل شکل میں پیش کیا کہ دنیا حیرت سے انگشت بدندان ہے۔ دنیا کی اقداروں کو آخرت کی اقداروں میں کچھ اس طرح سمویا کہ انسانیت پوری طرح کامیاب ہے۔ دنیا میں امن وچین، اطمینان وسکون، عزت وسربلندی نصیب ہو، اور آخرت میں فلاح وبہبود اور نجات میسر آئے، دنیا اور آخرت دونوں درست ہو جائیں۔

آج زمانہ دہریت یا نیم دہریت کا شکار ہو چکا ہے۔ آخرت کی زندگی کو ایک وہم سمجھا جا رہا ہے، حالانکہ اصل دائمی زندگی آخرت کی زندگی ہے، اسلام نے اس دنیا کی زندگی کے علاوہ ایک دوسرا عالم بتلایا ہے، جو اس عالم دنیا کی زندگی سے بہت اہم اور یقینی ہے، جہاں اس دنیا کی زندگی کے ہر ہر عمل، چھوٹے بڑے اعمال وکردار کا بدلہ دیا جائیگا۔ اور وہی نظام کامیاب رہے گا جو دنیا وآخرت کی زندگی کو ہموار کر دیوے، اور وہ اسلام ہے، ایسا نظام نہ یہود پیش کر سکتے ہیں، نہ نصاریٰ عیسائی پیش کر سکتے ہیں، نہ ہند وچین اور پاکستان کی ہندو اقوام، نہ بودھ مت

Marfat.com

پیش کرسکتا ہے، نہ جینی دھرم،

دنیا کی عزت وطلب کی خاطر ہر چھوٹا بڑا انسان سب کچھ کر گزرتا ہے، اگر اپنے کو دنیا کے سامنے صاف وستھرا دکھانا چاہتا ہے تو چور دروازے سے گزرتا ہے۔ لیکن آخرت کا تصور اور یہ اعتقاد وعقیدہ کہ آخرت میں دنیا کے اندر ہر چھوٹا بڑا جو عمل کیا ہے اس کا بدلہ یقینی ہے، ہر چھوٹے بڑے انسان کو راہ راست پر چلنے پر مجبور کردیتا ہے، اور جس قدر آخرت کا رنگ پختہ ہوگا اسی قدر عدل وانصاف کی کسوٹی پر پورا اترے گا۔

یہود نے اپنے دین میں دنیوی فلاح وبہبود کی راہیں مسدود پاکر مذہب ترک کردیا۔ اور مَغْضُوبْ عَلَيْهِمْ ٹھہرے، نصاریٰ نے ترقی کی راہیں اپنے مذہب میں نہ پاتے ہوئے مذہب کو خیر باد کہہ دیا۔ ہند وچین میں بودھ مذہب بنا اہسا کو اپنایا اور اپنے لئے ارتقار کے دروازے بند کرلئے۔

# رسول اکرم کی سیاست

غرض! دنیا کے تمام مذاہب ہر دو عالم دنیا وآخرت کے لئے جامع ہوں ایسا کوئی بھی نہ نکلا۔ ایک مذہب اسلام ہی ایسا ہے جس نے دنیا وعقبیٰ، مبدار ومعاد، دنیا وآخرت کی زندگی کو کامیاب بلند تر بنادیا۔ اور نوع انسانی کو ایسی سربلندی بخشی کہ دنیا وعقبیٰ کی ترقی سربلندی کے مناروں پر کھڑا کر دیا۔ دنیوی اقتدار کو اخروی اقتدار، مادی قدروں کو روحانی قدروں میں کچھ ایسا سمودیا کہ مبدأ ومعاد دونوں کامیاب ہوگئے، عقیدۂ توحید، اور اعتقاد آخرت، جزار اعمال کو سامنے رکھتے ہوئے ایک بہترین معاشرہ پیش کیا۔ اور ترقی کے میدانوں میں سب سے آگے کردیا،

سنہ ۴ ہجری میں حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو خلافت کبریٰ عطا ہوئی، تائید الٰہی پوری طرح ساتھ تھی، سارے ملک نے اس دو عالم کے سہارے کو قبول کرلیا۔

سنہ ۶ ہجری میں چودہ سو صحابہ رض کے ساتھ آپ نے عمرہ کا قصد فرمایا، اور ذی قعدہ میں آپ روانہ ہوئے، ذوالحلیفہ پہنچ کر عمرہ کا احرام باندھا، اور قربانی کے جانوروں کو ساتھ لیا تھا ان کا شعار کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک آدمی پہلے بھیج دیا تھا کہ قریش مکہ کی خبر لائے، عسفان مقام کے قریب پہنچے تھے کہ یہ آدمی خبر لے کر آگیا، اور کہا میں نے کعب ابن لوی کو دیکھا ہے وہ آپ کے خلاف جنگ کی تیاری کرچکا ہے، اور بیت اللہ سے آپ کو روکے گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے صحابہؓ سے مشورہ کیا اور فرمایا ہم بیت اللہ کی حرمت کو توڑنا نہیں چاہتے، لیکن ہمیں اگر روکا گیا تو ہم ان سے مقاتلہ کریں گے، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کی کہ ہم عمرہ کرنے کو آئے ہیں نہ کہ جنگ کرنے کو لیکن اگر کوئی ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہوا تو ہم ضرور ان سے مقاتلہ کریں گے، قریش کی جانب سے خالد بن الولید بطور طلیعہ آگئے تھے، قریش بہت پریشان تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آگئے ہیں حدیبیہ مقام پر پہنچ کر مزاحمت کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ بن عفان کو مکہ کی طرف روانہ کیا کہ قریش سے کہو کہ ہم جنگ کرنے کو نہیں آئے، عمرہ کرنے کو آئے ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ اسلام کی دعوت بھی پیش کی، قریش کسی طرح نہ مانے، حضرت عثمانؓ واپس لوٹے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل مکہ میں صلح ہونا قرار پایا۔ حضرت عمرؓ اور بعض دوسرے صحابہؓ اس قسم کی شرائط سے خوش نہ تھے، نہ عمرہ کئے بغیر واپس جانا چاہتے تھے، حضور نبویؐ میں عرض کی کہ یا رسول اللہ! ہم کو خدا نے فتح کا وعدہ فرمایا ہے۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ ہم نے تم کو کھلی فتح دی،

فرمایا ہے، کیا یہ فتح ہے؟ آپ نے فرمایا یقیناً یہ فتح ہے، عہد نامہ میں سب سے بڑی شرط یہ تھی کہ مسلمان آزادی کے ساتھ تبلیغ اسلام کرتے رہیں گے، اس شرط کی رو سے تمام عرب میں اسلام کی دعوت پہنچائی گئی، ابتداء اسلام سے لے کر اس وقت تک جس قدر اسلام پھیلا تھا اس سے کہیں زیادہ اسلام پھیل گیا، اسلام کا اولین عقیدہ توحید خداوندی، اور آخرت میں جزاء اعمال یقینی ہے یہی اعتقاد و عقیدہ تھا کہ اسلام ساری دنیا میں پھیل گیا، مسلمانوں کا خدا کے فرمان پر پورا پورا بھروسہ تھا اور خدا کا وعدہ تھا،

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔

(سورہ نور پ۱۸)

تم میں جو لوگ ایمان لاتے اور نیک عمل کرتے ہیں ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان لوگوں کو ملک کی خلافت ضرور عطا فرمائیگا جیسے ان لوگوں کو خلافت عطا کی تھی جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں اور جس دین کو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے اسکو ان کیلئے جما کر رہیگا اور خوف جو ان کو لاحق ہے اسکے بعد ان کو اسکے بدلے میں امن دے گا کہ ہماری عبادت کیا کریں، اور کسی چیز کو ہمارا شریک نہ گردانیں اور جو ان احسانات کے بعد ناشکری کرے تو ایسے ہی لوگ نافرمان ہیں۔

Marfat.com

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وعدہ تھا۔

هَلَكَ كِسْرٰى وَلَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ وَهَلَكَ قَيْصَرُ وَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهٗ وَلَتُنْفِقُنَّ كُنُوْزَهُمَا۔

کسریٰ ہلاک ہوگا اسکے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور قیصر ہلاک ہوگا اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔ اور ان دونوں حکومتوں کے خزانے تم خرچ کروگے۔

صلح حدیبیہ کے بعد اسلام اس قدر مقبول ہوا کہ گھر گھر اسی کا چرچا تھا۔ قبائل کے قبائل اسلام میں داخل ہوگئے اور سارا عرب اسلام میں داخل ہوگیا۔

قریش مکہ نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی، اس لئے آپ نے مکہ کی تیاری شروع کردی۔ دسٰں رمضان المبارک ۸ھ میں دس ہزار فوج لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوگئے، مکہ پہنچے، حضرت ابوسفیان رض اسلام لائے اور مکہ میں جاکر آواز دی:۔

مَنْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ فَهُوَ اٰمِنٌ وَمَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِيْ سُفْيَانَ فَهُوَ اٰمِنٌ۔ (المختصر زاد المعاد صـ۱۶۵)

جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائیگا اسکو امن ہے اور جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوجائیگا اس کو امن ہے۔

اس کے بعد آپ بیت اللہ کے دروازے پر کھڑے ہوگئے، تمام سرداران قریش آپ کے سامنے پیش ہوئے، آپ نے انھیں خطاب کرکے فرمایا:۔

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ مَا تَرَوْنَ اِنِّيْ فَاعِلٌ بِكُمْ؟ (مختصر زاد المعاد صـ۱۶۸)

اے گروہ قریش میں تمھارے ساتھ کیا برتاؤ کروں گا؟

تمام قریش ایک زبان بول اٹھے:۔

خَيْرًا اَخٌ كَرِيْمٌ وَابْنُ اَخٍ كَرِيْمٍ (مختصر زاد المعاد صـ۱۶۸)

اچھا برتاؤ کروگے، تم کریم بھائی ہو اور کریم بھائی کے بیٹے ہو۔

آپ نے فرمایا:۔

فَاِنِّيْ اَقُوْلُ كَمَا قَالَ يُوْسُفُ لِاِخْوَتِهٖ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ (مختصر زاد المعاد صـ۱۶۸)

میں وہی کہوں گا جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو کہا تھا، آج کے دن تمہارے لئے کوئی پریشانی کی بات نہیں، جاؤ تم سب کے سب آزاد ہو۔

اس کے بعد سارے عرب میں اسلام کا اقتدار قائم ہوگیا۔ اب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باہر کی دنیا کے متعلق سوچنے لگے۔

Marfat.com

# اسلام کی جامعیت

اسلام دنیا اور آخرت دونوں کو ساتھ لے کر چلتا ہے، نہ آخرت کو دنیا کے لئے چھوڑا جائے نہ دنیا کو آخرت کے لئے چھوڑا جائے، اسلام کہتا ہے:۔

اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ

دنیا آخرت کی کھیتی کی جگہ ہے۔

قرآن کہتا ہے:۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ: (نحل ع ۱۳)

جس نے نیک عمل کیا مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے اس کی زندگی ہم اچھی طرح بسر کرائیں گے اور ان کو آخرت میں ان کے بہترین اعمال کا صلہ دیں گے۔

اور کہتا ہے:۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۚ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

(اعراف ع ۴)

اے پیغمبر ان لوگوں سے پوچھو کہ اللہ نے جو زینت کے سامان اور کھانے کی ستھری چیزیں اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں ان کو کس نے حرام کیا ہے ان سے کہو کہ یہ دنیا میں ان لوگوں کے لئے ہیں جو ایمان لائے ہیں، اور قیامت کے دن خاص انہیں کیلئے ہوں گی۔

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

لَيْسَ بِخَيْرِكُمْ مَنْ تَرَكَ دُنْيَاهُ لِاٰخِرَتِهٖ وَلَا اٰخِرَتَهٗ لِدُنْيَاهُ حَتّٰى يُصِيْبَ مِنْهُمَا جَمِيْعًا فَاِنَّ الدُّنْيَا بَلَاغٌ اِلَى الْاٰخِرَةِ

(ابن عساکر عن انسؓ)

تم میں اچھا آدمی وہ نہیں جو اپنی دنیا کو آخرت کیلئے ترک کر دیوے اور آخرت کو دنیا کیلئے ترک کر دیوے، بلکہ وہ بہتر ہے جو دونوں کو لے کر چلے کیونکہ دنیا آخرت تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔

اور فرماتے ہیں:۔

خِيَارُكُمُ الَّذِيْنَ يَاْخُذُوْنَ مِنْ دُنْيَاهُمْ لِاٰخِرَتِهِمْ وَمِنْ اٰخِرَتِهِمْ لِدُنْيَاهُمْ۔

(منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند احمد ص ۱۹۶ ج ۶)

تم میں بہترین آدمی وہ ہے جو اپنی دنیا سے اپنی آخرت درست کرے، اور اپنی آخرت سے اپنی دنیا درست کرے۔

Marfat.com

اور فرماتے ہیں۔

إِذَا كَانَ فِي آخِرِ الزَّمَانِ لَا بُدَّ لِلنَّاسِ فِيهَا مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ يُقِيمُ بِهِ الرَّجُلُ دِينَهُ وَدُنْيَاهُ۔

جب آخر زمانہ ہوگا تو لوگوں کو درہم ودنانیر کی سخت ضرورت ہوگی۔ آدمی اس سے اپنے دین اور دنیا کو باقی رکھ سکے گا۔

(طبرانی فی الکبیر)

اسلام خلافت کبریٰ کا دستور العمل ہے، آسمانی نظام، خدائی ضابطہ حیات ہے۔ نوع انسانی کے لئے فطری نظام زندگی ہے، دنیوی مادی اقدار کو دینی، مذہبی روحانی اقدار میں کچھ اس طرح ممزوج کر دیا کہ دنیا اور آخرت دونوں کو مکمل کر دیا، خلافت کبریٰ نظام انھیں اقداروں پر قائم ہوا۔ عبادات مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، کا نظام بھی قائم ہوگیا، اور معاملات مثلاً لین دین، اقتصادیات سیاسیات، وغیرہ کا نظام بھی قائم ہوگیا، یہ نظام اس قدر بلند اور اونچا تھا کہ انسانی فطرت پر اس نے فطری حکومت قائم کرلی اور

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ ط

حکم صرف خدا ہی کا ہے

حکم صرف خدا کا چلتا تھا، کتاب وسنت کا چلتا تھا، خلیفہ صرف اس نظام سلطنت، دستور خدائی کا نافذ اور جاری کرنے والا تھا، چنانچہ جو نظام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا تھا اسی نظام پر آپ کے خلفاء رض چلے اور مخلوق خدا کو اس پہ چلاتے رہے۔

قرآن مجید مسلمانوں کی صفات بیان کرتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ ط هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هٰذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيرُ ه

(حج ع ۱۰)

اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کا حق ہے اس نے تم کو انتخاب فرمایا ہے۔ اور دین کے بارے میں تم پر کسی طرح کی سختی نہیں کی، تمہارے رب نے وہی دین تجویز کیا جو تمہارے باپ ابراہیم کا تھا، اسی خدا نے پہلے سے تمہارا نام مسلمان رکھا، اور اس قرآن میں بھی، تاکہ رسول تمہارے مقابلہ میں اعلان حق کریں، اور تم دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں اعلان حق کرتے رہو، تو تم نمازیں پڑھو، اور زکوٰۃ دو، اور اللہ ہی کا سہارا پکڑو، وہی تمہارا کارساز ہے تو کیا ہی اچھا کارساز

ہے اور کیا اچھا مددگار ہے۔

نظام شرعی کو چلانے کے لئے اس امت کو بہترین امت فرمایا، اور بہترین امت ہونے کا راز بھی بتلادیا۔ فرمایا

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط (آل عمران ع ۱۲)

لوگوں کی رہنمائی کے لئے جس قدر امتیں پیدا ہوئیں ان میں تم سب سے بہتر ہو۔ کہ اچھے کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بہترین امت ہونے کی اولین شرط ہے، اسی بنا پر اس کو بہترین امت کہا گیا ہے، کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا کرتے رہیں۔

اور فرمایا

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ط وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (آل عمران ع ۱۱)

اور تم میں ایک ایسا گروہ ہونا چاہئے جو لوگوں کو نیک کاموں کی طرف بلائیں، اور اچھے کام کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں، ایسے ہی لوگ اپنی مراد کو پہنچیں گے، اور ان جیسے نہ ہو جو فرقے فرقے ہو گئے اور اپنے پاس کھلے کھلے احکام آئے پیچھے آپس میں اختلاف کرنے لگ گئے اور یہی لوگ ہیں جن کو بہت بڑا عذاب ہوگا۔

غرض! عائلی، قبائلی، ملکی، عمرانی، حضری، بدوی سیاست کو مکمل کر دیا، شرائع دینیہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، وجوہ احسان، بہ تقوی اور پرہیز گاری، خداپرستی، خداترسی، عدل و انصاف، باہمی مساوات و مواسات، اخوت و بھائی چارہ، حریت فکر و رائے، اور شرائع اجتماعیہ کی تکمیل کر دی۔

## آمد وفود

صلح حدیبیہ سے قبل اسلام کی راہ میں بہت رکاوٹیں تھیں، گو اسلام کے فطری نظام کو بہت سے قبول کر چکے تھے، لیکن اس کے اظہار سے رکتے تھے، اور اظہار سے رکنے کی وجوہ جبیں تھیں

پہلی وجہ تو یہ تھی کہ عرب میں عار، اور طعن و تشنیع کو بہت بڑا سمجھا جاتا تھا، تا آنکہ بعض بڑے بڑے لوگوں سے یہ ثابت ہے کہ انہوں نے اسلام کی صداقت کا یقین رکھتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ اِخْتَرْتُ النَّارَ عَلَى الْعَارِ میں نے عار کے مقابلہ میں نار جہنم کو اختیار کر لیا۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ قریش مکہ اس بارے میں حائل تھے، کیونکہ بیت اللہ کی ساری خدمات ان کے ہاتھ میں تھی اور عرب یہ سمجھتے تھے کہ اس گھر کی خدمت انہی کو ملتی ہے جو خدا کے مقبول بندے ہوں۔

علاوہ ازیں مسلمانوں اور قریش کے درمیان لڑائیاں ہوتی تھیں۔ اس میں پلہ کبھی مسلمانوں کا بھاری رہتا اور کبھی قریش مکہ کا۔ غزوۂ بدر میں مسلمان کامیاب رہے، تو غزوۂ اُحد میں قریش کا پلہ بھاری رہا، غزوۂ خندق ایسا غزوہ تھا کہ قریب قریب دونوں مساوی تھے،

صلح حدیبیہ سے تمام رکاوٹیں دُور ہوگئیں، قرآن کی فطری دعوت تمام کو مسحور کر چکی تھی صلح حدیبیہ کے بعد قبائل عرب کے وفود آنے لگے، سارا عرب ٹوٹ پڑا اور صدق دل سے اسلام قبول کرنے لگا۔ خدمت نبوی میں حاضر ہو کر اپنے اپنے قبائل کی نمائندگی کرنے لگے چنانچہ یہ وفود آئے۔

## وفد ثقیف

جب ان لوگوں نے دیکھا ان کے اطراف کے لوگ تمام اسلام قبول کر چکے ہیں اپنا وفد بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پہ بیعت کریں اور اسلام قبول کریں، رئیس الوفد عبد یالیل بن عمر تھے جب یہ لوگ بارگاہ رسالت میں آئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے ایک کونے میں ان کے لئے ایک خیمہ ڈلوا دیا، اس کے بعد گفتگو کی، ان لوگوں نے نماز سے معافی مانگی آپ نے فرمایا

لَا خَيْرَ فِي دِيْنٍ لَا صَلٰوةَ فِيْهِ اس دین میں خیر نہیں جس میں نماز نہیں ہے،

اور عرض کی ان کے بتوں کو آپ نہ توڑیں، لیکن آپ نے ان کے ہمراہ ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ ابن شعبہ کو بھیجا، اور انھوں نے ان کے بڑے بت لات کو توڑ دیا، اور عثمان بن ابی العاص رضؓ کو ان کا امیر مقرر فرمایا، اور چلتے وقت خاص نصیحت فرمائی۔ کہ نماز میں ضعیف، بوڑھوں اور چھوٹوں اور حاجت مندوں کا خیال رکھنا، ثقیف اسلام کے لحاظ سے سب سے بہتر اور سب سے زیادہ صادق القول تھے،

* * * * * *

# وفد بنو تمیم

اس وفد کے رئیس عطارد بن حاجب بن زرارہ اور اقرع بن حابس، زبرقان بن بدر، اور عمرو بن الاہتم اور قیس بن عاصم تھے اس وفد کے متعلق سورۂ حجرات کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئی تھیں، اس وفد نے اپنے قومی مفاخر بیان کئے، اس کے جواب میں قیس بن شماس نے خطبہ دیا، مہاجرین اور انصار کی اس میں بہت تعریف کی، اس کے بعد حضرت حسان بن ثابتؓ نے ایک قصیدہ پڑھا جو بہترین قصیدہ تھا

# وفد قیس بنو عامر

اس کے رئیس عامر بن الطفیل اور اربد بن قیس تھے،

# وفد بنی سعد بن بکر

اس وفد کے رئیس ضمام بن ثعلبہ تھے، بڑے بہادر اور دلیر تھے،

# وفد ربیعہ بنو عبد قیس!

اس وفد کے رئیس جارود بن بشر بن المعلی تھے، یہ نصرانی تھے لیکن اسلام لانے کے بعد بڑے سخت اور پکے مسلمان ہوگئے،

# وفد ربیعہ بنو حنیفہ

مسیلمہ کذاب اسی قبیلے سے تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا،

# وفد قحطان

اس کے رئیس زید الخیل تھے،

اس کے بعد مراد۔ اور زبید اور کندہ کے وفود آئے، اور اسلام قبول کر لیا۔

اس کے بعد ملوک حمیر حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے،

اس کے بعد وفد بنو الحرث بن کعب تھا، اسی وفد کے ہمراہ حضرت خالد بن الولیدؓ تھے اسلام لاکر مشرف باسلام ہوئے،

اس کے بعد بنو رفاعہ کا وفد آیا، یہ اور ان کی قوم ساری مسلمان ہوکر مشرف باسلام ہوئی اس کے بعد وفد ہمدان آیا، اس کے رئیس ذوالمشعار تھے جن کی کنیت ابو ثور ہے۔

Marfat.com

غرض ! یہ کہ اسی طرح وفد آتے رہے اور اسلام قبول کرتے چلے گئے تا آنکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کا سنہ ۱۰ھ میں ارادہ کیا تو ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان آپ کے ہمراہ حج میں تھے، اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جو لوگ حج میں آپ کے ہمراہ نہیں تھے وہ کس قدر زیادہ ہونگے یہ ظاہر ہے اس وقت حکومتوں کے رئیسوں کے ماتحت سب کچھ ہوا کرتا تھا، جب رئیس اسلام لے آئے تو سارے قبیلے کا اسلام لے آنا سمجھنا چاہیے۔

## بادشاہوں کے نام خطوط

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملوک و سلاطین کے نام دعوتی خطوط روانہ کئے دحیہ بن خلیفہ الکلبی کو شاہ روم کی طرف بھیجا۔ اور ایک خط دیا کہ اسے دے دیا جائے، خط کا مضمون یہ تھا:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ اِلٰی ھِرَقْلَ عَظِیْمِ الرُّوْمِ اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔ اَمَّا بَعْدُ اَسْلِمْ تَسْلِمْ وَاَسْلِمْ یُؤْتِکَ اللّٰہُ اَجْرَکَ مَرَّتَیْنِ وَاِنْ تَوَلَّیْتَ فَاِنَّ اِثْمَ الْاَرِیْسِیِّیْنَ عَلَیْکَ

(محاضرات خضری بک ص۱۲۲ ج۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، محمد رسول اللہ کی جانب سے بنام ہرقل عظیم روم، اسلام اس پر جو ہدایت کی اتباع کرے، اما بعد، اسلام قبول کر تو تم سلامت ہو، اور تم اسلام قبول کرو تو تمہیں دوسرا اجر ملے گا اور اگر تم نے اس دین سے منہ موڑا تو تمہارے تمام متبعین کا گناہ تمہارے سر ہے۔

ہرقل نے اس خط کی قدر کی، لیکن اراکین سلطنت نے مخالفت کی اس کی وجہ سے ہرقل نے اظہار اسلام سے گریز کیا۔

## سلطان دمشق کے نام

اس وقت دمشق پر فرمانروائی منذر بن الحارث ابن ابی شمر الغسانی کرتا تھا، آپ نے شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کو جو بنو خزیمہ سے تعلق رکھتے تھے اس کی طرف بھیجا، آپ نے اس کو لکھا،

سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَاٰمَنَ بِیْ اِنِّیْ اَدْعُوْکَ اِلٰی اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ یَبْقٰی لَکَ مُلْکُکَ

(محاضرات خضری بک ص۱۲۶)

سلامتی اس پر جس نے ہدایت کی اتباع کی، اور مجھ پر ایمان لایا، میں دعوت دیتا ہوں کہ تو اللہ وحدہٗ لاشریک پر ایمان لے آ تیرا ملک باقی رہے گا۔

Marfat.com

## سلطان حبش نجاشی کے نام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حبش کے بادشاہ نجاشی کے پاس عمرو بن امیۃ الضمری رض کو بھیجا خط پڑھ کر نجاشی نے اسلام قبول کر لیا۔

## کسریٰ شاہ فارس کے نام

عبداللہ بن حذافہ السہمی رض کو کسریٰ کی طرف روانہ فرمایا۔

## شاہ مصر کے نام

مقوقس عظیم مصر کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ رض کو بھیجا، یہ اسلام نہیں لایا، اس کے بعد سلیط بن عمرو العامری کو ہوذہ بن علی الحنفی کی طرف بھیجا، اور العلاء ابن الحضرمی رض کو منذر بن ساوی سلطان بحرین کی طرف بھیجا، اور عمرو بن العاص رض جیفر اور اس کے بھائی (جو بنو ازد سے تعلق رکھتے تھے) کیطرف بھیجا، غرض! کہ زمین کے اکثر گوشوں میں آپ کا آپ کے دین کا نام مشہور ہو گیا، اور آپ کی دعوت پہنچ گئی، اور تمام رئیسوں اور سرداروں کے لئے سوچنے اور غور کرنے کا وقت آ گیا، اور بڑی حد تک جزیرہ عرب میں اسلام شائع اور مقبول ہو گیا۔

## غزوۂ تبوک

۹ سنہ میں آپ نے حکم دیا کہ روم کی حکومت کے خلاف غزوہ کیا جائے، ان لوگوں نے حضرت زید بن حارثہ رض اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دیا تھا، اس غزوہ کو غزوۃ العسرۃ بھی کہتے ہیں کیونکہ مسلمان اس وقت تنگ حال تھے، علاوہ ازیں ان دنوں کھجور کے باغ پک کر بالکل تیار ہو گئے تھے، جن پر ان کی زندگی کا مدار تھا۔ لوگ چاہتے تھے کہ پہلے کھجور وغیرہ باغوں سے لے لیں پھر تبوک کی طرف نکلیں۔ لیکن آپ نے حکم دیا تو لوگ تیار ہو گئے، اسی غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک تھے، تبوک پہنچے تو سب سے پہلے آپ کے پاس یحنۃ بن رؤیہ صاحب ایلہ آیا اور آپ سے جزیہ دینا قبول کر کے صلح کر لی، پھر اہل جرباء اور اہل اذرح آئے اور جزیہ قبول کر کے صلح کر لی، آپ نے ان کے لئے معاہدہ لکھ دیا۔

اس کے بعد آپ نے حضرت خالد بن الولید رض کو اکیدر دومۃ الجندل بھیجا حضرت خالد رض وہاں پہنچے اور وہاں کے لوگوں کو اسیر و قید کیا۔ پھر جزیہ قبول کر کے آپ نے صلح کی، قریب دس دن آپ نے تبوک میں قیام فرمایا، پھر واپس لوٹے، اس غزوہ کا سارا قصہ سورۂ توبہ کے اندر مذکور ہے۔ یہ آخری غزوہ ہے جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شرکت کی اس کے بعد آپ کسی

Marfat.com

غزوہ میں اپنی ذات سے شریک نہیں ہوئے۔

# قرآن کی تکمیل!

سنہ ۱۰ھ میں حج اکبر کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تین ماہ پہلے یہ آیت آپ پر اتری :-

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۔

آج کے دن میں نے تمھارے لئے تمھارا دین مکمل کردیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کردی، اور میں نے تمھارے لئے اسلام کو از روئے دین پسند کیا۔

## وفات رسولؐ

اواخر صفر سنہ ۱۱ھ میں آپ بیمار ہوئے، بخار نے شدت اختیار کرلی، آپ نے اپنی تمام ازواج سے اجازت چاہی کہ مجھے حضرت عائشہؓ کے مکان پہ وقت گذارنے دو، جب مرض نے شدت اختیار کرلی آپ مسجد میں تشریف لائے اور منبر پہ چڑھ کر فرمانے لگے۔

يَا مَعَاشِرَ الْمُهَاجِرِيْنَ اِسْتَوْصُوْا بِالْاَنْصَارِ خَيْرًا فَاِنَّ النَّاسَ يَزِيْدُوْنَ وَالْاَنْصَارُ عَلٰى هَيْئَتِهَا لَا تَزِيْدُ، وَاِنَّهُمْ كَانُوْا عَيْبَتِيَ الَّتِيْ اَوَيْتُ اِلَيْهَا فَاَحْسِنُوْا اِلٰى مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُسِيْئِهِمْ۔
(محاضرات الخضری بک صفحہ ۱۵۷ ج ۱)

اے گروہ مہاجرین میں انصار کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ مہاجرین آگے بڑھ رہے ہیں، اور انصار اپنی حالت پر ہیں نہیں بڑھ رہے ہیں یہی لوگ تھے جن میں آکر میں نے پناہ لی تھی، انکے بھلائی کرنیوالوں کے ساتھ بھلائی کرنا۔ اور برائی کرنے والوں سے در گذر کرنا۔

اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں چنانچہ جب تک آپ بیمار رہے حضرت ابوبکرؓ ہی نماز پڑھاتے رہے، پیر کا دن تھا بارہ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ میں آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ کی وفات کا اعلان کیا، اور تمام صحابہؓ وغیرہ جمع تھے خطاب کرکے فرمایا۔

اَيُّهَا النَّاسُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ (محاضرات صفحہ ۱۵۸ ج ۱)

لوگو! جو شخص محمد کی عبادت کیا کرتا تھا تو محمد تو وفات کر گئے، اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ زندہ ہے، مرنے والا نہیں ہے۔

اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت کی:۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْہِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیْئًا وَسَیَجْزِی الشّٰکِرِیْنَ ۝

(آل عمران ع ۱۰)

اور محمد اس سے بڑھ کر اور کیا ہیں کہ ایک رسول ہیں اور بس۔ ان سے پہلے اور بھی رسول ہو گذرے ہیں، پس اگر یہ مرجائیں یا مارے جائیں تو کیا تم اپنے الٹے پیروں پر لوٹ جاؤ گے اور جو اپنے الٹے پاؤں لوٹ جائیگا تو وہ خدا کا تو کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا اور جو لوگ شکر کرتے ہیں ان کو خدا عنقریب جزائے خیر دے گا۔

غرض! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا نظام انسانیت جو ایک فطری نظام ہے، آسمانی دستور العمل ہے پیش فرمایا، جو سراسر عدل وانصاف پر مبنی ہے، خدا پرستی، خدا ترسی کا معیار بہت بلند اور اونچا کر دیا۔ دنیا وآخرت مبدا ومعاد کا نظام ایسا کامل واکمل کر دیا کہ اس سے پہلے کبھی قائم نہ ہو سکا تھا، فطرت نوع انسانی کو بہت بلند کر دیا۔ رب صل وسلم وبارک علیہ وعلی آلہ واصحابہ وعلی من تبعہ الی یوم الدین آمین۔

# خلافت صدیقی رض

**بیعت خلافت:۔** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس فطری نظام، اور آسمانی دستور کے چلانے کے لئے بڑے بڑے اور جمہور مسلمانوں نے حضرت ابوبکر صدیق رض کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی، حضرت صدیق رض بیعت کے بعد کھڑے ہوئے اور یہ خطبہ فرمایا:۔

اَیُّھَا النَّاسُ! قَدْ وُلِّیْتُ عَلَیْکُمْ وَلَسْتُ بِخَیْرِکُمْ۔ فَاِنْ اَحْسَنْتُ فَاَعِیْنُوْنِیْ وَاِنْ صَدَقْتُ فَقَوِّمُوْنِیْ اَلصِّدْقُ اَمَانَۃٌ وَالْکِذْبُ خِیَانَۃٌ۔ وَالضَّعِیْفُ فِیْکُمْ قَوِیٌّ عِنْدِیْ حَتّٰی اٰخُذَ لَہٗ حَقَّہٗ۔ وَالْقَوِیُّ فِیْکُمْ ضَعِیْفٌ عِنْدِیْ حَتّٰی اٰخُذَ الْحَقَّ مِنْہُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ۔ لَا یَدَعُ اَحَدٌ مِّنْکُمُ الْجِہَادَ فَاِنَّہٗ لَا یَدَعُہٗ قَوْمٌ اِلَّا ضَرَبَھُمُ

لوگو! مجھے تمہارا امیر وحاکم بنایا گیا ہے اور میں تم میں بہتر نہیں ہوں، اگر میں اچھا کروں میری مدد کرو، اگر میں سچا کروں تو میری توجہ مضبوط کرو، کیونکہ صدق ایک امانت ہے اور جھوٹ خیانت، اور جو تم میں ضعیف ہیں میرے نزدیک قوی ہیں، تاآنکہ میں انکا حق لوں گا۔ اور جو تم میں قوی ہے وہ میرے نزدیک ضعیف ہے، اور واللہ میں اس سے حق لوں گا تم میں سے کوئی جہاد ترک نہ کرے کیونکہ جو جہاد ترک کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل وخوار کر دیتا ہے

Marfat.com

اللّٰهُ بِالَّذِیْ اَطِیْعُوْنِیْ مَا اَطَعْتُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِذَا عَصَیْتُ اللّٰهَ فَلَا طَاعَةَ لِیْ عَلَیْکُمْ قُوْمُوْا اِلٰی صَلٰوتِکُمْ یَرْحَمُکُمُ اللّٰهُ ۔ (محاضرات محمد خضری بک صفہ!)

میری پیروی اس وقت تک کرو کہ میں اللہ اور اسکے رسول کی پیروی کروں، جب میں اللہ کی نافرمانی کروں تو میری پیروی تم پر ضروری نہیں۔ اب نماز کیلئے کھڑے ہو جاؤ، خدا تم پر رحم فرمائے۔

اس وقت سے عام دستور ہو گیا ہے خلفاء بیعت کے بعد کھڑے ہو کر قوم وملت کے سامنے اپنے طریق کار کی وضاحت کریں۔ آج تک یہ دستور چلا آتا ہے۔

## عزیمت و سختی اور رفق و نرمی !

ہر کام کے لیئے دو چیزوں کی سخت ضرورت ہے، عزیمت، اور رفق و نرمی، عزیمت کے یہ معنی ہیں کہ جس کام کو اٹھائے پوری ہمت سے اسے پورا کرے، اور ہمت ایسی ہو کہ

ع ۔ یا جاں رسد بہ جاناں ۔ یا جاں زتن بر آید

رفق و نرمی کے یہ معنی ہیں کہ رحمدلی ایسی ہو کہ کسی کی معمولی سی معمولی تکلیف بھی گوارا نہ کرے۔ حضرت صدیق رض میں یہ دونوں صفات موجود تھیں، اور بدرجہ اتم موجود تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سارے عرب میں فتنہ ارتداد کھڑا ہو گیا۔ دو قسم کے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے، ایک وہ جو زکوٰۃ کا انکار کرتے تھے، دوسرے وہ جو سرے سے اسلام ترک کر بیٹھے تھے، اسلام ترک کرنے والوں میں اسود عنسی، مسیلمہ کذاب اور سجاح بھی تھی، حضرت ابوبکر صدیق رض کی عزیمت و ہمت تھی جو اس وقت اسلام کو بچا لیا۔ گیارہ سرداروں کو مختلف جہات میں جو روانہ کر دئے۔

(۱) خالد بن الولید رض کو طلیحہ بن خویلد اسدی کی طرف بھیجا جو بزاخہ میں تھا، یہاں سے فراغت کے بعد مالک بن نویرہ کی طرف بطاح روانہ ہوئے (۲) عکرمہ رض بن ابی جہل کو یمامہ کی طرف مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لئے بھیجا (۳) ان کے پیچھے پیچھے شرجیل بن حسنہ رض کو روانہ کیا۔ (۴) مہاجر بن ابی امیہ رض کو اسود عنسی کی فوج کی سرکوبی کے لئے صنعاء وغیرہ روانہ کیا۔ (۵) حذیفہ بن محصن کو عمان کی طرف روانہ کیا (۶) عرفجہ بن ہرثمہ کو اہل مہرہ کی طرف بھیجا (۷) سوید بن مقرن کو تہامہ اور یمن کی طرف بھیجا (۸) علاء بن حضرمی کو بحرین کی طرف روانہ کیا (۹) طریفہ بن حاجز کو بنی سلیم اور بنی ہوازن کی طرف بھیجا (۱۰) عمرو بن العاص کو قضاعہ کی طرف روانہ کیا (۱۱) خالد بن سعید کو مشارف شام کی طرف روانہ کیا۔

Marfat.com

اس وقت جو عزیمت وہمت حضرت صدیق رضؓ نے دکھائی بڑے بڑے ابطال بھی پیش نہیں کر سکے، کوئی مشکل۔ کوئی دشواری آپ کی عزیمت وہمت کو توڑ نہ سکی، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سارا جزیرۂ عرب ارتداد کی آگ سے مشتعل ہو چکا تھا، بڑے بڑے لوگ اس آگ سے متاثر تھے، اور ہمت توڑ بیٹھے تھے، حضرت صدیق اکبرؓ کی عزیمت وقوت تھی کہ اس فتنہ کا خاتمہ کر دیا، اور تھوڑے سے تھوڑے وقت میں اس کا خاتمہ کر دیا، حضرت صدیق رضؓ ہی کی عزیمت وقوت تھی جس نے اسلام کو بچا لیا۔ اور ایک معجزہ کا کام کیا۔

دوسری صفت رقتِ قلب رفق ونرمی، آپ اس قدر رقیق القلب تھے کہ دیکھنے اور سننے والے حیرت کرتے تھے۔ خلافت سے قبل کسی بوڑھیا کی بکریاں دوہ دیا کرتے تھے۔ خلافت کے بعد آپ اس کے گھر کے سامنے سے گذرے، بڑھیا کی ایک چھوٹی لڑکی باہر کھیل رہی تھی، ہنس کر کہنے لگی، اب تو یہ خلیفہ ہو گئے ہیں، اب ہماری بکریاں نہیں دوہیں گے، حضرت صدیق رضؓ نے فرمایا نہیں نہیں اب بھی میں تمہاری بکریاں دودھ دیا کروں گا۔ چنانچہ آپ نے اس کی پابندی اس طرح کی کہ پورے دورِ خلافت میں اس کی بکریاں دودھ دیا کرتے تھے، آپکی رقتِ قلب رفق ونرمی کے واقعات سے کتب سیر، وتاریخ پُر ہیں۔ اگر یہ واقعات جمع کئے جائیں تو بڑی بڑی جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔

Marfat.com

## اہلِ ارتداد کے نام آپ کا منشورِ عام

حضرت صدیق اکبرؓ نے جب افواج کی تعیین کر دی۔ لشکر کے سپہ سالاروں اور مختلف جہات پر مختلف فوجوں کا تقرر کر چکے تو پھر آپ نے عرب کے مرتد لوگوں کے نام ایک منشور لکھا۔ اور لشکر وافواج کو روانہ کرنے سے پہلے بھیج دیا۔

حمد وصلوٰۃ اور ذکرِ رسالت کے بعد فرمایا:۔

وَقَدْ بَلَغَنِیْ رُجُوْعُ مَنْ رَجَعَ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ بَعْدَ اَنْ اَقَرَّ بِالْاِسْلَامِ وَعَمِلَ بِهٖ اِغْتِرَارًا بِاللّٰهِ وَجَهَالَةً بِاَمْرِهٖ وَاِجَابَةً لِلشَّيْطَانِ قَالَ اللّٰهُ تعالیٰ

جو لوگ تم میں اپنے دین سے پھر گئے انکا حال مجھے معلوم ہے۔ انہوں نے زبان سے اسلام کا اقرار کیا ہے وہ خدا کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اور اسلام کی حقیقت سے جاہل ہیں، شیطان کی آواز کو قبول کرتے ہیں

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا إِلَّآ إِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهٖ ؕ أَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗ أَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝ وَقَالَ - إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ إِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيْرِ ۝ وَإِنِّيْ بَعَثْتُ إِلَيْكُمْ فُلَانًا فِيْ جَيْشٍ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ وَالتَّابِعِيْنَ بِإِحْسَانٍ وَأَمَرْتُهٗ أَنْ لَا يُقَاتِلَ أَحَدًا۔ وَلَا يَقْتُلَهٗ حَتّٰى يَدْعُوَهٗ إِلٰى دَاعِيَةِ اللّٰهِ فَمَنِ اسْتَجَابَ لَهٗ وَأَقَرَّ وَعَمِلَ صَالِحًا قُبِلَ مِنْهُ وَأَعَانَهٗ عَلَيْهِ وَمَنْ أَبٰى أَمَرْتُ أَنْ يُقَاتِلَهٗ عَلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ لَا يُبْقِيَ عَلٰى أَحَدٍ مِنْهُمْ قَدَرَ عَلَيْهِ أَنْ يُحَرِّقَهُمْ بِالنَّارِ وَيَقْتُلَهُمْ كُلَّ قِتْلَةٍ وَأَنْ يَسْبِيَ النِّسَاءَ وَالذَّرَارِيَ وَلَا يَقْبَلَ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا الْإِسْلَامَ فَمَنِ اتَّبَعَهٗ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَمَنْ تَرَكَهٗ فَلَنْ يُعْجِزَ اللّٰهَ وَقَدْ أَمَرْتُ رَسُوْلِيْ أَنْ يَقْرَأَ كِتَابِيْ فِيْ كُلِّ مَجْمَعٍ لَكُمْ وَالدَّاعِيَةُ الْأَذَانُ فَإِذَا أَذَّنَ الْمُسْلِمُوْنَ فَأَذَّنُوْا كُفَّ عَنْهُمْ وَإِنْ أَقَرُّوْا قُبِلَ مِنْهُمْ وَحَمَلَهُمْ عَلٰى مَا يَنْبَغِيْ ۔

(محاضرات خضری ص ۱۷۵-۱۷۶ ج ۱)

اور اس پر عمل کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، جب ہم نے فرشتوں کو کہا تم آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ایک ابلیس کہ وہ جنوں میں سے تھا تو اس نے اپنے پروردگار کے حکم کو ٹھکرا دیا تو کیا مجھے چھوڑ کر تم نے اسے اور اسکی ذریت کو اپنا حاکم بنالیا ہے اور حال یہ ہے کہ وہ تمہارا دشمن ہے، اور ظالموں کا بدلہ بہت ہی برا ہے، اور خدا کا ارشاد ہے شیطان تمہارا دشمن ہے اسے دشمن بنائے رہو، اس کا گروہ تو لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتا ہے کہ سب کے سب تم جہنمی ہو کر رہ جاؤ، میں نے فلاں کو مہاجرین و انصار اور تابعیوں کو لشکر کے ہمراہ بھیجا ہے اور انہیں حکم دیا ہے وہ اس وقت تک کسی سے جنگ نہ کریں جب تک اللہ کے دین کی دعوت اس تک نہ پہنچا دیوے، جو دعوت کو قبول کریگا اور دین کا اقرار کریگا اور ارتداد سے باز آجائیگا اور عمل صالح کریگا تو وہ اسے قبول کریگا اور اس پر اعانت کریگا، اور جو اس سے انکار کریگا تو میں نے حکم دیا ہے کہ اسکو قتل کردیوے، اور جس پر بھی قدرت پائے اور یہ کہ وہ انہیں آگ سے جلا دیوے اور پوری قوت سے ان لوگوں کو قتل کردیوے، اور انکی عورتوں اور بچوں کو غلام بنائے اور اسلام کے سوا کوئی چیز ان سے قبول نہ کرے، پس جو شخص اسکی اتباع کریگا تو اس کیلئے یہ خیر اور بہتری موجود ہے اور جو اسے چھوڑ دیگا تو سمجھنا چاہئے کہ خدا کوئی عاجز نہیں، اور میں نے اپنے قاصد کو حکم دیا ہے کہ مجمع میں وہ میرا منشور پڑھ کر تمام کو سنادے اور دعوت یہ ہے اذان پکاریں، جب مسلمان اذان کہیں تو یہ لوگ بھی اذان کہیں، ان سے

Marfat.com

جنگ روک لی جائیگی اگر اس دعوت کا اقرار کرینگے تو
یہ اسے قبول کر لیگا اور پھر جو اُن کے حق میں مناسب ہو
گا وہ کرے گا۔

یہ منشور ہے کہ لشکر سے پہلے روانہ کر دیا، اور یہ تاریخ اسلام میں پہلا منشور ہے جو اجتماعات میں عام لوگوں کے سامنے پڑھ کر سنایا گیا، اور خاص و عام تمام کو خلیفہ اسلام کا نظریہ معلوم کرنے کا موقع دیا۔

اور اس کے قریب قریب ایک معاہدہ لکھا گیا جو قائدین سے کیا جائے، اور عہد نامہ میں خلیفہ ابو بکر صدیقؓ کا نام لکھا گیا، ان کی جانب سے یہ معاہدہ کیا جائے۔

بنو تمیم اور مالک ابن نویرہ، بنو حنیفہ، اور مسیلمہ، یمن۔ اسود العنسی، سجاح وغیرہ تمام ارتداد کی زد میں آگئے تھے، مسیلمہ، اسود العنسی اور سجاح تو دعوٰے نبوت کر کے بیٹھ گئے۔

حضرت صدیقؓ کی حسن تدبیری تھی کہ سارے عرب کو چند روز میں قابو میں کر لیا۔ اس وقت اسلام اس کشتی کی مانند تھا جو دریا میں طوفان کی زد میں آگئی ہو، اگر طوفان سے بچ کر کنارے لگ گئی تو کشتی والے ہمیشہ زندہ رہ گئے، اور اگر کشتی ڈوب گئی تو ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئے، غرض چند روز میں فتنۂ ارتداد کا نام و نشان تک نہ رہا۔ اور سارے کے سارے پکے مسلمان ہو گئے، ارتداد سے توبہ کر لی۔

## ایران و روم

عرب کے پڑوس میں دو بڑی سلطنتیں ایران اور روم کی موجود تھیں، انھیں کی سیادت و سرداری میں عرب رہا کرتے تھے، کبھی ایک غالب رہتا کبھی دوسرا، حکومت ایران جن کا دارالسلطنت مدائن تھا، اس کو کسریٰ کہا جاتا تھا، اور حکومت روم جس کا دارالسلطنت روم تھا بہت بڑی سلطنت تھی، مصر، سوریا اس کے ماتحت تھا، آخر میں یہ سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی، ایک کا دارالسلطنت قسطنطنیہ رہا اور دوسرے حصہ کا روم رہا۔

جب حضرت صدیق اکبرؓ اہل ارتداد سے نمٹ گئے، تو آپ نے حضرت خالد بن الولیدؓ کو حکم دیا، ایران اور ہندوستان پر حملہ کریں اور ابلہ سے اس کا آغاز ہو، اور عیاض بن غنمؓ کو حکم دیا کہ شمال کی جانب سے ایران پر حملہ کریں۔

Marfat.com

چنانچہ حضرت خالد بن الولیدؓ نے ہرمز کو سب سے پہلے خط لکھا، دیکھنا یہ ہے کہ خط کس قدر اثر انداز ہے اور اسلام کا مطمح نظر کیا ہے؛ حمد و صلوٰۃ کے بعد لکھتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| اَمَّا بَعْدُ فَاَسْلِمْ تَسْلَمْ اَوِ اعْتَقِدْ لِنَفْسِكَ وَقَوْمِكَ الذِّمَّةَ وَاَقْرِرْ بِالْجِزْيَةِ وَاِلَّا فَلَا تَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَكَ فَقَدْ جِئْتُكَ بِقَوْمٍ يُحِبُّوْنَ الْمَوْتَ كَمَا تُحِبُّوْنَ الْحَيَاةَ۔ (محاضرات محمد الخضری بک صفحہ ١٨٤ ج ١) | امابعد، اسلام قبول کر لو، سلامت رہو گے، اور اپنے لئے اور اپنی قوم کے لئے ذمہ کا معاہدہ کر لو، اور جزیہ کا اقرار کر لو، وگرنہ اپنی جان کے سوا کسی کو ملامت نہ کرنا، میں تمہارے مقابلہ کے لئے ایسے لوگ لایا ہوں کہ وہ موت کو ایسا ہی پسند کرتے ہیں جیسا تم زندگی کو پسند کرتے ہو۔ |

اس کے بعد حضرت خالد بن الولیدؓ نے ایران کے دوسرے فرمانرواؤں کے نام خطوط روانہ کئے اس میں بھی وہی انداز ہے، اور اسلام کی حقیقی روح پائی جاتی ہے، ایک خط میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ تمھیں ایسی قوم سے پالا پڑا ہے کہ

| | |
|---|---|
| يُحِبُّوْنَ الْمَوْتَ كَمَا تُحِبُّوْنَ الْحَيَاةَ۔ (محاضرات صفحہ ١٨٧ ج ١) | کہ وہ موت کو ایسا ہی پسند کرتے ہیں جیسا تم زندگی کو پسند کرتے ہو۔ |

## دوسرا خط

| | |
|---|---|
| اَمَّا بَعْدُ فَاَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا وَاِلَّا فَاعْتَقِدُوْا مِنِّيَ الذِّمَّةَ وَاَدُّوا الْجِزْيَةَ فَقَدْ جِئْتُكُمْ بِقَوْمٍ يُحِبُّوْنَ الْمَوْتَ كَمَا تُحِبُّوْنَ شُرْبَ الْخَمْرِ۔ (محاضرات الخضری بک صفحہ ١٨٧ ج ١) | امابعد۔ اسلام قبول کر لو۔ سلامت رہو، اور اگر نہیں تو مجھ سے جزیہ کا معاہدہ کر لو۔ اور جزیہ ادا کرو، میں ایسے لوگوں کو تمہارے مقابلہ کے لئے لایا ہوں کہ وہ موت کو اسی طرح پسند کرتے ہیں جس طرح تم شراب کو پسند کرتے ہو۔ |

غرض! حضرت خالدؓ ایک برس اور دو مہینے عراق میں جنگ کرتے رہے، اور ١٣ھ تک وہ کام کیا کہ کوئی دوسرا سپہ سالار نہیں کر سکتا، عجمیوں، ایرانیوں سے نہر فرات، اور ابلہ[1] اور فراض تک قبضہ کر لیا، اور شام، عراق اور جزیرہ پر پورا پورا قبضہ اور قابو پا لیا۔ ایرانیوں سے متعدد مرتبہ جنگ ہوئی، لیکن کسی میں پیچھے نہیں پڑے، فاتح بن کر جاتے تھے، لیکن غارتگری اور لوٹ سے قطعاً اجتناب کرتے تھے۔

---

[1] ابلہ ہندوستان پر حملہ کرنیکا اولین مقام ہے، یہیں سے ہندوستان پر حملہ کیا جا سکتا تھا۔ (ابو العلاء)

جب کبھی کسی ملک کو فتح کرتے اس پر دو امیر مقرر کرتے، ایک سیاست کی نگرانی کرتا، دوسرا ذمیوں سے خراج وغیرہ وصول کرتا، سب سے بڑی خوبی آپ میں یہ تھی کہ فلاحین اور کسانوں کے ساتھ آپ کا سلوک نہایت اچھا تھا، اس قدر نرمی اور حسن سلوک سے پیش آتے کہ ایرانیوں کے مقابلہ میں یہ لوگ مسلمانوں کو پسند کرتے، اور اسلامی حکومت کو ایران وعجم کے فرمانرواؤں کے مقابلہ میں ترجیح دیتے۔

جب کبھی دشمنوں کا لشکر دیکھتے، حضرت خالدؓ کے اندر جوش پیدا ہو جاتا، اور اس رئیس سے دو دو باتیں ہونے لگتیں۔

غرض ابلہ اور فراض تک قبضہ کر لیا، اور فارس و ایران کے بڑے حصہ پر اسلام کی حکومت قائم ہو گئی۔

## غزوۂ روم

حضرت صدیق اکبرؓ نے فتح عراق کے لئے حضرت خالد بن الولید کو ۱۲ھ کے اواخر میں روانہ کیا، اس کے بعد حضرت صدیقؓ نے چار قائد مقرر کر دئے جو تمام سے زیادہ امتیازی حیثیت رکھتے تھے، حضرت عمرو بن العاصؓ، یزید بن ابی سفیانؓ، حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ اور شرجیل بن حسنہؓ، اول الذکر تین قائد قریشی ہیں اور آخر الذکر ایک قحطانی، حضرت عمروؓ کو فلسطین کا اور یزید بن ابی سفیانؓ کو دمشق کا، اور حضرت ابو عبیدہؓ کو حمص کا اور حضرت شرجیل کو اردن کا قائد مقرر فرمایا، اور مقررہ راہ سے چھتیس ۳۶ ہزار لشکر لے کر روانہ ہوئے، جب سلطان روم کو اس فوج کا علم ہوا تو اس نے تقریباً ڈھائی لاکھ فوج تیار کی، اور تمام امراء و رؤساء اور سرداروں کو جمع کر کے حملہ کے جواب کے لئے آمادہ کیا۔

ادھر حضرت خالد بن الولیدؓ کو حضرت صدیقؓ نے لکھا کہ عراق پر حضرت مثنیٰ بن حارثہ کو مقرر کر دو اور تم رومیوں کے محاذ پر جاؤ، چنانچہ اٹھ ہزار فوج لے کر حضرت خالد بھی پہنچ گئے۔ اب مسلمانوں کے پاس فوج کل چھیالیس ۴۶ ہزار تھی۔

حضرت خالدؓ پہنچے اور فوج کو اٹھارہ حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اور ہر حصہ پر علیحدہ سالار مقرر کیا، اور ہر حصہ فوج کے لئے ایک واعظ مقرر کیا جو جہاد کی فضیلت وغیرہ پر وعظ کیا کرے، یہ واعظ ان لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر کہتا۔

Marfat.com

| | |
|---|---|
| اَللّٰهَ اَللّٰهَ! اِنَّكُمْ قَادَةُ الْعَرَبِ وَاَنْصَارُ الْاِسْلَامِ وَاِنَّهُمْ زَادَةُ الرُّوْمِ وَاَنْصَارُ الشِّرْكِ اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا يَوْمٌ مِنْ اَيَّامِكَ اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْ نَصْرَكَ عَلٰى عِبَادِكَ۔ (محاضرات الخضری بک ص ۱۹۲/۱) | اللہ، اللہ، تم عرب کے سردار ہو، اور اسلام کے مددگار، اور یہ لوگ روم کے بے انداز لوگ ہیں اور شرک کے مددگار، اے اللہ! تیرے دنوں میں سے ایک دن ہے اے اللہ اپنی نصرت اپنے بندوں پر اتار۔ |

اس جنگ میں عورتوں نے بھی حصہ لیا، اور یہ خطرناک جنگ یرموک کے میدان میں لڑی گئی، اور بڑی خطرناک جنگ کی حیثیت سے لڑی گئی، اور تقریباً تین ہزار مسلمان اس جنگ میں کام آگئے جن میں بڑے بڑے بزرگ صحابہؓ۔ اور بڑے بڑے قائد و شہسوار بھی موجود تھے، بالآخر رومیوں کو شکست ہوئی اور روم کی فوجیں بھاگ نکلیں تو ہرقل نے محسوس کیا کہ اب یہاں ٹھہرنا خطرناک ہے، حمص چھوڑ کر بھاگ نکلا، چلتے وقت حمص کی دیواروں کو خطاب کر کے کہتا ہے:۔

| | |
|---|---|
| سَلَامٌ عَلَيْكِ يَا سُوْرِيَا سَلَامًا لَا لِقَاءَ بَعْدَهُ (محاضرات الخضری بک ص ۱۹۳/۱) | اے سوریا تجھ پر سلام، میرا آخری سلام لے لے کہ اب اسکے بعد تجھ سے ملاقات نہ ہوگی۔ |

اسی اثنا میں حضرت صدیق اکبرؓ نے وفات کی حضرت فاروق اعظمؓ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی، حضرت صدیقؓ کے زمانہ میں ادارۂ اسلامیہ کو چند حصوں میں تقسیم کر دیا تھا، اور ہر حصہ پر اپنا امیر مقرر فرماتے، یہی امیر اقامت نماز، اور قضایا کا فیصلہ کرتا اور یہی امیر حدود بھی قائم کرتا۔

## صدیق اکبرؓ کا ایثار

حضرت صدیقؓ خلافت سے پہلے تجارت کیا کرتے تھے، خلافت کے بعد بھی تقریباً چھ ماہ تجارت کرتے رہے، جب آپ نے دیکھا کہ تجارت اور خلافت دونوں کام انجام نہیں دیئے جا سکتے، کہنے لگے واللہ تجارت، اور لوگوں کی خدمت ناممکن ہے، حضرت عمرؓ اور بعض دیگر صحابہ کرام نے جمع ہو کر روزانہ دو درم مقرر کر دئے، اور موسم حج میں حج و عمرہ کا خرچ اور اس طرح چھ ہزار درم یعنی ۱۲۸ گنی مصری مقرر کر دیا گیا، لیکن آخر دم تک آپ کو یہ درم کھٹکتے تھے، اس لئے آپ نے حکم دیا کہ میرے مرنے کے بعد میری فلاں زمین فروخت کر دینا اور مسلمانوں کے مال میں جمع کرا دینا۔

Marfat.com

آخر ۱۳ھ کو آپ کو بخار ہوا ۱۵ روز آپ بیمار رہے اور ۲۱ جمادی الآخرۃ ۱۳ھ مطابق ۲۲ اگست ۶۳۴ء کو وفات فرمائی۔ اور دو سال تین مہینہ دس دن خلافت کبریٰ کے کام نہایت خلوص و ایثار کے ساتھ انجام دئے، اور ملاء اعلیٰ کو جا سدھارے، اور اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب دفن ہوئے۔

# حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت،

حضرت صدیقؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہوئی، کہ خدائی دستور العمل، فطری آسمانی نظام کو چلائے، بیعت خلافت کے بعد حضرت عمرؓ ممبر پر چڑھے اور چند کلمات کہے، ان کلمات سے آپ کی سیاست کا پورا پتہ چلتا ہے۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا:۔

اِنَّمَا مَثَلُ الْعَرَبِ كَمَثَلِ جَمَلٍ اَنِفٍ اتَّبَعَ قَائِدَهُ فَلْيَنْظُرْ قَائِدُهُ اَيْنَ يَقُوْدُهُ۔ اَمَّا اَنَا فَوَرَبِّ الْكَعْبَةِ لَاَحْمِلَنَّكُمْ عَلَى الطَّرِيْقِ۔

(محاضرات الخضری ص ۱۹۸ ج ۱)

میری مثال جمل انفاس اونٹ جیسی ہے جو ذلیل و خوار بن کر چلتا رہتا ہے اسکی نکیل پکڑ کر جدھرے جانا چاہو لے جاؤ۔ تو اس کے قائد کا فرض ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ کدھر اس کو لے جانا چاہیے۔ تو قسم رب کعبہ کی میں تمہیں سیدھے راستے پر لے جاؤں گا۔

یہ حضرت فاروق اعظمؓ کی سیرت پاک کی طرف بہترین اشارہ ہے، قوم و ملت کی خدمت مسئولیۃ کبریٰ کی انتہائی جوابداری کی، اور امت اسلامیہ کے لئے دستور آسمانی چلانے والے کے لئے فطری نظام کو چلانے والے کی بہترین تعبیر ہے، ایک بہترین قائد کی مسئولیۃ کبریٰ کی بہترین تشریح ہے، کہ یہ امت اسلام کو کسی خطرے میں نہیں گرنے دے گا، بلکہ ان کے لئے وہ راستہ اختیار کرے گا جو سہل و آسان۔ اور خدائی نظام، آسمانی دستور العمل کو پوری قوت سے چلائے گا۔

## عہد فاروقیؓ کی فتوحات

جب حضرت صدیق اکبرؓ نے خالد بن الولیدؓ کو عراق بلایا اور لکھا کہ اس نواح میں مثنیٰ بن حارثہ شیبانی کو حاکم بنا کر تم جلد آؤ۔ اور آدھی فوج ان کے پاس چھوڑ دو اسی اثنار میں

Marfat.com

ایرانی فوجیں پوری طرح منظم ہو چکی تھیں۔ حضرت مثنیٰ رضؓ سپہ سالار اسلام کی طرف اقدام شروع کیا۔ بابل کے قریب جنگ شروع ہوئی اور گھمسان کا رن پڑا۔ ایرانیوں کے پرے کے پرے کاٹ کر رکھ دیئے، بہمن اور اس کا لشکر شکست کھا کر بھاگا۔ اب ایرانی فوجیں مدائن میں جمع ہونا شروع ہوئیں، مگر جو اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں اور موت کو زندگی پر ترجیح دیتے ہیں ان کی زندگی ہی کچھ دوسری ہوتی ہے، حضرت مثنیٰ رضؓ بھی مدائن پہنچ گئے، لیکن ادھر کئی دن سے حضرت صدیق اکبرؓ کا کوئی خط نہیں آیا تھا، ادھر ایرانی فوجیں بے شمار جمع ہو گئی تھیں، جس کا مقابلہ دشوار تھا، آخر بشیر بن الخصاصیہؓ کو اپنا قائم مقام مقرر کیا، اور خود مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہو گئے کہ وہاں کی کچھ خبر نکالیں اور اپنی یہاں کی کیفیت سے مسلمانوں کو آگاہ کریں۔ اہل ردۃ توبہ وندامت کر ہی چکے تھے، مہاجرین کی امداد کے لئے ان کو تیار کر لیا جائے۔ حضرت مثنیٰ رضؓ مدینہ طیبہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت صدیق رضؓ بیمار ہیں۔ حضرت صدیق رضؓ نے حضرت عمر رضؓ کو بلایا، اور کہا میری موت اب قریب ہے، اور مجھے موت کا یقین ہو چکا ہے، میں مر جاؤں تو شام نہ ہونے دینا اپنے ہاتھ بیعت لے لینا، اور مثنیٰ کے ہمراہ لشکر کر دینا، میری موت کی مصیبت میں تم ہرگز مشغول نہ ہونا، اگر تمہارے نزدیک دین کی عظمت اور اللہ کی وصیت کی طرف تمہاری نگاہ ہے تو تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت مجھے دیکھا تھا، کہ میں نے کیا کیا تھا۔ حالانکہ مخلوق کے لئے اس سے بڑی مصیبت کوئی نہیں تھی، اگر تم نے اس بارے میں اللہ اور اللہ کے رسول کی پیروی نہ کی تو ہم ذلیل ہو جائیں گے، اور ہر طرف سے ہر جانب سے دشمن دوڑ پڑیں گے، مدینہ طیبہ شعلہ آتش بن کر رہ جائے گا۔ اگر اللہ تعالےٰ نے امراء شام کو فتح دیوے تو خالد کو اور خالدؓ کے ساتھیوں کو عراق بلا لو، کیونکہ یہ لوگ یہاں کے والی ہیں اور لوگ ان سے مانوس ہیں۔

اسی دن حضرت صدیق رضؓ نے وفات فرمائی، اور خلافت کبریٰ کے لئے حضرت فاروق اعظمؓ عمر بن الخطاب کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ حضرت فاروقؓ نے ایران کی فتح کے لئے بھرتی کرنیکا اعلان کر دیا، اور نہایت تیزی کے ساتھ بھرتی ہو گئی، اور ابوعبیدہ بن جراحؓ کی قیادت میں روانہ ہو گئے، حضرت مثنیٰؓ تمام افواج کے سپہ سالار تھے، اور اس وقت ایران شعلۂ آتش بنا ہوا تھا، مختلف ورثا ملک کی دو چار تھا، تھوڑی سی مدت میں نو حکمران دعویداران سلطنت کھڑے ہوئے اور قتل ہوئے، اب ایرانیوں کے لئے سنبھلنا دشوار تھا، آخر ملکہ بوران جو ایران میں نہایت مقبول تھی، حکمران منتخب ہوئی۔ اور رستم کو شریک ملک بنا کر قائد افواج مقرر کیا۔

Marfat.com

اس سے حالات کچھ درست ہو گئے، اب رستم نے ان دیہاتیوں کے پاس جو مسلمانوں کی حکمرانی میں داخل ہو گئے تھے یہ خبر بھیج دی کہ تم بھی شورش برپا کردو، اسی اثنا میں حضرت مثنیٰ رضؓ حیرہ پہنچے، کچھ آرام کیا۔ فوج کو مرتب کیا، اور ایرانیوں کی تفتیش حالات کر کے آگے بڑھے، معلوم ہوا نمارق میں ایرانیوں کی فوجیں جمع ہیں۔ حضرت مثنیٰ رضؓ اور ابو عبیدہؓ اپنی فوجیں لے کر آگے بڑھے، گھمسان کی جنگ ہوئی، جابان ایرانی افواج کا سپہ سالار گرفتار ہوا، یہ بڑا عیار تھا، مکر و خدع سے مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہتا تھا اس کو کسی مسلمان نے امان دے دی تھی، آخر ابو عبیدہؓ کے پاس بھیج دیا گیا، انہوں نے حالت کا جائزہ لیا اور آخری فیصلہ یہ دیا کہ کسی مسلمان نے اس کو امان دے دی ہے۔

اب دونوں لشکر آمنے سامنے جنگ کرنے لگ گئے گھمسان کی جنگ ہوئی، اور آخر تائید الٰہی نے مسلمانوں کو فتح دی، ایران کا لشکر بھاگ کر ارکسکر پہنچا، یہاں بھی سخت ترین جنگ ہوئی، اور ایرانیوں کو شکست ہوئی، رستم کو معلوم ہوا تو اس نے بہمن جاذویہ کی قیادت میں فوجیں روانہ کیں، اس مرتبہ ایرانیوں نے ہاتھیوں کا مقدمۃ الجیش تیار کیا، عرب لوگ ہاتھیوں کے مقابلہ میں لڑنا نہیں جانتے تھے،

غرض! بہمن نے ابو عبیدہؓ کو خط لکھا کہ تم اس ندی سے اس پار آجاؤ، یا ہم اس پار آجائیں، ابو عبیدہؓ کی رائے یہ تھی کہ ندی عبور نہ کی جائے، لیکن اسلامی لشکر نے جواب دیا۔ ہم سے زیادہ ایرانی موت کے لئے جرأت نہیں کر سکتے، آخر فرات ندی عبور کر کے اس پار پہنچے اور پل جو عبور کے لئے بنایا گیا تھا اسے توڑ دیا، گھمسان کی جنگ ہوئی، مسلمانوں نے دیکھا کہ ہاتھیوں نے بہت اودھم مچا دی ہے، گھوڑوں سے نیچے اتر آئے اور ہاتھیوں کی سونڈیں کاٹنا، اور تلواروں اور نیزوں سے ان کے پیٹ چاک کرنا شروع کر دیا، آخر ایک سفید ہاتھی نے حضرت ابو عبیدہؓ پر حملہ کر دیا جس سے وہ شہید ہوئے، حضرت مثنیٰؓ نے صبر و جہاد کی تلقین کی اور فرات عبور کر کے واپس آ گئے، اور چونکہ پل توڑ دیا گیا تھا، اس لئے مسلمانوں کو فرات عبور کرنا بہت دشوار تھا، لیکن حضرت مثنیٰؓ کی بہادری اور جلادت نے اس وقت بہت مدد کی، حضرت فاروق اعظمؓ کو خبر ہوئی تو انہوں نے تازہ دم فوجیں روانہ کیں، جب فوجیں پہنچ گئیں تو پھر ایرانیوں کے قائد نے حضرت مثنیٰؓ کو لکھا کہ آپ اس دریا کو عبور کر کے ادھر آئیں یا ہم اُدھر آجائیں۔ اور آخری فیصلہ یہ ہوا کہ ایرانی لشکر دریا عبور کر کے اس پار آ گیا، اور دونوں لشکروں میں جنگ شروع ہو گئی، مسلمانوں نے اس بہادری سے

Marfat.com

کام کیا کہ ایرانیوں کے چھکے چھوٹ گئے، قریب ایک لاکھ ایرانی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے، اور چند بوڑھوں کے سوا تمام قتل کر دیئے گئے، اب ایرانیوں نے کچھ سنبھل کر دوسری جنگ کی تیاری کرلی۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے چار ہزار فوج اور روانہ کردی، اب کل آٹھ ہزار فوج سے ایرانیوں کا مقابلہ تھا، حضرت مثنیٰؓ بھی زخم کی وجہ سے انتقال کر گئے، اب اسلامی افواج کے سپہ سالار سعد بن ابی وقاصؓ تھے، حضرت سعدؓ اسلامی لشکر لے کر قادسیہ پہنچے، یہاں فوج کی جانچ کی گئی تو کل تیس ہزار فوج تھی، اور دشمنوں کی ٹڈی دل فوج کا مقابلہ تھا، حضرت سعدؓ نے حضرت فاروق اعظمؓ کو خطرات کی خبر دی، حضرت فاروق اعظمؓ نے لکھ بھیجا کہ اللہ تعالےٰ سے مدد مانگو، اور اسی پر بھروسہ کرو اور جنگ سے پہلے چند ہشیار آدمیوں کو دعوت اسلام لے کر بھیجو، ممکن ہے تمہاری دعوت، اور دعا ان کی تذلیل و توہین کا موجب بن جائے، چنانچہ حضرت سعدؓ نے وفد بھیجا، وفد ناکام واپس پھرا، ایک ٹوکرا منگوا کر اس میں مٹی بھر کے اسلامی وفد کے سر پر رکھ دیا کہ یہ لو تم ہماری سرزمین لینا چاہتے ہو تو یہ لے جاؤ، حضرت عمرو بن العاصؓ آگے بڑھے، اور کہا یہ ٹوکرا میرے کندھوں پر رکھ دو، میں ان کا سردار ہوں، اور اس نے وفد سے کہا، تمہارے مقابلہ کے لئے میں رستم کو بھیجتا ہوں وہ تمہیں قادسیہ کی خندق میں دفن کریگا۔ وفد واپس لوٹا اور ٹوکرا پیش کیا اور کہا، واللہ! یہ ملک کی کنجیاں ہیں، گو یزدجرد نے اسلامی وفد کے ساتھ سلوک اچھا نہیں کیا، لیکن وفد کا کافی اثر پڑا، اسلامی جرأت و جلالت اس پر کافی سے زیادہ اثر انداز ہوئی، تا آنکہ رستم بھی جنگ سے پہلے جان بچانے کی فکر میں لگ گیا، مگر لاچار تھا، یزدجرد نے اسے مجبور کردیا کہ لڑائی لڑنی ہوگی، ادھر مسلمانوں نے کہا تین باتوں میں سے ایک قبول کرلو، اسلام قبول کرلو، یا جزیہ دے کر ہمارے تابع ہو جاؤ، یا پھر ہمارے تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی، رستم مجبور ہو گیا، اور لڑائی شروع کردی، تین دن لڑائی ہوتی رہی کوئی نتیجہ نہ نکلا، چوتھے دن اسلامی لشکر بڑے جوش و خروش اور بہادری سے نکلا، اور مرنے ہی کے لئے نکلا، کہ کوئی موت سے ڈرتا ہی نہیں تھا، اور ظاہر ہے کہ ایک مرنے والا سو پر بھاری ہوا کرتا ہے، اس دن ایرانیوں کے لشکر میں رخنے پڑنے لگے، رستم مارا گیا اور ایرانیوں کے لشکر میں بھگدڑ پیدا ہو گئی، مسلمانوں نے پوری طرح ان کا تعاقب کیا، بے شمار ایرانی مارے گئے، مال غنیمت اس قدر ہاتھ لگا جس کا حساب نہیں، اس شکست کے بعد ایرانیوں کا سنبھلنا مشکل تھا، نہ سلطنت رہی نہ دار السلطنت رہا، قادسیہ کا انجام وہی ہوا جو یرموک میں رومیوں کا ہوا تھا، ۱۴ھ کا واقعہ ہے اس دن سے اسلام کا ستارہ چمکنے لگا، اور ایرانیوں کا ستارہ

ڈوبنے لگا، اکثر بڑے بڑے شہر مثلاً بابل اور موصل، حلوان، تکریت، قرقیسیا، اور جزیرہ کے اکثر شہروں پر اسلام کا قبضہ ہوگیا، آخر یہ کہ مدائن جس میں ایوان کسریٰ تھا مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا مال و دولت اس قدر ہاتھ لگی جس کا اندازہ مشکل ہے، حضرت سعد بن وقاص نے اس مال میں سے خمس الگ کرلیا، اور باقی سارا مال اسلامی لشکر پر تقسیم کردیا، تاج کسریٰ، اور کسریٰ کے اسلحہ وہتھیار اس کا لباس، اور فرش وفروش حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھیج دیا، تاکہ مدینہ منورہ کے مسلمان دیکھیں، اور اس زبردست فتح پر خدا کا شکر بجالائیں، اب سارا ایران اسلام کے قبضے میں ہے جزیرہ، ردمیہ کرمان، آذربائیجان، ہمدان اصبہان، خراسان، طبرستان، رے، وغیرہ پر اسلامی پرچم لہرانے لگا، اس سارے ملک پر حضرت سعدؓ کی حکومت تھی، انھیں کو اس ملک کا عامل مقرر کیا گیا اور کوفہ کو اس کا مرکز بنایا۔

# فتوحات بلاد رُوم

یرموک کا واقعہ خلافت فاروقی میں انجام کو پہنچا، عہد صدیقیؓ میں یرموک پر حملہ ہوا، حملہ کے دوران میں حضرت صدیقؓ کی وفات، اور حضرت عمرؓ کی خلافت کی خبر پہنچی، حضرت عمرؓ کا فرمان پہنچا کہ ابی عبیدہ بن الجراح کی قیادت میں کام کریں، مسلمان کس طرح اور کیونکر لڑے اور کیسی خطرناک جنگ کو فتح کیا تاآنکہ یرموک کو فتح کرلیا، اور آگے بڑھتے ہی چلے گئے، تاآنکہ فحل، اردن وغیرہ پر قبضہ کرلیا، اس وقت سپہ سالار اعظم حضرت خالد بن الولیدؓ تھے، یرموک کے میدان میں بڑی جنگ ہوئی، اور بالآخر رومیوں کو شکست فاش ہوئی، ۱۳ھ ماہ ذی قعدہ میں جبکہ حضرت فاروق اعظمؓ کی خلافت کو چھ ماہ ہوچکے تھے، یرموک کو مسلمانوں نے پوری طرح فتح کرلیا۔

یرموک کی فتح رومی حکومت کا خاتمہ تھا، ۱۶ھ میں حضرت عمر بن الخطابؓ بغرض صلح شام تشریف لے گئے، اور اہل بیت المقدس سے صلح کرلی، اس کے بعد حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو مصر پر حملہ کرنے کی ترغیب دی، حضرت عمرؓ کو مصر پر حملہ کرنے میں کچھ پس وپیش تھا، لیکن حضرت عمرو بن العاصؓ برابر انہیں ترغیب دلاتے رہتے تھے، اور کہتے رہتے کہ اے امیرالمومنینؓ اگر مصر آپ نے فتح کرلیا تو سمجھئے مسلمانوں کی قوت وطاقت میں بہت کچھ اضافہ ہوجائیگا، مال و دولت اس قدر ہاتھ لگے گی کہ حد شمار سے باہر ہوگی، اور کوئی طاقت پھر مسلمانوں کے مقابلہ میں ابھر نہیں سکے گی، بالآخر حضرت عمر بن الخطابؓ نے چار ہزار بہادر ان کے ساتھ

Marfat.com

کردیئے، اور کہا تم جاؤ۔ اور میں خدا کی جناب میں استخارہ کروں گا، میرا خط تمہیں جلد سے جلد مل جائے گا اگر زمین مصر میں داخل ہونے سے پیشتر میرا خط تمہیں ملے تو تم واپس لوٹ جانا، اور اگر زمین مصر میں داخل ہو چکے ہو تو تم مصر پر حملہ کر دینا، اور اللہ تعالیٰ کی جناب سے استعانت وامداد طلب کرنا اور اسی سے مدد مانگنا۔

حضرت عمرو بن العاصؓ معہ اپنے ساتھیوں کے فراعنہ مصر کی زمین کی طرف بڑھتے چلے گئے، یہاں تک کہ سرخ (اور فتح) پہنچے، حضرت عمر بن الخطابؓ کا فرمان پہنچا، لیکن یہ ڈر تھا کہ خط میں کہیں واپسی کا حکم نہ دیا ہو، عریش کے قریب پہنچتے ہی حکم دیا کہ جلد آگے بڑھو عریش پہنچکر حضرت عمر بن الخطابؓ کا خط کھولا، اور مسلمانوں کو پڑھ کر سنایا، اس میں وہی لکھا تھا جو پہلے آپ کہہ چکے تھے۔

حضرت عمرو بن عاصؓ نے پوچھا آج ہم کہاں ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا عریش مقام پر، کہا یہ شام کی زمین ہے یا مصر کی؟ انھوں نے کہا مصر کی، بہت خوش ہوئے اور کہا چلے چلو، بڑھے چلو خدا کی برکت اترے گی۔ فرما تک پہنچے، یہاں رومیوں کے دستوں نے مزاحمت کی، پورے ایک مہینہ تک یہ مزاحمت جاری رہی، اور بالآخر مسلمانوں نے اسے فتح کر لیا،

اب حضرت عمرو بن العاصؓ نے محسوس کیا کہ رومیوں کی فوج بہت زیادہ ہے اور منظم ہے حضرت عمر بن الخطابؓ سے امداد کی درخواست کی اور فوج کو آہستہ آہستہ چلنے کا حکم دیا کہ مرکز سے حضرت عمر بن الخطابؓ کی کمک آجائے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ کے پاس چار ہزار فوج تھی، چار ہزار دوسری فوج حضرت عمر بن الخطابؓ نے بھیجی، حضرت عمروؓ ام دنین تک پہنچ چکے تھے، مسلمانوں نے حملہ کر کے ام دنین کے مضبوط قلعے پر بھی قابو پا لیا، اس کے بعد مجاہدین اسلام قلعہ بابلیون کی طرف بڑھے حضرت عمرو بن الخطابؓ نے چار ہزار فوج اور بھیجدی، اب کل بارہ ۱۲ ہزار فوج ہو گئی، ادھر پرے کے پرے لگے ہوئے ہیں، اور پوری طرح منظم ہے، اور پھر رومیوں نے قلعہ کے باہر خندق کھود دی تھی، اور پھر لوہے کے کانٹوں سے اسے گھیر لیا تھا، حضرت عمرو بن العاصؓ نے منجنیق (گوپھن) لگا دی جو قلعہ پر پتھر پھینکا کرتی تھیں، لیکن باوجود اس کے وہاں کوئی اثر نہیں ہونے پاتا تھا، حضرت زبیر بن العوامؓ کھڑے ہوئے، اور کہنے لگے میں اپنی جان خدا کے لئے وقف کرتا ہوں، ممکن ہے اس طرح خدا مسلمانوں کو فتح دیدے، انہوں نے ایک سیڑھی تیار کی قلعہ کی ایک جانب ٹیک دی، اور کہا جب میں اوپر جا کر نعرۂ تکبیر بلند کروں تو جواب میں تمام مجاہدین بھی نعرۂ تکبیر بلند کریں، یہ کہہ کر حضرت زبیر بن العوامؓ

Marfat.com

قلعہ پر تھے، ہاتھ میں تلوار بھی نعرۂ تکبیر بلند کیا، لوگ سیڑھی کے ارد گرد جمع ہو گئے، نعرۂ تکبیر سے قلعہ والوں کو یہ یقین ہو گیا کہ عرب ہجوم کر کے آ گئے ہیں، جو لوگ قلعہ میں تھے ادھر ادھر اور کچھ سیڑھی کی طرف دوڑ پڑے، اور اس پر قبضہ کر لیا، حضرت زبیر بن العوامؓ اور کچھ مسلمان اس میں محصور ہو گئے، اب مقوقس نے اشارہ کیا کہ وقت صلح کا ہے ایسی شرائط پیش کرو جو دونوں کے حق میں قابل قبول ہوں، حضرت عمرو بن العاصؓ سے کہلوایا تم اپنے نمائندے بھیج دو، انہوں نے دس آدمی تیار کئے جس میں حضرت عبادہ بن صامتؓ بھی تھے، یہ کالے رنگ کے لمبے تڑنگے تھے، حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا بات چیت یہی کریں گے، اور ان کو کہہ دیا تین چیزوں میں جو منظور کریں اسے قبول کرو، اسلام قبول کر لیں، یا پھر جزیہ دینا منظور کر لیں، یا پھر تلوار جو فیصلہ کرے، چنانچہ وفد کشتی میں سوار ہو کر مقوقس کے پاس پہنچا، حضرت عبادہؓ گفتگو کے لئے آگے بڑھے، مقوقس نے کہا۔

نَحُّوا عَنِّیْ یَا اَسْوَدُ۔ وَ قَدِّمُوْا غَیْرَہٗ لِیُکَلِّمَنِیْ فَاِنِّیْ اَہَابُ سَوَادَہٗ۔

اے کالے کلوٹے مجھ سے دور رہ، اور وفد سے کہا کہ دوسرے کو میرے پاس پیش کرو کہ وہ گفتگو کرے، کیونکہ میں اس کی سیاہی سے ڈرتا ہوں۔

(تاریخ اسلام)

وفد کے اراکین نے کہا۔

اِنَّ ہٰذَا الْاَسْوَدَ اَفْضَلُنَا رَاْیًا وَ عِلْمًا وَ ہُوَ سَیِّدُنَا وَخَیْرُنَا وَالْمُتَقَدِّمُ فِیْنَا وَاِنَّا نَرْجِعُ جَمِیْعًا اِلٰی قَوْلِہٖ۔

یہ کالا ہم میں سب سے بہتر رائے رکھتا ہے اور صاحب علم بھی ہے، یہ ہمارا سردار، اور ہم میں سب سے بہتر ہے، ہمارا پیشوا ہے اور ہم سب اس کی بات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

(تاریخ اسلام رزق اللہ ص ۱۷)

مقوقس نے کہا اچھا آگے آؤ بات چیت کرو، لیکن ذرا آہستہ بات کرنا میں تمہاری سیاہی سے ڈرتا ہوں، اگر تم بات چیت سخت کرو گے تو میں ڈر جاؤں گا، حضرت عبادہؓ آگے بڑھے، اور جواب دیا میں ایک ہزار آدمی ایسے چھوڑ رہا ہوں جو مجھ سے زیادہ سیاہ اور کالے ہیں، اور الحمد للہ کہ میں ایسے سو آدمی ہوں تو بھی نہیں ڈرتا، اور یہ اس لئے کہ ہماری رغبت اور خواہش جہاد فی سبیل اللہ اور رضاء الٰہی کی آرزو ہے، جہاد سے ہمارا مقصد نہ مال ہے، نہ دولت، غنیمت کا مال ہمارے لئے حلال کیا گیا ہے، اس سے زیادہ دنیا ہمیں درکار نہیں، نعیم آخرت ہمیں درکار ہے، اور ہمارے رب نے اسی کا ہمیں حکم دیا ہے، ہمیں صرف یہ چاہئے کہ بھوک کے لئے روٹی اور ستر کے لئے کپڑا، ہماری ہمت و توجہ پروردگار عالم کی رضامندی ہے۔ اور اس کے دشمنوں سے

Marfat.com

جہاد کرنا، ہمارا یہی مقصد ہے۔
مقوقس اس گفتگو کو سُن کر کہنے لگا، واللہ ان کا بادشاہ ساری دنیا کو خراب کریگا، اور سب پر غالب آجائے گا، مقوقس اس وقت بڑا پریشان تھا، اسلامی وفد سے کہا تم لوگ جاؤ اور اپنے امیر کو بھیجو کچھ راستہ نکل آئے گا، حضرت عبادہؓ اور ان کے ساتھی واپس آئے اور مقوقس سے جو بات چیت ہوئی تھی وہ پیش کی۔ حضرت عمرو بن العاصؓ چند آدمیوں کو ساتھ لے کر مقوقس کے پاس پہنچے، فریقین میں گفتگو کے بعد جزیہ پر صلح ہوئی، اور حضرت عمروؓ نے قبطیوں کے لئے امن لکھ دیا،
مقوقس نے ہرقل کو لکھ بھیجا کہ اس طرح جزیہ پر مصالحت ہوئی ہے، ہرقل بہت بگڑا، اور لکھا ہمیں یہ منظور نہیں، مقوقس نے ہرقل کا جواب حضرت عمرو بن العاصؓ کے سامنے پیش کیا، لیکن اپنی جانب اور قبطیوں کی جانب سے صلحنامہ پر دستخط کر دئے، اور اپنے کو رومیوں سے منقطع کر لیا۔
حضرت عمروؓ نے مقوقس اور قبطیوں کو پورا پورا اطمینان دلایا، اور کہا اب تم ہمیں اسکندریہ پہنچنے کا راستہ بتلاؤ، چنانچہ ان لوگوں نے راستہ بتلا دیا، اور عرب حضرت عمروؓ کی قیادت میں اسکندریہ پہنچے اور اسکندریہ کا سخت محاصرہ کر لیا، جو عرصہ تک قائم رہا، لیکن اسکندریہ والوں کے لئے دریائی راہ کھلی ہوئی تھی، خود عمروؓ اور وردا اور قائد سلمہ بن مخلد اور وردان حاکم اسکندریہ کے پاس بطور وفد پہنچے، ان حضرات کا وہی کہنا تھا، جو پہلے کہتے تھے، حاکم اسکندریہ کو شبہ ہوا کہ یہی ان عربوں کا سب سے بڑا سردار ہے، اور اپنی زبان میں ان کو گرفتار کرنے کا حکم دے دیا، وردان یونانی زبان جانتے تھے، سمجھ گئے کہ معاملہ دگرگون ہے، حضرت عمروؓ کو اشارہ کیا اور مذاق شروع کر دیا، اور آخر میں سخت و سست کہنا شروع کر دیا، کہ تم کون ہوتے ہو، تم ایک دیہاتی آدمی ہو، تم نہیں جانتے کہ تمہارے امیر کا کیا منشا ہے، اس باہمی تلخ کلامی سے حاکم اسکندریہ کے خیالات میں تبدیلی پیدا ہوگئی اور انہیں رہا کر دیا، اور کہا جاؤ تم اپنے امیر کو بھیجو، آخر یہ لوگ اسکندریہ سے ناکام واپس لوٹے، اسکندریہ کے لوگ محاصرہ سے تنگ آچکے تھے، دریائی راہ سے بھاگنے لگے، اور جو اسکندریہ میں رہ گئے تھے، ان میں مقاومت کی طاقت نہیں تھی، حضرت عمروؓ نے پوری طاقت سے حملہ کا حکم دیا، اور دیکھتے ہی دیکھتے قلعہ فتح کر لیا، شروع محرم سنہ ۲۰ھ مطابق ۲۲ دسمبر سنہ ۶۴۰ء میں حضرت عمروؓ کا تقرر ہوا اور مئی جمعہ کے دن شہر میں داخل ہوئے، حضرت عمر بن الخطابؓ کو خط لکھا، اور فتح کی خوشی میں ایک زبردست جلسہ کیا، حضرت عمروؓ نے یہاں کا امیر و عامل انہی کو مقرر کیا، حضرت عمروؓ نے نظام داخلی شروع کر دیا فسطاط کی تعمیر، جامع عمرو کی تعمیر، نظام عدالت کی طرف توجہ کی، اور خلیج امیر المؤمنین جو دریا سے

Marfat.com

نیل تک جاتی ہے کھدوائی۔

# فتح طرابلس غرب، برقہ وغیرہ

۲۲ھ میں حضرت عمرو بن العاصؓ نے برقہ پر حملہ کیا، اس کے بعد طرابلس غرب پر حملہ کر دیا شہر کا محاصرہ کر لیا، ایک مہینہ تک محاصرہ رہا، تا آنکہ ایک روز شکار کے لئے چند سپاہی نکلے انھوں نے دریائی راہ پالی۔ وہاں سے داخل ہوئے، اور نعرۂ تکبیر بلند کر دیا ادھر حضرت عمروؓ فوج لے کر آگے بڑھے، اور دیکھتے ہی دیکھتے شہر فتح کر لیا، بہت سا مال غنیمت ہاتھ لگا، اور جزیہ پر صلح کر لی۔

ادھر دوسرے مسلمان حملہ آور ہوئے مرج الروم، اور حمص، قنسرین، بیت المقدس وغیرہ فتح کرتے چلے گئے، ایلیا، جو عیسائیوں اور یہودیوں کا دینی مرکز تھا اس پر حملہ کیا، اور مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا، محاصرہ سے عاجز آ کر صلح کی درخواست کی لیکن شرط یہ ٹھہرائی کہ خود امیر المومنین عمر بن الخطابؓ یہاں تشریف لائیں اور ان کے ہاتھ عقد صلح ہو، حضرت عمرؓ نے شام کا ارادہ کر لیا۔ اور تمام امرار شام کو خطوط لکھے کہ جابیہ میں آ کر مجھ سے مل لو، چنانچہ سب سے پہلے یزیدؓ، ابو عبیدہؓ، اور پھر خالد بن الولیدؓ پہنچے، یہ گھوڑوں پر سوار تھے، دیباج اور حریر کا لباس زیب تن تھا، حضرت عمرؓ نے دیکھا سواری سے اتر گئے، اور ان کو پتھر لگانا شروع کر دیا، اور کہنے لگے دو برس میں تم نے اپنا یہ حال بنا دیا، پیٹ بھر بھر کے خوب کھایا، اگر دو سو برس کے بعد بھی تم ایسا کرو گے تو خدا تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئے گا، ان حضرات نے جواب دیا حضرت ایسا نہیں ہے بلکہ یہ کپڑے اوپر پہن رکھے ہیں۔ تاکہ یہاں کے دستور کے بموجب آپ کا استقبال ہو۔ اندر اسلحہ موجود ہیں۔ آپ نے کہا پھر ٹھیک ہے، یہاں ایلیا کا وفد بھی آیا، اور معاہدہ لکھا گیا، حضرت خالد بن الولیدؓ۔ اور حضرت عمرو بن العاصؓ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ، اور حضرت معاویہ بن سفیانؓ کے بطور گواہ دستخط ہوئے، اور ۱۵ھ کو ان لوگوں کو امان دی گئی، پھر بیت المقدس تشریف لائے اور کنیسہ قیامہ میں قیام رہا۔ نماز کا وقت آیا آپ نے کہا تبرک کی غرض سے نماز پڑھنا چاہتا ہوں، ان لوگوں نے کہا یہیں پڑھ لیجئے، آپ نے انکار کیا کہ میرے بعد مسلمان یہ کہہ کر کہ یہاں عمرؓ نے نماز پڑھی ہے قبضہ کریں گے، اور دوسری جانب جا کر نماز گذاری، اور لکھ دیا اس جگہ کوئی مسلمان اذان اور نماز نہ پڑھے۔

اس کے بعد آپ نے کہا یہاں میں مسجد تعمیر کرنا چاہتا ہوں، ان لوگوں نے صخرہ پہ جہاں

حضرت داؤدؑ سے اللہ تعالےٰ ہم کلام ہوا تھا مسجد تعمیر کی۔

جب ایلیا والوں نے اپنی ہم قوم عیسائیوں، اور مسلمانوں کے سلوک میں زمین و آسمان کا فرق پایا کہ وہ نہایت ظلم کرتے تھے، اور مسلمان سراسر انصاف اور مساوات کا سلوک کرتے ہیں تو نہایت تیزی سے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا، اور دیکھتے ہی دیکھتے اکثر عیسائی مسلمان ہوگئے۔

دوسری مرتبہ ۱۷ھ میں حضرت عمرؓ نے سفر شام کیا، آپ کے ہمراہ مہاجرین اور انصار کافی تعداد میں موجود تھے، جب حضرت فاروقؓ مقام سرغ میں پہنچے جو حجاز و شام کی سرحد ہے خبر ملی کہ وہاں طاعون چل رہا ہے، آپ نے مہاجرین اولین کو سب سے پہلے پوچھا، اور مشورہ لیا، ان میں مسئلہ کے بارے میں اختلاف تھا، آپ نے عام مہاجرین اور انصار کو جمع کرنے کا حکم دیا، ان میں بھی اختلاف رہا، آپ نے فتح مکہ کے وقت جو مہاجر وہاں موجود تھے انہیں بلایا اور مشورہ کیا، ان میں کچھ زیادہ اختلاف نہیں تھا، آپ نے اعلان کرا دیا کہ یہاں سے واپس لوٹ جائیں چنانچہ سب واپس لوٹ گئے،

آپ کی واپسی کے بعد طاعون سخت ہو گیا، بڑے بڑے لوگ اس طاعون میں انتقال کر گئے، ابو عبیدہ بن جراحؓ، معاذ بن جبلؓ، یزید بن ابی سفیانؓ، حارث بن ہشامؓ، سہیل بن عمروؓ، عتبہ بن سہیلؓ وغیرہ اس طاعون میں کام آگئے، اور اس وقت یہ طاعون گیا جبکہ عمرو بن العاصؓ یہاں کے حاکم مقرر ہوئے، اور انہوں نے کہا لوگو یہ آگ ہے، اور آگ سے بچو، پہاڑوں پہ چلے جاؤ، چنانچہ لوگوں نے اس پہ عمل کیا، اور مصیبت ٹل گئی، حضرت عمر بن الخطابؓ کو اس کی اطلاع دے دی گئی، تو اس فعل کے متعلق کچھ اعتراض، سوال جواب نہیں کیا،

اس کے بعد حضرت فاروق اعظمؓ نے شام کا سفر کیا، تاکہ طاعون کے مصیبت زدہ لوگوں کی دلجوئی کریں، اسی اثنا میں نماز کا وقت آگیا، لوگوں نے کہا حضرت بلالؓ کو حکم دیدیجئے کہ وہ اذان پکاریں۔ جب بلالؓ نے اذان کہی تو تمام صحابہؓ جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا دوڑ پڑے، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ یاد آگیا، ایسے روئے کہ لوگوں کی ڈاڑھیاں وغیرہ تر ہو گئیں، حضرت عمرؓ سب سے زیادہ روئے، انہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ سب سے زیادہ یاد آگیا،

یہ ہیں وہ فتوحات جو دس سال سے بھی کم میں حاصل کیں، ایران ختم ہو گیا، ادھر نہر سندھ اور نہر جیجون تک اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

Marfat.com

ادھر روم کی حکومت کا بڑا حصہ، اور شام وغیرہ اسلام کے قبضہ میں آگیا، اسلامی عدل و انصاف آسمانی دستور العمل سے بہت خوش تھے، ان کے سروں سے شاہان جبروت، اور جبابرۂ ملک، فراعنہ کا وبال ٹل گیا، فطری حکومت انھیں مل گئی، ہر شخص آزاد، خدا ترس، خدا پرست، خدا شناس، عدل و انصاف کا پیکر تھا،

حضرت فاروق اعظمؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں بڑے بڑے کام کئے اور کتاب اللہ، کتاب الرسول کی پیروی میں ہر امکانی کوشش کی، جس سے دنیا جہان کے لوگوں نے اطمینان کی سانس لی، اور وہ پیشین گوئی پوری ہوئی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔

هَلَكَ كِسْرٰى وَلَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ۔ وَهَلَكَ قَيْصَرُ وَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهٗ وَ لَتُنْفِقُنَّ كُنُوْزَهُمَا۔

کسریٰ ہلاک ہوا اسکے بعد کوئی کسریٰ نہیں، قیصر ہلاک ہوا اسکے بعد کوئی قیصر نہیں، اور تم لوگ ان دونوں حکومتوں کے خزانے خرچ کروگے۔

## محکمہ قضاء

حضرت فاروق اعظمؓ نے محکمہ قضاء قائم کیا، اور اس کو امراء۔ والی۔ حاکم سے آزاد رکھا، اور کسی طرح کا انکا اس پر اثر نہیں تھا۔

چنانچہ کوفہ میں شریح ابن الحرثؓ الکندی کو مقرر کیا، انہوں نے ۲۰ سال قضاء کی، مصر میں قیس بن ابی العاصؓ السہمی کو مقرر کیا جو اسلام میں پہلے قاضی تھے، ابوالدرداءؓ کو مدینہ منورہ کا قاضی مقرر کیا، اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ کو قاضی القضاۃ مقرر کیا۔

غرض! یہ کہ نظام قضا باقاعدہ قائم کر دیا، اور فیصلہ کے لئے طریقۂ کار مقرر فرمایا، اور اس بارے میں آپ کا وہ خط جو عبداللہ بن قیس رضؓ کو لکھا ہے اصول کا کام دیتا ہے، اور بہت اہم ہے۔ جمہور مسلمانوں نے اس خط کو نظام قضائیہ کی اصل و اساس گردانا ہے۔

Marfat.com

# عمال اور گورنروں کی مساوات

عمال وگورنر، راعی ورعایا میں مساوات کے خواہش مند تھے، عامل، گورنر اور رعیت کے ایک معمولی فرد کو برابر سمجھتے تھے، ایک عامی آدمی کسی عامل کی شکایت کرتا تو آپ اسے محاکمہ کے لئے بھیج دیتے، اور وہاں دونوں کی ایک حیثیت ہوتی، اور شریعت کے موافق فیصلہ ہوتا،

جب کسی کو عامل بنا کر بھیجتے تو خدا کی جناب میں پہلے دعا کرتے کہ اے خدا میں اس لئے ان کو نہیں بھیجتا کہ لوگوں کا مال لے لیویں اور نہ اس لئے کہ لوگوں کو ماریں اگر امیر ظلم کرے تو میرے سوا اس پر کسی کی حکومت نہیں۔

ایک مرتبہ جمعہ کے خطبہ میں آپ نے کہا، امراء انصار کے لئے فرمایا، کہ اے خدا میں اس لئے ان امرار کو بھیجتا ہوں کہ لوگوں کو دین اور سنت نبوی سکھائیں، اور تقسیم کا موقعہ ہو تو عدل وانصاف کریں، اور اگر کسی بارے میں ان کو اشکال پیش آئے تو مجھ تک پہنچا دیں۔

اور اسی لئے عمال اور والیوں تک جو لوگ شکایت نہ پہنچا سکتے ہوں ان کے لئے موسم حج مقرر کر دیا، کہ ہر ایک آئے اور آزادی کے ساتھ جس سے جس کو شکایت ہو پیش کرے، چنانچہ عام طور عمال وگورنر ڈرتے رہتے تھے کہ مبادا موسم حج میں ان کی رسوائی نہ ہو، حضرت سعد بن ابی وقاص کی نسبت شکایت کی گئی، حالانکہ فاتح قادسیہ اور فاتح مدائن۔ اور کوفہ کو آباد کرنے والے تھے،

بعض لوگوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے متعلق شکایت کی حالانکہ صحابی تھے، اور امیر بصرہ بھی تھے، فتوحات اسلامیہ میں بڑا حصہ تھا ان پر تہمت لگائی، حضرت فاروقؓ نے ان کے متعلق خاص کر کے شکایت سنی، جب مجرم نہ پایا تو ان کو بری کر دیا، اور تہمت لگانے والوں پر حد جاری کی۔

حضرت عمار بن یاسرؓ جو امیر کوفہ تھے اور سابقین اولین میں جن کا شمار تھا شکایت سن کر حضرت فاروقؓ نے ان کو معزول کر دیا۔

اور پھر یہ کہ تمام عمال پر نگرانی کے لئے ایک عامل مقرر کر دیا، جو تمام عمال، حکام، والی، گورنروں کی گھوم پھر کر جانچ پڑتال کرتا، اور جو شکایت ہوتی حضرت عمر فاروق رضؓ کو لکھ کر بھیجتا۔

بیت المال کی حفاظت کرنا آپ کو بہت پسندیدہ تھا، چنانچہ کنانہ پر عتبہ بن ابی سفیان

Marfat.com

کو والی بنا کر بھیجا، جب وہ واپس آئے تو اپنے ہمراہ بہت سا مال لائے، حضرت فاروق رض نے کہا یہ مال کہاں سے لائے؟ انہوں نے کہا میں اپنے ہمراہ لے گیا تھا میں نے اسے تجارت میں لگایا، اس میں نفع ہوا ہے، حضرت عمر فاروق رض نے وہ مال لے کر بیت المال میں داخل کر دیا، حضرت عمر فاروق کی شدۃ و سختی نے رعایا کو عام طور پر رفاہیت و خوشحالی بخشی،

## رعایا کی دیکھ بھال

حضرت فاروق اعظم کی رعایا پروری اور دیکھ بھال کے متعلق سیرت و تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں واقعات کا شمار و احصار دشوار ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنی مسؤلیت کا خیال کر کے فرمایا "اگر نہر فرات کے کنارے کسی کا اونٹ ضائع ہو تو مجھے خوف ہے کہ اللہ تعالےٰ آل خطاب سے بازپرس کرے گا"۔

ایک مرتبہ خطبہ میں فرمایا:۔

فَإِنْ أَحْسَنْتُ فَأَعِينُونِي. وَإِنْ صَدَدْتُ نَقِّوْمُونِي. فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ أُخْرَيَاتِ الْمَسْجِدِ. لَوْ رَأَيْنَا فِيكَ اعْوِجَاجًا لَقَوَّمْنَاكَ بِسُيُوفِنَا فَسُرَّ ذَالِكَ۔ (محاضرات خضری ص۲ ج۲)

اگر میں اچھا کروں تو میری اعانت کرو اگر کجروی کروں تو مجھے سیدھا کرو، تو ایک آدمی مسجد کی آخری صفوں سے چلایا کہ اگر ہم تمہارے اندر کجی پائیں گے تو تلوار کے ذریعہ تم کو سیدھا کریں گے، اس پر حضرت فاروق رض بہت خوش ہوئے۔

رعایا کی نگہداشت کی خاطر آپ رات کو بہت کم سوتے تھے، گشت لگاتے اور دیکھتے کہ کہیں کسی کو کوئی تکلیف تو نہیں ہو رہی ہے، اس شب گردی کے عجیب عجیب واقعات تاریخ میں درج ہیں۔ جن بیواؤں۔ کنواری عورتوں۔ بوڑھیوں کا وظیفہ مقرر ہوتا گھوم پھر کر اپنے ہاتھ سے پہنچا دیتے، دفتر اپنے ہاتھ میں ہوتا۔

حضرت حسن بصری رح کہتے ہیں حضرت عمر رض فرمایا کرتے تھے:۔

لَئِنْ عِشْتُ لَأَسِيرَنَّ فِي الرَّعِيَّةِ حَوْلًا فَإِنِّي أَعْلَمُ أَنَّ لِلنَّاسِ حَوَائِجَ تُقْطَعُ دُونِي أَمَّا عُمَّالُهُمْ فَلَا يَرْفَعُونَهَا إِلَيَّ وَأَمَّا هُمْ فَلَا يَصِلُونَ إِلَيَّ فَأَسِيرُ الشَّامَ

اگر میں زندہ رہا ایک برس رعیت میں گھوموں گا میں جانتا ہوں لوگوں کی ضرورتیں مجھ تک پیش نہیں ہوتیں، ان کے عمال و گورنر مجھ تک نہیں پہنچاتے اور وہ خود بھی مجھ تک نہیں پہنچ سکتے ہیں شام کی سیر کرونگا

Marfat.com

فَاُقِيْمُ بِهَا شَهْرَيْنِ ثُمَّ عَدَّ الْاَمْصَارَ الْكُبْرٰى يُقِيْمُ فِيْ كُلٍّ مِنْهَا شَهْرَيْنِ ۔
(محاضرات خضری ص۱۴۲ ج۲)

اور دو ماہ قیام کروں گا، اس کے بعد آپ نے بڑے بڑے شہر گنوائے کہ ان میں دو دو ماہ قیام کروں گا۔

لیکن زندگی نے وفا نہ کی۔

حضرت اسلم رض کہتے ہیں، ایک روز حضرت عمر رض اور میں سردی کے موسم میں تاریک رات میں نکلے، دیکھا ایک جگہ ایک عورت چند بچے لئے بیٹھی ہے اور سامنے آگ پر ایک ہنڈیا رکھی ہوئی ہے۔ آپ وہاں پہنچے اور پوچھا یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟ کہا بھوک کے مارے! کہا اس ہنڈیا میں کیا ہے؟ کہا خالی پانی، تھپک تھپک کر بچوں کو سلا رہی ہوں، اور ہمارے اور عمر رض کے درمیان خدا ہے۔ حضرت عمر رض نے کہا عمر رض کو تمہاری حالت کا علم نہیں ہوگا۔ اس نے کہا ہمارا والی ہے، اور ایسا غافل ہے کہ ہماری خبر نہیں لیتا، اسلم رض کہتے ہیں ہم دونوں دوڑتے ہوئے بیت المال پر پہنچے، آپ نے ایک بورہ، اور کچھ چربی لی اور اپنے کندھوں پر لادی، میں آگے بڑھا کہ حضرت مجھے اٹھانے دیجئے، آپ نے انکار کر دیا، اور کہنے لگے کیا تم قیامت کے دن میرے گناہ اٹھا لوگے، جب یہ سامان لے کر ہم اس عورت کے پاس پہنچے تو آپ فوراً چولہے کے پاس آگ دھونکنے لگ گئے، اسلم رض کہتے ہیں آپ کی ریش مبارک بہت گھنی تھی، چولہا پھونکنے کی وجہ سے دھواں اس قدر اٹھتا تھا کہ ڈاڑھی سے دھواں نکل رہا تھا،

غرض! کھانا پکا کر آپ نے سب کو کھلایا، اس عورت نے کہا جزاک اللہ آج تم نے امیر المؤمنین سے بڑھ کر کام کیا ہے، آپ نے کہا اچھا، جب تم امیر المؤمنین کے پاس جاؤ تو مجھے تم وہاں ضرور پاؤ گی، تم آنا اور ان سے مل لینا،

اس قسم کے واقعات گو معمولی واقعات ہیں، لیکن اس سے پتہ چلتا ہے کہ خوف الٰہی دامنگیر ہے کہ رعیت کا میں والی ہوں، کسی کے حق میں کوتاہی نہ ہونے پائے،

باوجود اس کے لوگ آپ کے کوڑے سے اتنے ڈرتے تھے کہ دوسرے کی تلوار سے نہیں ڈرتے تھے،

عزیمت، صلابت اور سختی کا یہ عالم تھا کہ قریب قریب دس سال کے اندر ایران و روم جیسی دیرینہ سلطنتوں پر قبضہ اور اقتدار قائم کر لیا، رقت و نرمی کا یہ عالم تھا کہ اسلم آپ کا غلام کہتا ہے ایک مرتبہ چند مسلمانوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رض سے کہا۔ آپ عمر رض سے کہئے

ہمیں ان سے ڈر لگتا ہے، ہم آنکھ بھر ان کو دیکھ بھی نہیں سکتے، حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اس کا تذکرہ حضرت عمرؓ سے کیا، حضرت عمرؓ بولے کیا یہ لوگ ایسا کہتے ہیں قسم خدا کی میں ان کے حق میں اتنی نرمی کرتا ہوں کہ مجھے خدا کا خوف آتا ہے کہ مجھ سے باز پرس کرے گا[1]

عدل وانصاف مساوات ومواسات عفت وامانت کو آپ حد سے زیادہ محبوب رکھتے تھے، مسلمانوں کے مال کی نگرانی اس قدر کرتے تھے کہ اپنی جان پر تنگی کر لیتے اور ایسی تنگی کہ اس کی مثال نہیں مل سکتی تھی، آپ ایسا کھانا کھاتے کہ رعایا کا ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کھایا کرتا تھا اور ضرورت سے زیادہ بیت المال سے لیتے نہیں تھے، اگر زیادہ ضرورت ہوتی تو بیت المال کے امین سے قرض لے لیتے، بعض صحابہ کرام آپ کی اس تکلیف کو برداشت نہ کرسکے، ایک جگہ جمع ہوئے جن میں حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، اور حضرت زبیرؓ بھی تھے کہنے لگے امیرالمومنین عمرؓ تکلیف نہ اٹھائیں، بیت المال سے کچھ وظیفہ بڑھا لیویں، سب مل کر حضرت حفصہؓ کے پاس گئے، اور سارا قصہ سنایا، اور کہا آپ حضرت عمرؓ کو کہئے، اور ہمارا نام نہ لیجئے حضرت حفصہؓ نے سارا قصہ کہہ سنایا۔ قصہ سن کر آپ سخت برہم ہوئے، اور کہا وہ لوگ کون ہیں مجھے بتلاؤ میں ان کی خبر لوں، انہوں نے نام بتانے سے گریز کیا، کہا اچھا بتاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا پہنتے تھے؟ کہا پہنتے دو کپڑے، کہا وہ کیا کھاتے تھے؟ کہا جو کی روٹی، حضرت عمرؓ نے کہا آپ کیا بچھاتے تھے؟ انہوں نے کہا ایک سخت قسم کی چادر، گرمی کے موسم میں چار تہہ کر کے بچھا لیتے، اور سردی میں نصف بچھاتے اور نصف اوڑھ لیتے، آپ نے کہا اچھا تو اب تم ان سے کہہ دو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی یہ تھی، میری اور میرے دو ساتھیوں کی حالت یہ ہے، پہلے صاحب اپنا توشہ لے گئے، اپنی منزل کو پہنچے، دوسرے صاحب نے ان کی پیروی کی، وہ بھی منزل کو پہنچے، اب تیسرے صاحب نے اگر ان کی پیروی کی اور اپنا توشہ ساتھ لیا تو ان کے ساتھ رہے گا۔ ورنہ ان سے ملاقات نہ ہوگی[2]۔

## مجلس شوریٰ

جب کوئی اہم کام پیش آتا سب سے پہلے عوام سے مشورہ لیتے اس کے بعد خواص، اور بڑے بڑے صحابہ سے مشورہ کر لیا کرتے، اور کہا کرتے:-

---

[1] محاضرات خضری بک ص۱۱۲ ج ۲۔ [2] محاضرات خضری ص۱۱۲ ج ۲۔

Marfat.com

لَاخَيْرَ فِي اَمْرٍ اُبْرِمَ مِنْ غَيْرِ شُوْرٰى — اس کام میں خیر نہیں جو بغیر شوریٰ طے کیا جائے

آپ کے خاص مشیر یہ حضرات تھے، عباس رضؓ بن عبدالمطلب، عبداللہ بن عباس رضؓ، یہ دو حضرات سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہا کرتے تھے، حضرت عثمان بن عفان رضؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ، اور حضرت علی بن ابی طالب رضؓ، جیسے حضرات آپ کی مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔

## وصف علی الجملہ

رعایا سے بہت محبت تھی، ان کے مال سے اکثر گریز کرتے تھے، آپ کے عہد میں قوی طاقتور کسی کو ستا نہیں سکتا تھا، اور ضعیف و کمزور کسی سے ڈرتا نہیں تھا، جو صفات اور خصائص آپ میں تھیں کسی میں نہ تھیں، ایسے ایسے کام آپ نے کئے کہ دنیا میں کوئی نہیں کر سکتا عقل و زیرکی کی مثال نہیں ملتی، چنانچہ کہتے ہیں:۔

وَلَمْ يَكُنْ ذَالِكَ الْعَقْلُ الْكَبِيْرُ اِلَّا فِي رَاْسِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بَعْدَ صَاحِبَيْهِ۔ (محاضرات صـ ۱۹ ج ۲) — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق رضؓ کے بعد عقل کبیر عمر بن الخطاب رضؓ کے سر میں موجود تھی۔

بعد کے خلفاء راشدین، اور ائمہ مہتدین بھی یہ صفات رکھتے تھے، لیکن یہ تمام صفات ان میں پوری نہیں تھیں، اس نسخہ کی طرح تھیں جس میں ایک جزو کم ہو گیا ہو۔

اس لئے ہم تصریح کرتے ہیں کہ:۔

اِنَّ الْعَرَبَ بَعْدَ عُمَرَ لَمْ تَجْتَمِعْ عَلٰى اَيِّ خَلِيْفَةٍ فِي زَمَنٍ مِنَ الْاَزْمَانِ حَتّٰى وَقْتِنَا هٰذَا۔ — کہ عرب عمر رضؓ کے بعد آج تک کسی خلیفہ پر مجتمع نہیں ہوا۔

## شہادت عمر بن الخطاب رضؓ

اس کا کسی کو گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ ایسے عادل، محب الرعیۃ، شفیق، خدا ترس، خدا پرست کی موت خنجر سے ہوگی، لیکن انسانی طاقت سے باہر ہے کہ ساری مخلوق کو خوش رکھ سکے، تمام عرب آپ سے خوش تھے، ان کے لئے آپ نے سب کچھ کیا، عجمی خوش تھے کہ ان پر عدل و انصاف کی برسات آپ نے برسائی، لیکن ان عجمیوں کے بڑے جن کی سلطنت چھن گئی

Marfat.com

تھی، جن کا عرش کا سیارہ ختم ہو گیا تھا، جن کی عظمت وجلالت کے محل متزلزل ہو گئے تھے، وہ آپ سے کبیدہ خاطر یا ہے، ایران کے کچھ غلام تھے، مدینہ منورہ میں حضرت فاروق رضہ نے ان کو بلایا، یہ غلام ہرمزان شاہ فارس کے پاس آیا جایا کرتے تھے، انھیں جب معلوم ہوا کہ حضرت فاروق رض مدینہ طیبہ میں عوام کی طرح رہتے ہیں، ان لوگوں نے ایک مخفی انجمن قائم کر رکھی تھی، انہیں غلاموں میں ایک فیروز نامی شخص جس کی کنیت ابو لؤلؤ تھی، اور وہ مغیرہ بن شعبہؓ کا غلام تھا، ایک دن حضرت فاروق رض بازار میں پھر رہے تھے یہ آپ سے ملا۔ اور شکایت کی کہ مغیرہ مجھ سے زیادہ خراج لیا کرتے ہیں، آپ نے پوچھا کتنا خراج لیا کرتے ہیں؟ کہا ایک دن کے ۲ دو درم، آپ نے پوچھا کیا کام اور کیا صنعت وحرفت کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا، حداد، نجار، نقاش، ہوں، آپ نے کہا پھر تو یہ ۲ دو درم زیادہ نہیں ہیں، آپ نے کہا مجھے ایک چکی بنا دو، اس نے کہا اگر میں زندہ رہا تو ایسی چکی بنا دونگا کہ ساری دنیا میں اس کا چرچا ہوگا۔

۲۶ ر ذی الحجہ ۲۳ھ کو منگل کے دن فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں ابو لؤلؤ نے آپ پر حملہ کیا، اور ۲ دو دفعہ خنجر سے جس کا قبضہ اور پھل بیچ میں تھا حملہ کیا، چھ ضربیں لگائیں جن میں سے ایک ناف کے نیچے لگائی جو نہایت سخت تھی، اور آپ کے ساتھ ہی ساتھ کلیب بن ابی البکیر اللیثی کو قتل کر دیا، جو آپ کے پیچھے کھڑے تھے، جب حضرت فاروق رضؓ نے خنجر کا زہر محسوس کیا نیچے گر پڑے آپ نے کہا کیا عبدالرحمٰن بن عوفؓ موجود ہیں! لوگوں نے کہا ہاں، وہ آئے آپ نے حکم دیا کہ نماز تم پڑھا دو، نماز کے بعد فوراً آپ کو آپ کے مکان پر اٹھا کر لے گئے، اپنے بیٹے عبداللہ کو آواز دی، اور پوچھا مجھے کس نے قتل کیا ہے، انھوں نے کہا ابو لؤلؤ نے، کہا الحمد للہ کہ کسی سجدہ کرنے والے نے مجھے قتل نہیں کیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن ہونے کی اجازت طلب کی، آپ نے اجازت دے دی، حضرت صہیبؓ نے حسب وصیت نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت عائشہ رضہ کے حجرے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب دفن ہوئے۔

از روئے تحقیق آپ کی خلافت دس سال، چھ مہینہ اور چار دن تھی، ۲۲ر جمادی الثانی ۱۳ھ سے لے کر ۲۶ر ذی الحجہ ۲۳ھ تک خلافت کی، قتل کے وقت آپ کی عمر ۶۳ر سال تھی، جس طرح کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رض کی تھی ✽

Marfat.com

# حضرت فاروق اعظم عمرؓ بن الخطاب کے عمال، اور امراء

حضرت فاروقؓ کے دَور حکومت میں سارا شام فتح ہو چکا ہے، علاقہ کی دیکھ بھال کے لئے حضرت فاروقؓ دورہ کر رہے ہیں، حمص پہنچے، سر برآوردہ لوگوں سے ملاقاتیں ہوئیں حکم دیا کہ شہر شہر کے فقراء مساکین اور حاجت مندوں کی فہرست پیش کریں، فہرست تیار ہو کر سامنے آئی تو سر فہرست امیر شہر سعید بن عامرؓ کا نام نظر آیا، حیران ہو کر پوچھا یہ کون سعید ہیں؟ لوگوں نے کہا ہمارے شہر کے حاکم، امیر المومنین فاروق اعظمؓ کو تعجب ہوا، فرمایا یہ کیسے محتاج ہیں انہیں تو سرکاری خزانے سے رقم ملتی ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں یہ سچ ہے، لیکن ان کی فیاض طبع کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ جو کچھ ملتا ہے حاجت مندوں پر تقسیم کر دیتے ہیں، یہ سن کر حضرت فاروقؓ رونے لگے پھر ایک ہزار دینار جناب سعید بن عامرؓ کے پاس بھیجے، اور قاصد سے کہا میری طرف سے ان کو سلام کہنا، اور کہنا یہ رقم امیر المومنین نے بھیجی ہے، اسے اپنی ضروریات میں صرف کیجئے، قاصد رقم لے کر پہنچا خط پیش کیا، پھر تھیلی پیش کی، دیناروں پر نظر پڑی تو زور سے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، پڑھا، بیوی ذرا دور تھیں، ان کے کان میں یہ آواز گئی تو گھبرا کر پوچھا خیر تو ہے، کیا امیر المومنین کی وفات تو نہیں ہوئی، فرمایا نہیں اس سے بھی سخت حادثہ پیش آیا ہے، کہا کیا کوئی خدا کی نشانی ظاہر ہوئی ہے فرمایا اس سے بھی بڑھ کر، دیکھو یہ دنیا میرے پاس آگئی ہے، ہائے ہائے فتنہ میرے گھر میں آ داخل ہوا۔ سعادت مند بی بی نے تسکین دیتے ہوئے کہا، آپ پریشان کیوں ہیں، یہ رقم آپ جہاں چاہیں رضاء خداوندی میں صرف کر سکتے ہیں، یہ سُن کر آپ کو کچھ تسلی ہوئی اور تھیلی باندھ کر رکھ دی، کچھ دنوں بعد مجاہدین اسلام کا ایک قافلہ ادھر سے گذرا تو یہ ساری رقم ان کی ضروریات پر صرف کر دی،

ان ہی سعید بن عامر کا واقعہ ہے ایک مرتبہ ان کے علاقہ کے لوگوں نے بارگاہ فاروقی میں انکے متعلق چند شکائتیں پیش کیں، کہ جب تک اچھا خاصہ دن نہیں چڑھ جاتا وہ گھر سے نہیں نکلتے، اور رات میں کسی کی آواز نہیں سنتے، اور مہینہ میں ایک دن بالکل گھر سے باہر نہیں نکلتے حضرت فاروقؓ کو سُن کر تعجب ہوا کہ ایسا رعایا پرور آدمی ایسا کیونکر کر سکتا ہے، شکایت سامنے آچکی تھی اطلاع بھیج کر سعید کو بلا بھیجا، لوگوں سے کہا گیا ان کے سامنے اپنی شکائتیں پیش کرو، شکائتیں دہرائی گئیں، حضرت فاروق اعظمؓ نے کہا سعید تمہارے پاس کیا جواب ہے؟

حضرت سعید نے کہا، امیر المومنین! میں اظہار پسند نہیں کرتا، لیکن موقع ایسا ہے کہ

مجھے کرنا ہی پڑے گا، میرے گھر میں کوئی ملازم نہیں ہے، میری بیوی تمام کاموں کو انجام نہیں دے سکتی، جب میں صبح گھر جاتا ہوں تو آٹا گوندھتا ہوں، پھر خمیر اٹھنے تک انتظار کرتا ہوں۔ اس کے بعد روٹی پکاتا ہوں، پھر ہاتھ منہ دھو کر لوگوں کی خدمت کے لئے باہر نکلتا ہوں۔

دوسری شکایت کا جواب یہ دیا کہ دن ان لوگوں کی خدمت کے لئے وقف کر رکھا ہے، اور رات اللہ کے لئے، جب رات آتی ہے تو ان کی ضرورتوں سے فارغ ہو کر عشاء کے بعد گھر کے اندر چلا جاتا ہوں۔ اور اپنے پروردگار کے سامنے حاضر ہو جاتا ہوں۔

تیسری شکایت کا جواب دیا۔ میرے پاس ایک کپڑے کے سوا دوسرا کپڑا نہیں ہے جب وہ میلا ہو جاتا ہے تو اُسے اتار کر خود دھوتا ہوں۔ جب وہ سوکھ جاتا ہے پہن کر باہر نکلتا ہوں، اس میں دن کا بڑا حصہ صرف ہو جاتا ہے۔

سعید کا جواب سن کر حضرت فاروقؓ بہت خوش ہوئے، اور کہا میری بصیرت سعید کے متعلق صحیح ہے، اس کے بعد حضرت فاروق اعظمؓ نے سعیدؓ کے پاس ایک ہزار دینار بھیجے اور کہلا بھیجا کہ اس سے اپنی ضروریات پوری کرلو، ان کی بی بی نے دیکھا تو بہت خوش ہوئیں، اور کہنے لگیں ایک غلام خرید لیجئے، گھر کے مشاغل سے کچھ فرصت ملے، حضرت سعیدؓ نے کہا کیا تمھیں اس سے بہتر چیز پسند نہیں، یہ رقم ان لوگوں کی خدمت میں صرف کر دیں جو ہم سے زیادہ محتاج ہیں، بی بی بڑی نیک بخت تھیں اس پر راضی ہو گئیں، سعیدؓ نے ایک معتبر آدمی کو بلایا اور الگ الگ پوٹلیوں میں کچھ کچھ دینار باندھے اور اس کے حوالے کئے، اور کہا یہ فلاں خاندان کی فلاں بیوہ کو دینا، یہ فلاں یتیم کو دینا، یہ فلاں مسکین کو پہنچا دینا، یہ فلاں مریض اور فلاں قرضدار کو پہنچا دینا، اللہ اکبر کیسا خلوص وایثار تھا، اور مخلوق خدا کی کیسی خدمت کرتے تھے؟ آسمانی دستور العمل، فطری نظام کو چلانے کے لئے ایسے ہی حضرات درکار تھے۔

ع۔ سروری در دین ما خدمت گریست

## حضرت عمیر بن سعدؓ

حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت عمیر بن سعدؓ کو حمص کا حاکم بنا کر بھیجا، ایک سال تک انھوں نے اس علاقہ کی کوئی رپورٹ نہیں بھیجی، حضرت فاروقؓ نے خط لکھ کر ان کو بلایا، اور کہا جو کچھ تم نے اس دوران میں جمع کیا ہے ہمراہ لے کر آؤ۔ حضرت عمیرؓ نے اپنا ڈنڈا ہاتھ میں لیا

Marfat.com

اور ایک تھیلہ میں کچھ زادراہ رکھ دی، اور کندھے پر ڈال لیا، اور حمص سے مدینہ منورہ کی طرف پیدل چل کھڑے ہوئے، جب یہ مدینہ منورہ کو پہنچے تو ان کا یہ حال تھا کہ دوری سفر کی وجہ سے بال بڑھ چکے تھے، چہرہ غبار سے اٹ گیا تھا، چہرہ اور جسم کا رنگ تبدیل ہو گیا تھا، یہ حالت دیکھ کر حضرت فاروق رضؓ نے پوچھا کیا حال ہے؟ حضرت عمیرؓ نے کہا جیسا امیر المومنین دیکھ رہے ہیں، اچھا خاصا ہوں میرے ساتھ دنیا ہے جسے کھینچ رہا ہوں۔ حضرت فاروق رضؓ نے کہا آخر تمہارے پاس کیا ہے؟ عرض کیا میرے پاس یہ میرا تھیلہ ہے، اس میں میرا زادراہ ہے، میرا پیالہ ہے جس میں میں کھاتا ہوں، اور جس سے میں اپنا سر دھوتا ہوں، اپنے کپڑے دھوتا ہوں، اور چھوٹا سا مشکیزہ ہے جس میں وضو اور پینے کا پانی رکھتا ہوں، اور یہ میرا ڈنڈا ہے جس سے سہارا لیتا ہوں، اور ضرورت کے وقت دشمن کا مقابلہ بھی کرتا ہوں، قسم خدا کی دنیا کسے کہتے ہیں، حضرت فاروقؓ نے کہا تم پیدل آئے ہو؟ عرض کیا ہاں، فرمایا کوئی شخص ایسا نہ تھا جو تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرتا، تمہارے لئے سواری کا انتظام کر دیتا، کہا میں نے اس بارے میں کسی سے سوال ہی نہیں کیا، حضرت فاروق رضؓ نے کہا یہ لوگ بہت ہی برے ہیں، یہ سنکر حضرت عمیرؓ بولے، امیر المومنین خدا سے ڈریئے، خدا نے غیبت کرنے کی ممانعت فرمائی ہے، وہ لوگ مسلمان ہیں میں نے ان کو نماز پڑھتے دیکھا ہے، اب حضرت فاروق رضؓ نے ان کی ذمہ داریوں کا جائزہ لینا شروع کیا میں نے تمہیں کہاں بھیجا تھا، اور کس لئے بھیجا تھا، بولے مجھے جہاں بھیجا تھا میں وہاں گیا، وہاں کے اچھے لوگوں کو میں نے جمع کیا، اور ان کو محاصل کی وصولی کے لئے مقرر کیا، جو کچھ انہوں نے وصول کیا اس کے مصارف میں میں نے صرف کیا، اگر آپ مستحق ہوتے تو آپ کو بھی بھیج دیتا، حضرت فاروق رضؓ اس بیان سے بہت خوش ہوئے، اور کہا حضرت عمیرؓ کو پھر عہدہ پر مامور کر دیا جائے، حضرت عمیرؓ نے اس ذمہ داری سے صاف انکار کر دیا، اور کہا اب نہ آپ کے عہد میں ایسی ذمہ داری قبول کروں گا نہ آپ کے بعد، ہزار احتیاط کے بعد بھی خدا کے مواخذہ سے بچنا دشوار ہے، میں نے انتہائی کوشش کی کہ حکمرانی کی بو سے اپنے کو محفوظ رکھوں، لیکن محفوظ نہ رہ سکا۔ ایک دن ایک نصرانی آیا، اس کے حق میں میرے منہ سے نکل گیا خدا تجھے خوار کرے، یہ کہہ کر حضرت عمیرؓ اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے، جو مدینہ سے کافی فاصلہ پر واقع تھا،

ان کے جانے کے بعد حضرت فاروق رضؓ نے ایک آدمی کو سو دینار دے کر ان کے پاس بھیجا، جب آدمی ان کے پاس پہنچا تو وہ دیوار کے سہارے بیٹھے ہوئے اپنے کرتے سے جوئیں صاف کر

Marfat.com

رہے تھے، ان کو دیکھ کر کہنے لگے آیئے تشریف لایئے آپ کہاں سے آ رہے ہیں؟ قاصد نے کہا مدینہ سے پوچھا امیر المؤمنین کا کیا حال ہے؟ کہا اچھا ہے، اللہ کے قوانین نافذ کر رہے ہیں، یہ سنکر حضرت عمیرؓ کہنے لگے، اے خدا تو عمرؓ کی مدد فرما، وہ تیری محبت میں سرشار ہیں، قاصد یہاں تین دن ٹھہرا حضرت عمیرؓ کی یہ حالت تھی کہ مشکل سے روٹی کی ایک ٹکیہ میسر آتی تھی جسے وہ مہمان کے آگے رکھ دیتے تھے، اور خود فاقہ کرتے تھے، ان کی یہ حالت دیکھ کر قاصد نے دینار نکال کر پیش کئے اور کہا امیر المؤمنین نے آپ کے لئے یہ رقم بھیجی ہے، کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں اور فوراً محتاجوں اور یتیموں پر ساری رقم تقسیم کر دی،

قاصد نے یہ سارا ماجرا دربار فاروقی میں پیش کیا، حضرت فاروقؓ نے ان کو بلا بھیجا اور غلہ کی معقول مقدار اور کپڑے دئے، حضرت عمیرؓ نے کہا غلہ کی مجھے ضرورت نہیں ہے، دو صاع (تقریباً سات سیر) جو میرے گھر میں پڑے ہوئے ہیں، البتہ کپڑا اسے لیتا ہوں اور کہا میری بی بی برہنہ تن ہے، اس کے پاس کوئی کپڑا نہیں، اور گھر واپس لوٹے،

## حضرت حذیفہ بن الیمانؓ

حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کو شہر مدائن پایہ تخت ایران کا فرمانروا مقرر کیا، ایرانی امراء روساء کے داخلہ کے شاندار پرشکوہ مناظر کے تذکرے آپ نے تاریخ میں پڑھے ہوں گے، لیکن حذیفہؓ اس نوشیروانی عظمت وجلالت، اور کیانی شکوہ وجبروت کے مرکز مدائن میں کس شان سے قدم رکھتے ہیں وہ بھی سن لیجئے، ایک خچر پر سوار ہیں جس پہ زین بھی نہیں ہے صرف نیچے ایک بوسیدہ سا چار جامہ ہے، ایک ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا ہے اور دوسرے ہاتھ میں گوشت کی ایک ہڈی، لوگ گورنر کے استقبال کے لئے شہر سے باہر آتے ہیں اور گورنر کی آمد آمد کے منتظر ہیں، گورنر آتے ہیں اور ان کے سامنے سے گذر جاتے ہیں، مگر لوگوں کو اس کی خبر تک نہیں ہوتی کہ کب آئے؟ اور کب نکل گئے؟ ان کی آنکھیں کیانی امراء کے شاندار جلوس دیکھ چکی تھیں پایہ تخت مدائن کے گورنر کا ایسا سادہ تصور کہاں سے لائے، جب انتظار کرتے کرتے تھک گئے تو انہوں نے آنے والوں سے پوچھا گورنر کی سواری کہاں ہے، لوگوں نے کہا وہ تو تمہارے سامنے سے شان بے نیازی کے ساتھ چلے گئے، حیران ومتعجب ہو کر ان لوگوں نے گھوڑے دوڑائے، اور حضرت حذیفہؓ کو جا لیا، اور سلام کیا، حضرت حذیفہؓ ای

Marfat.com

بے تکلفی کے ساتھ سواری کی حالت میں کھانا کھا رہے تھے، اسلامی مہمان نوازی نے گوارا نہ کیا کہ تنہا کھائے والیں نہایت بے تکلفی سے وہی روٹی اور ہڈی ان ایرانیوں کی خدمت میں پیش کر دی، ایران کے نازک طبع نازک مزاج لوگ ایسی معمولی چیز کس طرح کھا سکتے تھے، نظر بچا کر پھینک دی، اس کے بعد مزاج پرسی ہوئی، اور گفتگو شروع ہوئی، ایرانی افسروں اور سرداروں نے کہا آپ کو جس چیز کی ضرورت ہو طلب فرمایئے گا حضرت حذیفہ رض نے فرمایا مجھے صرف پیٹ میں ڈالنے کے لئے کچھ کھانا اور جانور کے لئے چارہ چاہئے اس کے سوا کسی کی ضرورت نہیں۔

حضرت حذیفہ رض عرصہ تک اس سادگی سے رعایا کی خدمت کرتے رہے مدائن میں مقیم رہے، کچھ عرصہ کے بعد حضرت فاروق رض نے ان کو مدینہ منورہ بلایا، جب معلوم ہوا کہ وہ آرہے ہیں، آگے بڑھ کر راستہ میں چھپ گئے، جب حضرت حذیفہ رض ان کے قریب سے گذرے اور دیکھ لیا کہ حکومت وامارت نے ان کے اندر کسی قسم کی تبدیلی پیدا نہیں کی، نکل کر سامنے آئے اور فرط محبت سے سینہ سے لپٹ گئے، اور فرمانے لگے حذیفہ رض تم میرے بھائی ہو، اور میں تمہارا بھائی،

اللہ اکبر! یہ خلوص وایثار، اسلامی دستور نافذ کرنے کے لئے یہ محبت واخلاص! قسم خدا کی اگر اسی طرح حکومت چلتی رہتی تو فرشتے ان کے قدم چومتے، اور کیوں نہ چومتے جبکہ ان کا خلیفہ بھی اسی حالت میں وقت گذار رہا ہے۔ حضرت حسن رض فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر رض کو اس زمانہ میں دیکھا ہے جبکہ وہ خلیفہ تھے، اور ممبر پر کھڑے ہوتے لوگوں کو تلقین کیا کرتے تھے لیکن کپڑے تار تار تھے میں نے آپ کے تہبند پر شمار کیا تو بارہ پیوند لگے ہوئے تھے،

یہ ہے وہ اسلامی حکومت، آسمانی دستور العمل، ضابطۂ خداوندی، فطری نظام، کس طرح چلا رہے ہیں اور کیسے چل رہا ہے،

اے ملت اسلام کے غمخوارو، اور اے امت محمدیہ کے دل سوز بلند کردار۔ بلند اخلاق ہستیو۔ کیا عالم برزخ میں تمہیں خبر مل رہی ہے کہ امت اسلام، ملت اسلامیہ تمہارے راستے سے بہت دُور جا گری ہے، اے خدا اس امت یتیم، ملت مسکین کا والی تو ہی ہے۔ تو ہی مدد فرما۔

# خلیفۂ سوم حضرت عثمان بن عفان رض

## ۲۳ھ تا ۳۵ھ ؛ ۶۴۴ء تا ۶۵۵ء

۲۸ ذالحجہ ۲۳ھ کو آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی، چونکہ حضرت عثمان رض انتہائی جودوکرم، بذل وسخاوت اور شرافت نفس کے حامل تھے، اور قریب و بعید سب کے لئے یکساں برتاؤ کرتے تھے، اور اس لئے آپ کے عمال ووالی بھی اس کے خوگر ہو گئے تھے، اپنے اعزہ، اور قرابتداروں کے حق میں خاص طور پر مہربان تھے، اور اسی بنا پر والیان امصار کو معزول کرنا اور ان کے عوض دوسرے والیان ملک اور والیان امصار کا تقرر کرنا دتورع میں آیا، حضرت ابو موسٰی اشعری رض جو اعیان صحابہ رض میں تھے انہیں بصرہ کی امارت وولایت سے معزول کردیا، اور اپنے خالو عبدالرحمٰن بن عامر رض کو والی وحاکم بنایا، اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص رض کو ولایت مصر سے معزول کیا، ان کی جگہ اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن ابی السرح کو مقرر کیا، اور حکم بن العاص بن امیہ کو پناہ دی اور ایک ہزار درہم عطیہ دیا، اور عبداللہ بن خالد کو چار ہزار درہم عطیہ دیا۔

## فتوحات

حضرت عثمان رض کے عہد خلافت میں ملک کی وسعت بہت زیادہ ہوگئی تھی، اور حضرت فاروق رض کے عہد میں جو وسعت ملک کو حاصل تھی اس سے کہیں آگے نکل گئے تھے، چنانچہ حضرت عثمان رض نے عبداللہ بن عامر رض کو فارس وایران کی طرف بھیجا، کہ اسطخر کے ایرانیوں پر حملہ، اور فوج کشی کر کے اسے فتح کرلیں کہ یزدجرد شاہ ایران یہاں پناہ گزین تھا، یہ آخری ایرانیوں کا بادشاہ تھا۔ دارابجرد میں جاکر پناہ لی، عبداللہ رض نے اس کے تعاقب میں مجاشع بن مسعود رض کو روانہ کیا، اور یہ تعاقب کرتے ہوئے کرمان تک چلے گئے، اور دوسری طرف سجستان کے راستہ سے چین کا ارادہ کیا،

اللہ اکبر! آدھی صدی بھی اس نئی خلافت وسلطنت کو نہیں گذری کہ اسلامی مملکت اس قدر وسیع ہوگئی کہ دیکھنے اور سننے والوں کو حیرت ہوتی ہے، مجاشع رض سجستان پہنچے، اور یزدجرد کو وہاں نہیں پایا، تو یہ فارس کی طرف بڑھ گئے، یزدجرد بہت ڈرتا تھا اس لئے طرخان سے امداد کی درخواست کی، جب طرخان اس کی امداد کے لئے آیا یہ روپوش ہوگیا، اس کی واپسی میں طرخان نے

Marfat.com

یزدجرد پر بہت تیز حملہ کیا، چنانچہ مجاشع ابن مسعودؓ نے مدینہ طیبہ واپس ہونے کا ارادہ کیا، واپسی میں اس نے اپنی آرزو کو پالیا، مرزبان مل گیا، اسے قتل کر دیا، اس کے قتل ہونے سے سارا ایران مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا، اور وہ ایرانی جنہوں نے سارے ایران میں قتل وغارتگری کا سامان جمع کر رکھا تھا ختم ہو گیا، حضرت عمرؓ کے عہد میں جو ملک فتح کرنے سے رہ گیا تھا، حضرت عثمان رضؓ کے عہد میں فتح ہو گیا۔

شروع خلافت عثمانی رضؓ میں رومی حکومت قسطنطنیہ نے اسکندر رومی کو لکھا کہ مسلمانوں سے جو معاہدہ ہوا ہے اسے توڑ دو اور مصر کو آزاد کر لو، چنانچہ اسکندریہ کے رومیوں نے حکومت قسطنطنیہ کے ورغلانے سے معاہدہ کو توڑ دیا، اور قسطنطنیہ کی طرف سے اپنی فوجیں اسکندریہ کی طرف بحری راستے سے روانہ کر دیں، اور اس فوج کی قیادت منویل الخصی کے سپرد ہوئی، جب رومیوں کی ٹڈی دل فوج اسکندریہ پہنچی تو مقوقس، اور قبطی لوگ چونکہ مسلمانوں کے سلوک سے بہت ہی خوش تھے، رومیوں کو شہر میں داخل ہونے سے روک دیا، چنانچہ ساحل پر یہ رک گئے، اور جو لوگ معاہدہ سے ناراض تھے بھاگ کر وہاں پہنچنے لگے، اور پھر فسطاط کی طرف بڑھے اسلامی افواج حضرت عمرو بن العاصؓ کی قیادت میں آگے بڑھیں، (اس وقت تک حضرت عمرو بن العاصؓ معزول نہیں کئے گئے تھے) دونوں فوجوں میں گھمسان کی جنگ ہوئی، اور بالآخر رومی شکست کھا کر بھاگ نکلے، اسلامی لشکر نے تعاقب کیا، اور اسکندریہ تک جا پہنچا، اور حضرت عمرو بن العاصؓ نے اسکندریہ کی شہر پناہ اور قلعہ توڑنے کا حکم دے دیا، چنانچہ اسکندریہ کی شہر پناہ اور قلعہ توڑ دیا گیا۔

اس واقعہ کے بعد حضرت عثمان رضؓ نے حضرت عمرو رضؓ کو ولایت مصر سے معزول کر کے عبداللہ بن سعد رضؓ کو ان کی جگہ مامور کر دیا،

۲۷ھ میں عبداللہ بن سعدؓ نے افریقہ پر فوج کشی کی، اور افریقہ پر قبضہ کر لیا، اور افریقہ کے بادشاہ جرجیر کو قتل کر کے سارے افریقہ کو اپنے زیر حکومت کر لیا،

## فتح قبرص

۲۸ھ میں حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ نے شام سے فوج کشی کی، اور عبداللہ بن سعد رضؓ نے مصر سے فوج کشی کی، کہ کسی طرح جزیرۂ قبرص کو فتح کر لیا جائے۔

قبرص والوں نے اس شرط پر صلح کی کہ سات ہزار دینار سالانہ اہل قبرص روم کو دیں گے،

Marfat.com

اور مسلمانوں کو بھی اشارہ دیں گے، اس کے علاوہ امور میں اہل قبرص بالکل آزاد تھے، ہاں یہ ضروری تھا کہ دشمن کی نقل وحرکت سے مسلمانوں کو باخبر رکھیں گے، تاکہ مسلمان قومی نقل وحرکت سے آگاہ رہیں، اور دشمنوں سے باخبر رہیں۔

## بغاوت

افسوس ہے کہ حضرت عثمانؓ کے اعمال وکردار لوگوں کی نگاہ میں نہ جچے اور امصار و بلاد سے ان کے معزول اور خلافت سے بے دخل ہونے کی درخواستیں آنے لگیں، جب متواتر اہل مدینہ کے پاس اس قسم کے خطوط آئے تو یہ لوگ حضرت عثمان رض کے پاس پہنچے اور تحقیقات کی اور تمام شکایات کو بے وجود پایا، آپ نے فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| اَشِیْرُوْا عَلَیَّ وَاَنْتُمْ شُھُوْدٌ | مجھے مشورہ دو، اور تم گواہ بھی ہو، ان لوگوں نے کہا |
| فَقَالُوْا لَہٗ نُشِیْرُ عَلَیْکَ اَنْ تُرْسِلَ | ہماری رائے یہ ہے کہ آپ باوثوق لوگوں کو |
| رِجَالًا مِمَّنْ تَثِقُ بِھِمْ اِلَی الْاَمْصَارِ | مختلف شہروں میں بھیجیں تاکہ وہ آپ تک صحیح |
| حَتّٰی یَرْجِعُوْا اِلَیْکَ بِاَخْبَارِھِمْ۔ | خبریں پہنچائیں، |

چنانچہ آپ نے مختلف جہات میں آدمی بھیج دئے، بعض آدمی واپس آگئے اور بعض نہیں آئے عمار بن یاسرؓ بھی ان لوگوں میں تھے، ان کو مصر بھیجا گیا تھا، یہ اور ان کے ساتھی واپس نہیں آئے، یہاں تک کہ بعض کو خیال ہوا کہ عمارؓ مر گئے، اسی اثنا میں عبداللہ بن سعدؓ کا خط پہنچا کہ عمار کو کچھ لوگوں نے اپنی طرف جھکا لیا ہے، اور ان کو اور لوگوں سے ملنے نہیں دیا جاتا،

حضرت عثمان رض نے پھر خط لکھا کہ مدینہ کے لوگ مجھ سے شکایت کرتے ہیں، کہ میرے آدمی لوگوں کو گالیاں دیتے ہیں، اور انہیں مارا پیٹا کرتے ہیں، تو جن پر ظلم وجور ہوا ہو وہ موسم حج میں آئیں اور مجھ سے اور میرے عمال سے جو کچھ فروگذاشت ہوئی ہو بدلہ لے لیویں، یا معاف کر دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَصَدِّقِیْنَ۔

## مکہ میں اجتماع

۳۵ھ میں آپ نے اپنے عمال وگورنروں کو موسم حج میں بلایا، عبداللہ بن عامرؓ اور عبداللہ بن سعدؓ اور امیر معاویہ رض کو تخلیہ میں بلایا، اور کہنے لگے:۔

وَيْحَكُمْ مَا هٰذِهِ الشِّكَايَةُ وَاللّٰهِ إِنِّيْ مُخَالِفٌ أَنْ يَكُوْنُوْا صَادِقِيْنَ وَمَا يَضُرُّ هٰذَا الْأَمْرُ إِلَّا بِيْ ۔

تمہارا بھلا ہو، یہ کیا شکایت ہے، واللہ میں اس کا مخالف ہوں کہ وہ سچے ہیں لیکن یہ بات میرے حق میں مضر ہے ۔

ان حضرات نے اپنی صفائی پیش کرنا چاہی، لیکن حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا، ہر چیز کا دروازہ ہوتا ہے جس سے اندر داخل ہوا کرتے ہیں، جس امر سے میں ڈرتا ہوں وہ ہو کر رہے گا، جس امر کا دروازہ کھل جائے تو رفق ونرمی اور مواسات ہی سے بند ہوتا ہے، ہاں البتہ حدود الٰہی میں نرمی اور معافات کام نہیں دے گا، پھر بھی اگر یہ دروازہ کھل جائے تو مجھ پر اور میرے خلاف کوئی حجت پیش نہیں کر سکتا، اور اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے میں لوگوں کی بھلائی چاہتا ہوں، اور فتنوں کی چکی تو چل ہی رہی ہے، اور عثمانؓ کے لئے بشارت وخوشخبری ہے کہ موت تک اس نے اس دروازہ کو حرکت نہیں دی، لوگ خاموشی کے ساتھ حضرت عثمان کی باتیں سنتے رہے، جب موسم حج ختم ہوا تو تمام حضرات مدینہ منورہ تشریف لائے، حضرت عثمانؓ نے حضرت علی رضؓ، حضرت طلحہ رضؓ اور حضرت زبیر رضؓ کو بلایا، حضرت امیر معاویہؓ پہلے ہی سے وہاں موجود تھے، حمد وثنا کے بعد حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا:۔

أَنْتُمْ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخِيَرَتُهُ وَوُلَاةُ أَمْرِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ إِخْتَرْتُمْ صَاحِبَكُمْ عَنْ غَيْرِ غَلَبَةٍ وَلَا طَمَعٍ وَقَدْ كَبِرَ وَوَلِيَ عُمْرُهُ وَلَوِ انْتَظَرْتُمْ بِهِ الْهَرَمَ لَكَانَ قَرِيْبًا
وَلَا تُطْمِعُوا النَّاسَ فِيْ أَمْرِكُمْ فَوَاللّٰهِ إِنْ طَمِعُوْا فِيْهِ مَا رَأَيْتُمْ مِنْهَا أَبَدًا إِلَّا أَدْبَارًا ۔

تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور بہترین لوگ ہو، اس امت کے والی تم نے تمہارے صاحب کو بغیر کسی غل اور دھوکہ اور طمع کے اسے منتخب کیا ہے اور اب اسکا بڑھاپا قریب ہے اور اس کی آخری عمر ہے، اگر بڑھاپے تک تم انتظار کرو جو قریب ہے ....
اور تم لوگوں کو تمہارے امر میں طمع نہ کرنے دو واللہ اگر لوگوں نے اس میں طمع کی ابدالآباد تک تمہارے لئے برا ہے ۔

(تاریخ دول الاسلام رزق اللہ صفحہ ۱۷ ج ۱)

حضرت علی رضؓ نے ان کو ڈانٹا اور کہا۔

مَالَكَ وَلِذٰلِكَ لَا أُمَّ لَكَ ۔

تمہاری ماں مرے تم کو اس سے کیا واسطہ ہے؟

(تاریخ دول الاسلام صفحہ ۱۷ ج ۱)

حضرت امیر معاویہؓ نے جواب دیا۔

دَعْ اُمِّیْ فَھِیَ لَیْسَتْ بِشَرِّ اُمَّھَاتِکُمْ وَاَجِبْنِیْ عَمَّا اَقُوْلُ لَکُمْ۔

میری ماں کو چھوڑ دو، وہ تمہاری ماں سے بُری نہیں ہیں، اور جو میں کہتا ہوں اس کا جواب دو۔

(تاریخ دول الاسلام صفحہ ۱۷)

حضرت عثمانؓ نے جواب دیا میرا بھتیجا سچ کہتا ہے، میرے پہلے جو دو صاحب گذرے ہیں انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، اور جو کچھ انہوں نے کیا ہے اجر و ثواب حاصل کرنے کے خیال سے کیا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قرابتداروں ہیں دیا کرتے تھے، میں ان لوگوں میں ہوں کہ جس کے قرابتدار بہت زیادہ ہیں، اور معاش کی طرف سے بہت پریشان ہیں، اس لئے میں نے ان کے لئے اپنا ہاتھ کچھ کھول دیا ہے، اگر تم اسے میری غلطی کہتے ہو تو تم انہیں واپس بلالو، میرا اختیار تمہارے اختیار کے تابع ہے، ان لوگوں نے کہا۔

قَدْ اَصَبْتَ وَاَحْسَنْتَ۔

تم نے صحیح راہ اختیار کی اور بہت اچھا کیا۔

(تاریخ دول الاسلام صفحہ ۱۷)

تم نے عبداللہ بن خالد اسید کو پچاس ہزار، اور مروان کو پندرہ ہزار دئے ہیں تم ان سے واپس لوٹا لو، اور راضی خوشی سے یہ لوگ الگ ہو جائیں، ان کے الگ ہونے کے بعد حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ آپ شام تشریف لے چلیں، یا پھر اپنے گرد پہرہ رکھئے، دونوں باتوں سے حضرت عثمانؓ نے انکار کیا،

اس کے بعد حضرت امیر معاویہؓ نے شام کا سفر اختیار کیا راستہ میں مہاجرین کا ایک گروہ ملا، ان میں حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی تھے، حضرت امیر معاویہؓ نے ان سے کہا میں تمہارے پاس ایک بوڑھے کو چھوڑ جاتا ہوں ان کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں اور تم انہیں بھلائی کی وصیت کرتے رہو، چشم پوشی کیا کرو، تمہارے لئے اس میں بہتری ہے، اتنا کہہ کر انہیں رخصت کیا، اور شام کی طرف چل کھڑے ہوئے،

## مصر و کوفہ کے باغی

لیکن مسلمانوں کی خفگی حضرت عثمانؓ کی نسبت دن بدن بڑھتی ہی چلی گئی تا آنکہ آخری رائے ان لوگوں نے قائم کرلی کہ مدینہ منورہ کو چلنا چاہئے چنانچہ مصر سے عبدالرحمٰن بن عدیس البلدی

Marfat.com

ہزار آدمیوں کے ساتھ چل پڑے، اتنے ہی آدمی لے کر مکہ مکرمہ سے لوگ لے کر چل پڑے، بصرہ سے بھی اسی قدر آدمی چل کھڑے ہوئے، اتنے ہی آدمی کوفہ سے چل پڑے، شوال کا مہینہ تھا، حج کا ارادہ ظاہر کیا، اور مدینہ منورہ کو پہنچے، مصری لوگ حضرت علیؓ کے پاس پہنچے، اور بصرہ کے لوگ حضرت طلحہؓ کے پاس پہنچے، کوفہ کے لوگ حضرت زبیرؓ کے پاس پہنچے، مصریوں کو حضرت علیؓ نے ڈانٹا، اور نکال دیا، اسی طرح بصرہ کے لوگوں کو حضرت طلحہؓ نے ڈانٹا اور نکال دیا حضرت زبیرؓ نے بھی یہی معاملہ کیا۔

مدینہ منورہ کے لوگ جو جمع ہو گئے تھے، یہ خیال کر کے کہ یہ لوگ ارادہ سے باز آکر واپس چلے گئے منتشر ہو گئے، مصر والوں کا قصد تھا کہ عبداللہ بن سعدؓ کو معزول کرا کر کسی دوسرے کو مصر کا والی بنائیں، چنانچہ حضرت علیؓ کے اشارہ سے حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن سعدؓ کو معزول کر دیا، اور محمد بن ابی بکرؓ کو مصر کا والی بنا دیا، اور حضرت عثمانؓ نے اس جدید والی کو فرمان لکھ دیا، فرمان کے بعد نیا والی اور مصر کے لوگ چل کھڑے ہوئے، یہ لوگ راستہ ہی میں تھے کہ دیکھا ایک غلام بڑی تیزی سے سواری کو ہنکا کر لے جا رہا ہے، اسے دیکھ کر ان کو کچھ شبہ ہوا، پوچھا کہاں جا رہا ہے؟ اس نے کہا والی مصر کے پاس، انہوں نے کہا والی مصر تو یہ ہیں، ان کی مراد محمد بن ابی بکرؓ سے تھی، اس نے کہا دوسرا والی عبداللہ بن سعدؓ، ان لوگوں نے تفتیش کی، تو اس کے پاس سے ایک خط عبداللہ بن سعدؓ کے نام نکلا۔ جس پر حضرت عثمانؓ کی مہر لگی ہوئی تھی، اور خط میں لکھا تھا ان کو پوری پوری سزا دینا اور ان کو مثلہ کر دینا، یہ لوگ اس غلام اور خط کو لے کر مدینہ منورہ لوٹے، سب سے پہلے حضرت علیؓ سے ملے، حضرت علیؓ نے پوچھا کیوں واپس لوٹے، انہوں نے کہا ہم ایک غلام اور خط پکڑ کر لائے ہیں، اور خط میں ہمیں قتل کرنے کو لکھا ہے، اس خط پر حضرت عثمانؓ کی مہر ہے، چنانچہ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچے، اور مصریوں کی واپسی کی خبر دی، حضرت عثمانؓ نے مجمع کے سامنے خطبہ دیا اور مجمع کو ڈانٹا، ہر طرف سے آواز آئی،

اِتَّقِ اللّٰہَ یَا عُثْمَانُ وَ تُبْ اِلَیْہِ۔ اے عثمان خدا سے ڈرو، اور توبہ کرو،

## شہادت حضرت عثمانؓ

اور حضرت عثمانؓ نے بلند آواز سے کہا۔ سب سے پہلے میں نصیحت پکڑتا ہوں اور خدا کی جناب میں توبہ و استغفار کرتا ہوں، تم اپنے اشراف کو لاؤ۔ اگر غلام کو میں نے بھیجا ہے اور

Marfat.com

مجھے اس کی خبر ہو، اس کے بعد آپ خوب روئے، اور لوگ بھی روئے، اس کے بعد حضرت علیؓ اور محمد بن مسلمہؓ حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچے، اور مصریوں کی فریاد سامنے آئی تو آپ نے قسم کھائی کہ نہ مجھے اس کا علم ہے، دمیں نے کوئی خط لکھا ہے، ان لوگوں نے کہا تمہارے ہوتے ہوئے دوسرے کو ایسا کرنے کی جرأت کیسے ہو سکتی ہے، آپ معزول کر دینے کے قابل ہیں، ایسا کمزور والی ہمیں نہیں چاہیئے، آپ خود اپنے کو معزول کر دیجئے، آپ نے کہا اللہ تعالیٰ نے جو لباس مجھے پہنایا ہے میں اسے نکال نہیں سکتا، البتہ میں توبہ کرتا ہوں، انہوں نے کہا ہم دیکھتے ہیں کہ توبہ کرتے ہو اور پھر وہی کرتے ہو،

آخر تمام نے متفقہ مطالبہ کیا کہ مروان آپ کا منشی ہے، ہمارے حوالے کر دو، ہم اسے قتل کریں گے، آپ اس پر راضی نہ ہوئے، اور پھر یہ لوگ آپ کے پاس سے نکل گئے، اور آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا، حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کے پاس آدمی بھیجا اور کہلوایا کہ کیا تم خوش ہو کہ تمہارا چچیرا بھائی قتل کر دیا جائے، اور تمہارا ملک چھین لیا جائے، حضرت علیؓ نے کہا ہرگز نہیں، اور حضرت عثمانؓ کے دروازے پر امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو پہرہ لگانے کو بھیج دیا، چالیس دن تک محاصرہ رہا، اور بالآخر کچھ لوگ دیوار پھاند کر مکان کے اندر داخل ہوئے، ایک نے چھری کا وار کیا، اور دوسرے نے آپ کا کام ختم کر دیا، اس حالت میں آپ کی بی بی نائلہؓ بچانے کی خاطر آگے بڑھیں، چھینا جھپٹی میں ان کی انگلیاں کٹ گئیں، تین دن لاش بے گور و کفن پڑی رہی کسی کو ہمت نہیں ہوتی تھی کہ لاش کو اٹھا سکیں۔

١٨ ذی الحجہ ٣٥ھ میں شہید ہوئے، آپ کی خلافت دس دن کم بارہ برس رہی۔

چونکہ فوجیں تمام جہاد میں مشغول تھیں، اور دُور دُور پڑی ہوئی تھیں، مدینہ منورہ کے لوگ یہ سمجھ کر کہ باہر کے لوگ تمام چلے گئے ہیں، اور ان لوگوں نے یہ اعلان کرا دیا کہ جو لوگ اپنے گھروں کے دروازے بند رکھیں گے ان کو امن ملے گی، اور جو باہر نکلیں گے مار دئے جائیں گے، اور اس لئے اس تھوڑی سی جمعیت کو اتنی جرأت ہوئی کہ ایک بہت بڑے خلیفۂ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؛

---

Marfat.com

# حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت

## ۳۵ سنہ تا ۴۱ سنہ ۶۵۶ سنہ تا ۶۶۱ سنہ

حضرت عثمان رض کی شہادت کے بعد مہاجرین اور انصار جمع ہوئے اور انہیں لوگوں میں حضرت طلحہ رض اور حضرت زبیر رض بھی تھے، حضرت علی رض کے پاس آئے کہ ان کے ہاتھ پر بیعت خلافت کریں، حضرت علی رض نے انکار کیا، اور کہا میں وزیر رہنا پسند کرتا ہوں، نہ کہ میں امیر بنوں، امارت کے لئے جسے چاہو منتخب کر لو، بار بار اصرار و الحاح کیا اور کہا آپ سے زیادہ ہم کسی کو اس امر کا مستحق نہیں پاتے، آپ سابقین اولین میں ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے قرابت قریب رکھتے ہیں، حضرت علی رض نے منظور کر لیا، اور سب کے سب مسجد نبوی میں تشریف لے گئے کہ حضرت علی رض کے ہاتھ پر بیعت خلافت کریں، تمام حاضرین نے بیعت کی مگر بنی امیہ نے بیعت نہیں کی، مروان بن الحکم، سعید بن العاص، ولید بن عقبہ اور تمام عثمانی صحابہ نے بیعت سے انکار کر دیا۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت علی رض ایک بہادر، دلیر اور شہسوار تھے، مبازرت میں اور جنگ میں ہمیشہ کامیاب رہے، صالح، نیک بخت، صاحب ورع و تقوی آدمی تھے، لیکن یہ مانی ہوئی بات ہے کہ آپ کی خلافت کے لئے وقت بالکل ناسازگار تھا، زمانہ بالکل نامساعد تھا،

آپ کے عہد میں کوئی خاص ملکی فتوحات نہیں ہوئیں، ——————— بلکہ داخلی اور اندرونی شورشوں میں سارا وقت گذرا، اور سچ تو یہ ہے کہ حالات اور وقت انہیں مناسب نہ ملا۔

## حضرت عائشہ صدیقہ رض اور حضرت طلحہ رض اور حضرت زبیر رض کی مخالفت

حضرت عائشہ صدیقہ رض، حضرت عثمان رض کے خلاف تھیں، اور ان پر طعن و تشنیع کیا کرتی تھیں، آپ کی خواہش تھی کہ حضرت طلحہ رض کے ہاتھ پر بیعت کی جائے، حضرت عثمان رض کی شہادت کے موقع پر آپ مکہ معظمہ میں تھیں جب آپ کو شہادت کی خبر ہوئی تو آپ نے مدینہ منورہ کا ارادہ کیا راستہ میں ایک سوار ملا، آپ نے پوچھا مدینہ منورہ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ

Marfat.com

حضرت عثمان رضہ شہید کر دیئے گئے، آپ کا خیال تھا کہ اب حضرت طلحہ رضہ کے ہاتھ پر بیعت ہوگی، جب آگے بڑھیں، ایک اونٹ سوار ملا آپ نے اس سے پوچھا مدینہ طیبہ کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا حضرت علی رضہ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کر لی، یہ سن کر آپ چلا اٹھیں، واعثماناہ! ما قتلہ الا علی رضہ حضرت عثمان رضہ کے قاتل علی رضہ ہی ہیں، قسم خدا کی حضرت عثمان رضہ کی ایک انگلی زمین و آسمان سے بہتر ہے، یہ سن کر آپ کی ننہال میں سے ایک آدمی بولا، آپ تو انھیں قتل کرنے کو کہتی تھیں، اب یہ کہہ رہی ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضہ نے جواب دیا انھوں نے توبہ کر لی تھی پھر قتل کر دیئے گئے۔

اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضہ مکہ مکرمہ کی طرف واپس لوٹیں، حضرت طلحہ رضہ اور حضرت زبیر رضہ نے بصرہ اور کوفہ کی ولایت حضرت علی رضہ سے چاہی، حضرت علی رضہ نے انکار کیا۔ اور کہا تم دونوں میرے پاس رہو مجھے تمہاری جدائی گوارا نہیں ہے، آخر ان دونوں حضرات نے عمرہ کی اجازت مانگی، اجازت مل گئی۔

# جنگ جمل

اب یہ حضرات مکہ مکرمہ پہنچے، سب سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ سے ملے، حضرت عثمان رضہ کی شہادت کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا، ادھر بنو امیہ وغیرہ نے ان کی امداد کی حضرت عائشہ صدیقہ رضہ کو ساتھ لے کر بصرہ پہنچے اور حضرت علی رضہ کی جانب سے ابن حنیف امیر بصرہ تھے انہیں پکڑ کر ان کی ساری ڈاڑھی نوچ ڈالی، یہ سیدھے حضرت علی رضہ کے پاس پہنچے کہنے لگے، دیکھ لیجئے مجھے آپ نے ڈاڑھی والا بھیجا تھا اب میں امرد بنا کر یہاں بھیجا گیا ہوں، حضرت علی رضہ نے کہا، اجر و خیر تم نے پالیا۔

جب حضرت علی رضہ کو حضرت عائشہ صدیقہ اور طلحہ رضہ اور زبیر رضہ اور ان کے ساتھیوں کی مخالفت کی تحقیق ہوگئی، مدینہ منورہ سے ۹۰۰ آدمی آپ کے ہمراہ تھے اور چھ ہزار آدمی کوفہ سے آگئے بصرہ کا ارادہ کیا، خریبہ مقام پر دونوں فریق آمنے سامنے ہوئے، جنگ شروع ہوگئی، حضرت علی رضہ نے حضرت زبیر رضہ اور طلحہ رضہ کو خطاب کر کے فرمایا۔ ایسا کرنے پر آپ کیوں مجبور ہوئے؟ حضرت زبیر رضہ نے کہا ہم آپ کو اس امر کا اہل نہیں پاتے، حضرت طلحہ رضہ سے کہا کیا تم نے پہلے میرے ہاتھ پر بیعت نہیں کی؟ حضرت طلحہ رضہ نے کہا بیعت ضرور کی لیکن تلوار ہماری گردنوں پر تھی۔

Marfat.com

اسی اثنا میں حضرت علی رضہ کے ساتھیوں میں سے ایک آدمی سعدی آ گیا، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضہ سے خطاب کرکے بولا۔ اے ام المومنین واللہ عثمان رضہ کا قتل اہون ہے، اس سے کہ آپ گھر سے نکلیں، اور اس ملعون اونٹ پر سوار ہو کر نکل کھڑی ہوئیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ستر و حرمت کا لباس پہنایا، آپ نے اس لباس کو اتار پھینکا، اس کے بعد مسلمانوں کے دونوں فریق میں جنگ چھڑ گئی، حضرت زبیر رضہ بھاگ نکلے، لیکن عمر بن جرموز نے ان کا تعاقب کیا اور قتل کر دیا، اب حضرت طلحہ رضہ رہ گئے، تو انہیں ایک ایسا تیر لگا کہ اس کے بعد جانبر نہ ہو سکے، قریب قریب نوّے ۹۰ آدمی حضرت عائشہ صدیقہ رضہ کے اونٹ کی حفاظت میں مارے گئے، حضرت عائشہ صدیقہ رضہ چلاتی تھیں جو باقی ہیں وہ بھی نکل آئیں، حضرت علی رضہ چلائے کہ اونٹ کی کوچیں کاٹ دو، ایک آدمی آگے بڑھا اور اونٹ کی کوچیں کاٹ دیں ہودج گر پڑا، ہودج کو علیحدہ لے گئے دیکھا ہودج تمام تیروں سے چھلنی ہو چکا ہے، حضرت علی رضہ ہودج کے پاس کھڑے ہو گئے اور محمد بن ابی بکر سے کہا کہ اپنی بہن کو دیکھو کہ وہ زندہ ہیں یا نہیں؟ محمد بن ابی بکر نے ہودج میں سر ڈالا، حضرت عائشہ صدیقہ رضہ چلائیں تم کون ہو؟ انھوں نے کہا تمہارے ساتھ نیکی کرنے والا تمہارا بھائی ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضہ نے کہا چل ہٹ، انہوں نے کہا کچھ لگا تو نہیں؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضہ نے کہا تم کو اس سے کیا واسطہ؟

آخر الامر حضرت علی رضہ کو فتح نصیب ہوئی، اور بصرہ میں جا کر آرام کیا، اسی واقعہ کو تاریخ میں جنگ جمل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

## حضرت امیر معاویہ رضہ کی مخالفت

حضرت عثمان رضہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضہ کی خلافت ہوئی تو تمام امراء اور والیان ملک جنہیں حضرت عثمان رضہ نے مامور کیا تھا معزول کر دیا، اور ان کے بدلہ اپنے منتقربین کو مامور کر دیا، چنانچہ عثمان بن حنیف کو بصرہ کا والی بنایا، ان کا حال تمہیں معلوم ہو گیا کہ حضرت طلحہ رضہ اور حضرت زبیر رضہ نے ان کی ڈاڑھی نوچ ڈالی تھی، عمار بن شہاب کو کوفہ کا، اور عبداللہ بن عباس رضہ کو یمن کا، اور قیس بن سعد رضہ کو مصر کا، اور سہل بن حنیف رضہ کو شام کا والی بنایا۔

سہل بن حنیف شام کی طرف چل کھڑے ہوئے، تبوک پہنچکر چند گھوڑ سوار انسے ملے

Marfat.com

کہنے لگے تم کون ہو؟ انہوں نے کہا امیر شام، انھوں نے کہا اگر عثمان کے بھیجے ہوئے ہو تو اَھْلاً وَّسَھْلاً اگر کسی اور کے بھیجے ہوئے ہو تو واپس چلے جاؤ۔

اس نے کہا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کیا ہوا؟ انہوں نے جواب دیا ہاں ہمیں علم ہے، یہ واپس لوٹے اور سیدھے حضرت علی رضہ کے پاس پہنچے، اور حضرت علی رضہ کو خبر دی،

قیس بن سعدؓ مدینہ منورہ سے فوج لے کر مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ ان سے مصر کی حکومت مضبوط ہو گئی، اور افریقہ کا بڑا حصہ بھی، جہاں حضرت عثمان رضہ کا گروہ بھی تھا۔

حضرت معاویہ رضہ کا طریق کار یہ رہا کہ حضرت عثمان کا خون آلود کرتہ، اور آپ کی بی بی نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں روزانہ منبر پر لٹکا دیتے اور خطبہ دیتے اور ان کے ذہن نشین کرتے کہ حقیقت میں حضرت عثمان رضہ کے قاتل حضرت علی رضہ ہیں، حضرت معاویہ رضہ کے داعی یہی دعوت دیتے پھرتے تھے،

شامیوں نے حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر امارت کی بیعت کی نہ کہ خلافت کی، جب جنگ جمل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضہ اور حضرت طلحہ رضہ اور حضرت زبیر رضہ کو شکست ہوئی تو ان کی ہمت پست نہیں ہوئی بلکہ ہمت و جرأت اور بڑھ گئی، لیکن حضرت معاویہ رضہ جو ہر امر پر غور کرنے کے عادی تھے، انہوں نے دیکھا کہ سعد بن قیسؓ کی شجاعت کی وجہ سے حضرت علی رضہ کے لئے مصر مضبوط ہو گیا، بصرہ تو خود حضرت علی رضہ نے فتح کر لیا ہے، دو طرف دو مورچے سخت ہیں، آخر حیلہ سازیوں سے کام لینا شروع کر دیا، سعد بن قیس امیر مصر کے نام خط لکھا، جس میں خاص طور پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی حضرت عثمان رضہ کے قاتل حضرت علی رضہ ہیں، اور اس بارے میں جتنی دلیلیں ہو سکتی ہیں پیش کیں، اور گویا شہد میں زہر ملا کر پیش کیا آخر میں لکھا کہ آپ کے لئے عراقین کی سلطنت میں تجویز کرتا ہوں، اور جب تک میں زندہ ہوں اس وقت تک، اور آپ اپنے دوستوں میں سے جسے پسند کریں، حجاز کی سلطنت ہے اور یہ بھی جب تک میں زندہ رہوں، اور دوسرا کچھ چاہو تو اپنی رائے لکھو۔

سعد بن قیس کو معلوم تھا کہ یہ ایک حیلہ ہے، انہوں نے خط لکھا یہ معاملہ سخت خطرناک ہے۔ اس میں جلد بازی اچھی نہیں ہے، اب حضرت معاویہؓ نے دوسرا راستہ اختیار کیا، آدمیوں کے ساتھ حضرت علی رضہ تک باتیں پہونچائیں کہ سعد بن قیسؓ کا تعلق حضرت معاویہؓ سے ہے، حضرت علی رضہ نے باور نہیں کیا، لیکن کچھ بھی ہو کچھ وہم و شک ضرور ہو گیا، حضرت علی رضہ نے سعد بن قیس کو لکھا کہ عثمانی گروہ جو مصر میں موجود ہے اس سے جنگ لڑ لیں، اور مصر سے اس کا خاتمہ کر دیں مصر میں

Marfat.com

جو عثمانی گروہ تھا بالکل پرامن اور خاموش تھا، سعد بن قیس نے اس سے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا اور حضرت علی رض کو خط لکھا ایسے پرامن، خاموش گروہ سے خواہ مخواہ جنگ مناسب نہیں، اس سے حضرت علی رض کا شبہ اور بڑھ گیا کہ ضرور ان کا تعلق حضرت معاویہؓ سے ہے، انہیں معزول کردیا اور ان کی جگہ محمد بن ابی بکر رض کو بھیجدیا، گویا اس حیلہ میں حضرت معاویہ رض کامیاب رہے، ادھر حضرت عمرو بن العاص رض سے اتحاد ہو ہی چکا تھا۔

## واقعہ صفین

جنگ جمل کے بعد حضرت علی رض کوفہ پہنچے، ہمدان، آذربیجان کے عمال کو بلایا اور بیعت لی، حضرت معاویہؓ کے لئے تمام نے بیعت کرلی، حضرت علی رض نے اپنے نمایندوں کے ذریعہ کہلوا بھیجا کہ مہاجرین، اور انصار نے بیعت کرلی حضرت طلحہ رض، حضرت زبیر رض نے انکار کیا، جس کا حشر آپ کو معلوم ہے، حضرت معاویہ رض نے حضرت عمرو بن العاصؓ سے مشورہ کیا، انھوں نے کہا شامیوں کو جمع کیجئے، حضرت عثمان رض کے خون کے اصل ملزم تو علی رض ہیں، وفد نے آکر حضرت علی رض سے کہا، شامی لوگ تمام کے تمام حضرت معاویہؓ کے ساتھ ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ ہم ضرور لیں گے، حضرت علی رض کو پوری طرح معلوم ہو گیا تو لشکر لے کر امیر معاویہؓ کے مقابلہ کے لئے چل دئے حضرت معاویہ رض بھی لشکر لے کر تیار تھے، حضرت امیر معاویہ رض پچاس ہزار فوج لے کر صفین کی طرف روانہ ہوئے، حضرت علی رضؓ سے پہلے حضرت امیر معاویہ رض کا لشکر پہنچ گیا، اور فرات کے کنارے اچھی مناسب جگہ قیام کیا، اور ابوالاعور سلمی کو ایک عمدہ شاہراہ پر چالیس ہزار فوج لے کر متعین کردیا، ادھر حضرت علی رض نوے ہزار فوج لے کر چلے مدائن اور مدائن سے انبار ہوتے ہوئے رقہ پہنچے اور یہاں گذرنے کے لئے پل تعمیر کیا، عبور کر کے شام کی طرف بڑھے، یہاں دیکھتے ہیں حضرت امیر معاویہ رض کی فوجیں صفین میں اچھا سے اچھا مقام دیکھ کر قیام کر چکی ہیں، اور پانی پر بھی ان کا قبضہ ہے، حضرت علی رض کی فوج نے ساری رات پیاس سے گذاری، حضرت امیر معاویہ رض سے حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا حضرت علی رض اور ان کی نوے ہزار فوج کو پیاس سے مارا جاسکتا ہے؟ ان کی تلواریں تو ہماری گردنوں پر ہیں، چھوڑئے وہ بھی پانی پئیں اور ہم بھی پئیں، حضرت معاویہ رض نے کہا واللہ ایسا نہیں ہوسکتا، بلکہ جس طرح حضرت عثمان رض پیاسے مرے ہیں یہ بھی مریں،

حضرت علی رض کا خفیہ محکمہ کام زوروں سے کر رہا تھا، حضرت علی رض نے چار ہزار فوج بھیجدی

Marfat.com

کہ کسی طرح پانی پیو، یا سب کے سب مرجاؤ، اور باقی فوج اشتر کے ساتھ کردی، اور حضرت امیر معاویہؓ کی فوج پر حملہ کردیا، ابوالاعور کی فوج نے اس زور کا حملہ کیا کہ حضرت امیر معاویہ رض کی فوج میں بھاگڑ پڑ گئی، بے شمار آدمی غرق ہو کر مر گئے، اور حضرت امیر معاویہ رض نے یہ جگہ خالی کردی، اور خود ان کا لشکر پیاس سے مرنے لگا، حضرت امیر معاویہ رض نے حضرت عمرو بن العاصؓ سے کہا۔ ابو عبداللہ! تمہارا کیا خیال ہے، علی رض ہم کو پانی سے روکیں گے، جیسا کہ ہم نے انہیں روک دیا تھا، حضرت عمرو نے کہا ہرگز نہیں روکیں گے، انکا مقصد دوسرا ہے کہ تم ان کی اطاعت کرلو، یا پھر وہ تمہاری گردنیں اڑادیں، چنانچہ حضرت امیر معاویہ رض نے آدمی بھیجا کہ ہمیں پانی پر اترنے دیجئے، اور پانی پینے دیجئے، حضرت علی رض نے فوراً اجازت دے دی، غور کیجئے حضرت معاویہ رض میں اور حضرت علی میں کتنا فرق ہے،

اب محرم کا مہینہ شروع ہوا، لوگوں نے قتال و جنگ بند کرنے کا فیصلہ کرلیا، اس درمیان تیں نوے معرکے دونوں فریق میں ہو چکے تھے، بہت سی مخلوق خدا دونوں فریق میں سے ہلاک و برباد ہوئی، اور قریب تھا کہ حضرت علی رض کی فوج غالب ہو جاتی، حضرت امیر معاویہ رض نے ایک اور چال چلی، پانچ سو قرآن نیزوں پر لٹکا دئے۔ حضرت علی رض نے پوچھا اس کا کیا مقصد ہے؟ کہا ہم میں اور تم میں کتاب اللہ حاکم ہے، ایک حکم تمہارا ہو اور ایک ہمارا، اور وہ کتاب اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ دیں، وہ جو فیصلہ دیں ہمیں منظور ہے۔ حضرت علی رض اس تجویز کو منظور کرنے پر مجبور ہو گئے، اصل قضیہ نقل کرلیا گیا، اور رمضان المبارک میں فیصلہ ہونا طے پایا، اور حضرت علی رض کوفہ کو روانہ ہو گئے، اور حضرت امیر معاویہؓ شام کی طرف روانہ ہوئے،

جب حضرت علی رض کوفہ پہنچے بارہ ہزار قاری ان سے علیحدہ ہو گئے، اور چلاّنے لگے کہ اتنی بڑی بڑی مصیبتیں جھیلیں اور آخر قضیہ اور فیصلہ لوگوں کے فیصلہ پر چھوڑ دیا گیا۔

حکم۔ حضرت امیر معاویہ رض کی جانب سے عمرو بن العاصؓ مقرر ہوئے جو ایک کہنہ مشق سیاست دان تھے، اور حضرت علی رض کی جانب سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رض مقرر ہوئے جو ایک عالم متبحر، دیندار صاحب ورع و تقویٰ شخص تھے،

## تحکیم

اس کے بعد حضرت ابوموسیٰ اشعری رض اور حضرت عمرو بن العاص رض، مکہ مکرمہ، کوفہ، اور

Marfat.com

شام کے درمیان جمع ہوئے، صفین کے واقعات کو آٹھ مہینہ ہو چکے ہیں، ان کے ساتھ صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی ایک بڑی جماعت بھی تھی، خیمے گاڑے گئے، ڈیرے لگ گئے، اور باقاعدہ اب بات چیت شروع ہو گئی، حضرت عمرو بن العاص رضؓ نے کہا جو کچھ ہم تم کہیں لکھ لینا چاہیے تاکہ بعد میں جا کر انکار نہ ہو سکے، کاتب کو بلایا، اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضؓ نے چپکے سے کاتب کے کان میں کہہ دیا کہ میرا نام پہلے لکھنا، چنانچہ بسم اللہ کے بعد حضرت عمرو بن العاص کا نام لکھا، مجمع میں حضرت عمرو بن العاص رضؓ نے کہا میرا نام پہلے نہ لکھو، حضرت ابو موسیٰ کا نام پہلے لکھو کہ وہ مجھ سے افضل اور بہتر ہیں، اس کے بعد حضرت عثمان رضؓ کے قتل کے متعلق گفتگو شروع ہوئی حضرت عمرو بن العاص رضؓ نے کہا ان کے قتل کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ نے کہا وہ مظلوم شہید ہوئے ہیں، حضرت عمرو بن العاص رضؓ نے کاتب سے کہا لکھ لو، اس کے بعد کہا، ابو موسیٰ رضؓ حضرت علی رضؓ اور معاویہ رضؓ جس میں الجھے ہوئے ہیں اس سے بہتر ہے کہ ہم امت کی بھلائی کا کوئی اور راستہ ڈھونڈیں اگر آپ چاہیں تو دونوں کو امارت سے خارج کر دیں، اور کوئی تیسرا شخص جس سے تمام مسلمان خوش اور راضی ہوں امیر منتخب کر لیں کیونکہ یہ ایک بہت بڑی امانت ہمارے سپرد کی گئی ہے، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ نے کہا کوئی حرج نہیں، حضرت عمرو بن العاص رضؓ نے کاتب سے کہا لکھ لو، اس کے بعد کتابت ختم کر دی گئی، اور اجلاس دوسرے دن کے لئے ملتوی کر دیا گیا۔

دوسرے دن انہیں صحابہ و تابعین کا اجلاس شروع ہوا تو حضرت عمرو بن العاص رضؓ کہنے لگے اے ابو موسیٰ رضؓ۔

قَدْ اَخْرَجْنَا عَلِیًّا وَ مُعَاوِیَۃَ مِنْ ھٰذَا الْاَمْرِ — ہم نے علی رضؓ اور معاویہ رضؓ دونوں کو اس امر سے بے دخل کر دیا ہے،

اب تم جس کا نام چاہو پیش کرو، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ نے متعدد نام پیش کئے حضرت عمرو راضی نہیں ہوئے۔

اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضؓ نے اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے کہا، ابو موسیٰ نے اپنے صاحب علی رضؓ کو معزول کر دیا ہے، اور میں بھی ان کو معزول کرتا ہوں۔ لیکن میں اپنے صاحب معاویہ رضؓ کو باقی رکھتا ہوں، کیونکہ حضرت عثمان رضؓ کے ولی، اور ان کے خون کے طالب ہیں۔ اور ان کی جگہ کے زیادہ حقدار ہیں۔

Marfat.com

اس کے بعد حضرت ابوموسیٰ رض گھوڑے پر سوار ہو کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے، اور لوگوں سے شرمندہ تھے، اور حضرت عمرو رض اور شامی لوگ حضرت امیر معاویہ رض کی طرف لوٹے، اور جاکر خلافت کی خوشخبری سُنائی، اس وقت سے حضرت امیر معاویہ رض کی قوت بڑھتی چلی گئی، اور حضرت علی رض کی قوت گھٹتی چلی گئی۔

جب حکم کی کیفیت حضرت علی رض کو معلوم ہوئی تو اہل کوفہ کو حضرت معاویہ رض کے خلاف جنگ کے لئے ابھارنا شروع کر دیا، اہل کوفہ نے انکار کر دیا، اور کہنے لگے، ہمیں اب استراحت و آرام کی ضرورت ہے، ہم آرام کرنا چاہتے ہیں، دوسری طرف خوارج کا فتنہ تھا اسے فرو کرنا بھی ضروری تھا۔

# حضرت امیر معاویہ رض مصر فتح کرتے ہیں!

حضرت عمرو بن العاص رض نے بیعت خلافت، حضرت امیر معاویہ رض کے لئے لی مگر خود بیعت کرنے سے گریز کرتے رہے، کہ تا زیست مصر کا عامل مجھے نہ بنا دیا جائے میں خود بیعت نہیں کروں گا حضرت معاویہ رض نے منظور کر لیا۔

حضرت عمرو بن العاص رض جس طرح حضرت عمر بن الخطاب رض کو مصر فتح کرنے کے لئے ابھارتے رہتے تھے، حضرت امیر معاویہ رض کو بھی ابھارتے رہے، ایک مرتبہ حضرت عمرو بن العاص رض اور حبیب بن سلمہ وغیرہ کو حضرت امیر معاویہ رض نے بلایا۔ اور کہنے لگے تمہیں میں نے کس لئے بلایا ہے؟ حضرت عمرو بن العاص رض نے کہا اس لئے بلایا ہے کہ مصر کے متعلق ہماری رائے دریافت کرو، اگر اسی لئے بلایا ہے تو صبر و عزیمت سے کام لیجئے، اسی میں آپ کی عزت ہے، اور آپ کے ساتھیوں کی بھی عزت ہے، اور آپ کے دشمنوں کے لئے ذلت و خواری ہے حضرت معاویہ رض نے کہا مسئلہ بہت اہم ہے، حاضرین سے دریافت کیا، انھوں نے بھی وہی جواب دیا جو حضرت عمرو بن العاص رض نے جواب دیا تھا۔

اب حضرت امیر معاویہ رض نے مصر فتح کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اور تیاری شروع کر دی، اور مصر کی قیادت حضرت عمرو بن العاص رض کو دے دی۔

حضرت عمرو رض نے مصر فتح کر لیا، محمد بن ابی بکر رض جو علی رض کے عامل تھے انھیں قتل کیا، ادھر حضرت علی رض نے اشتر کو محمد بن ابی بکر رض کی امداد کے لئے بھیجا، یہ قلزم تک پہنچے تھے کہ کسی

نے شہد کے اندر زہر ملا کر کھلا دیا، جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے، حضرت عمرو رض نے محمد بن ابی بکر رض کے قتل پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ مردار گدھے کے اندر رکھ کر آگ دے دی، اب اہل مصر نے بھی حضرت معاویہ رض کے حق میں بیعت کر لی، حضرت علی رض نے مصر کے لئے بہت کچھ مدد چاہی، لیکن کوفہ کے شیعوں میں سے کوئی مدد پر نہ آیا، بجز تھوڑے سے آدمیوں کے کوئی جمع نہ ہو سکا، اور اسی اثنا میں فتح مصر، اور محمد بن ابی بکر رض کے قتل کی خبر حضرت علی رض کو ملی،

سنہ ۴۰ھ میں حضرت امیر معاویہ رض نے بسر بن ارطاۃ کو فوج دے کر حجاز روانہ کیا، یہاں حضرت علی رض کی جانب سے حضرت ابو ایوب انصاری عامل تھے، یہ یہاں سے بھاگ کر حضرت علی رض کے پاس پہنچے، بسر نے مدینہ طیبہ میں خون کی ندیاں بہا دیں، کیونکہ مدینہ طیبہ کے لوگ حضرت امیر معاویہ رض کے ہاتھ پر بیعت کرنا پسند نہیں کرتے تھے، اس کے بعد بسر یمن کی طرف بڑھے، اور ہزاروں مسلمانوں کو قتل کر دیا، حضرت علی رض کی جانب سے حضرت عبداللہ بن عباس رض عامل یمن تھے، یہ بھی بھاگ نکلے، ان کے دونوں بیٹوں کو قتل کر دیا۔

اسی طرح حضرت امیر معاویہ رض مختلف جہات میں سرایا بھیجتے رہے، تا آنکہ ان کی قوت جیسی چاہیے تھی ویسی ہو گئی، جس قدر قوت و طاقت حضرت امیر معاویہ رض کی بڑھتی چلی گئی حضرت علی رض کی گھٹتی گئی،

## شہادت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسی سال رمضان المبارک میں تین خارجی جمع ہوئے، عبدالرحمٰن بن ملجم المرادی، عمرو بن بکر التمیمی، برک بن عبداللہ التمیمی، اور کہنے لگے، اگر ان ائمہ ضلال کو ہم قتل کر دیں تو خدا کے بندوں کو ہم بہت آرام پہنچائیں گے، ابن ملجم نے کہا علی رض کا ذمہ میں لیتا ہوں، برک نے کہا معاویہ رض کا ذمہ میں لیتا ہوں، عمرو بن بکر نے کہا عمرو بن العاص رض کی ذمہ داری میرے سر، اور سترھویں شب رمضان المبارک کو قتل کر دیں گے، جب موعودہ رات آئی ابن ملجم اور اس کے ساتھ دو آدمی دوسرے وردان اور شبیب نے حضرت علی رض پر حملہ کر دیا، حضرت علی رض اس وقت نماز کے لئے نکلے تھے، شبیب نے وار کیا اور بھاگ نکلا، ابن ملجم نے آپ کی پیشانی پر ایسی ضرب لگائی کہ آپ جانبر نہ ہو سکے، اور وردان بھاگ نکلا، لوگوں نے قاتل کو پکڑ لیا اور جیل میں دھر دیا، جب حضرت علی رض کی وفات ہو گئی تو جیل سے نکال کر قتل کر دیا گیا۔

Marfat.com

ادھر برک کا یہ حال تھا کہ اس نے حضرت معاویہ رض پر حملہ کیا لیکن اس کو پکڑ لیا گیا اس نے کہا میں آپ کو ایک بہت بڑی خوشخبری سناؤں، اگر آپ مجھے قتل نہ کریں، کہا سناؤ، اس نے کہا میرے رفیق نے اسی رات کو علی رض کو قتل کر دیا ہے، حضرت معاویہ رض نے کہا شاید وہ کامیاب نہ ہوا ہو، اس نے کہا ضرور کامیاب ہوا ہے، کیونکہ علی رض کے ساتھ کوئی پہرہ وغیرہ نہیں ہوا کرتا حضرت معاویہ رض نے خوشخبری کا کوئی اثر نہ لیا، اور اسے قتل کرا دیا، کیونکہ وہ اس حد تک حضرت علی رض کے دشمن نہیں تھے،

اب عمرو بن بکر کا حال سنئے، اس رات حضرت عمرو بن العاص رض عادت کے موافق نماز کو نہیں آئے بلکہ خارجہ بن ابی حبیب کو حکم دیا کہ آپ نماز پڑھا دیں، عمرو نے حضرت عمرو بن العاص رض سمجھ کر ان پر حملہ کر دیا، اور انہیں قتل کر دیا، لوگوں نے پکڑ لیا، حضرت عمرو بن العاص رض کے پاس لائے اس نے کہا میں نے عمرو بن العاص رض کا ارادہ کیا تھا، لیکن خدا کا ارادہ خارجہ کو قتل کرنے کا تھا، آپ نے اسے قتل کرا دیا،

غرض ١٧ رمضان المبارک سنہ ٤٠ھ کو حضرت علی رض شہید کر دیے گئے، آپ کی خلافت کی میعاد چھ سال نو مہینہ ہے، اس وقت آپ کی عمر ٦٣ سال کی ہے،

اس میں کوئی شک نہیں کہ علم و عمل، ورع و تقویٰ میں آپ کا نظیر ملنا دشوار ہے، لیکن سچ بات یہ ہے کہ آپ کے لئے زمانہ نامساعد تھا، آپ کی خلافت کا سارا وقت داخلی، اندرونی ہنگاموں میں گذرا، باہر کی فتوحات کا سلسلہ رُک گیا،

# خلافت حضرت حسن رض ابن علی رض

حضرت علی رض کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رض بن علی رض کے ہاتھ لوگوں نے خلافت کی بیعت کی لیکن ایک طرف حضرت معاویہ رض تھے اور دوسری طرف حضرت امام حسن رض، وقت و زمانہ نامساعد تھا مسلمانوں میں باہمی کشت و خون کو گوارا نہ کیا، اور تقریباً چھ مہینہ خلافت کر کے حضرت معاویہ رض کے ہاتھ بیعت کر کے خلافت سے دستبردار ہو گئے، اور دونوں بھائیوں نے یعنی امام حسن رض اور امام حسین رض نے ان کو مسلمانوں کا خلیفہ تسلیم کریں۔

غرض! یہ کہ خلافت راشدہ ختم ہو گئی جس کی پیشین گوئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

فرمائی تھی کہ خلافت تیس سال رہے گی، اس کے بعد ملک عضوض ہو جائیگا، پھر بھی یہ خصوصیت رہی کہ بیعت خلافت ہوتی تھی تو پہلی شرط یہ ہوتی تھی کہ کتاب اللہ، کتاب الرسول کے مطابق عمل ہوگا حضرت ابوبکر صدیق رض، حضرت فاروق رض عمر بن الخطاب، حضرت عثمان رض، حضرت علی رض، حضرت امام حسن رض کی خلافت میں پہلی شرط یہی ہوتی تھی، اور بعد میں بنو امیہ کی خلافت کے عہد میں بھی اسی شرط پر عمل ہوتا رہا، گو حضرت علی رض کے زمانہ میں شعبۂ جنگ بجائے جہاد فی سبیل اللہ کے باہمی آویزشوں میں الجھ گیا،

بنو امیہ میں بعض ایسی شخصیتیں ہوئیں کہ پوری طرح سروری در دین ماخذ مت گر لیست، کا پورا پورا نقشہ پیش کرتی رہیں، چنانچہ حضرت عمر بن العزیز کی ذات گرامی اسی نقش قدم پر چلتی تھی، آپ کی سیرت قلمبند کی جائے تو بڑی بڑی ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔

غرض! جب تک مسلمان کتاب اللہ، کتاب الرسول کے پیرو رہے، اور جب تک اس آسمانی دستور العمل، نظام فطری، ضابطۂ آسمانی کے پابند رہے، دنیا اور آخرت کی سعادتوں سے بہرہ ور رہے، اور جس قوم، جس ملت نے اس کو اپنایا کامیاب رہی، ایسی کامیاب کہ دنیا جہاں کی حکومتیں ان کا منہ تکتے رہ گئیں۔

آج بھی یہ مکمل نظام حیات موجود ہے، اور قیامت تک موجود رہے گا۔ اور اسے اپنانے والے بہرہ ور ہوں گے، جیسا کہ حضرت امام مالکؒ کا قول ہے۔

لَا يَصْلُحُ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا بِمَا صَلُحَ اَوَّلُهٗ۔ — اس امت کے آخری لوگ اسی راستہ سے صلاح وفلاح کو پہنچیں گے جس راستہ سے اس امت کے اگلے صلاح وفلاح کو پہنچے تھے،

مسلمان اس آسمانی نظام، آسمانی دستور العمل، آسمانی ضابطہ حیات، اور فطری نظام کو لے کر چلے تو دنیا کی ہر قوم ہر ملت نے ان کا استقبال کیا، اور اسلام کی برکتوں سے سعادت حاصل کی۔

## سیاست شرعیہ کی اہمیت

یہ کتاب جس کا ہم مقدمہ لکھ رہے ہیں وہ امام ہمام، العلامۃ ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن ابی القاسم بن تیمیہ الحرانی الدمشقی الحنبلی ۷۲۸ھ کی کتاب

Marfat.com

"السیاسۃ الشرعیہ" ہے، جس کا ہم نے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ترجمہ کو قبول فرمائے، اور دنیا کو اس سے مستفیض فرمائے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ تعارف کے محتاج نہیں، جس موضوع پر آپ کا قلم اٹھتا تھا، ایک سمندر بے کنار تھا، کہ امنڈا چلا آتا تھا، بڑی خوبی آپ کی تصانیف کی یہ ہے کہ کتاب اللہ، اور کتاب الرسول سے استشہاد کرتے ہیں اور خاص طور پر بخاری اور مسلم ہی کی روایات سے استشہاد کرتے ہیں۔

چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں آپ نے لکھی ہیں جس میں منہاج السنۃ، ردشیعہ میں خاص کتاب ہے، جس کا جواب آج تک شیعہ نہیں دے سکے۔

السیاسۃ الشرعیہ :۔ گو مختصر ہے، لیکن اصول امارت وسلطنت اصول جہانبانی کتاب وسنت ہی کے ذریعہ پیش کر دیئے ہیں، اور نہایت جامع طریقہ سے پیش کر دیئے ہیں۔

افسوس ہے کہ ایسی مفید، عالم خیز، عالمتاب عالمگیر تصنیف کے ہوتے ہوئے دنیائے اسلام غیروں کے بنائے ہوئے دستور ٹٹولتی پھرتی ہے، حالانکہ اسلام نے جن اصولی چیزوں پر امارت، سلطنت، اور جہانبانی کی بنیادیں رکھی ہیں، وہ تمام اس کتاب میں موجود ہیں۔ اور جس پر عمل کر کے سارا عالم اسلام اپنے اندر پھر وہی زندگی پیدا کر سکتا ہے۔ جو عہد اسلامی کے اولیں حضرات صحابہ وتابعین نے پیدا کی تھی۔

ہم سارے کرۂ زمین کے امیروں، رئیسوں، فرمانرواؤں، سلطانوں، بادشاہوں حکام عمال گورنروں کو دعوت دیتے ہیں، اور خصوصاً عالم اسلامی کو کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ کریں اور بغور اسے پڑھیں، انشاء اللہ کتاب وسنت کی حقیقی سیاست سامنے آجائے گی۔ اور اس پر عمل پیرا ہو کر ساری دنیا کو اپنا بنا سکتے ہیں۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ ومن تبعہ الی یوم الدین۔

ابوالعلاء محمد اسمٰعیل گودھروی کان اللہ لہ

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# مقدمہ از مصنف

ہمارے شیخ، ہمارے قائد و راہ نما ہمارے امام عالم و عامل صدر کامل، بیشمار فضائل کے حامل، کہ جن کے حصر و احصاء اور شمار کرنے سے بڑے بڑے علماء فضلاء قاصر ہیں، اور دشمن بھی اس کی شہادت دیتے ہیں، اور وہ ابو العباس احمد ابن علامہ شہاب الدین عبد الحلیم ابن علامہ امام ابو البرکات عبد السلام بن عبداللہ بن ابو القاسم ابن تیمیہ ہیں، خدائے قدوس ان کی زندگی میں برکت عطا فرمائے اور مسلمانوں کو ان کے فیوض سے مستفیض فرمائے، فرماتے ہیں:۔

الحمد للہ! کہ جس نے اپنے رسولوں، پیغمبروں، کو واضح بینات دے کر بھیجا، اور ان رسولوں، پیغمبروں کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری، تاکہ لوگ سیدھی، مستقیم اور عدل و انصاف کی راہ پہ لگ جائیں، اور لوہا اتارا جس میں باس شدید، سخت ترین خوف، اور لوگوں کے لئے بے شمار منافع موجود ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ کس کی نصرت و امداد کرنی چاہیئے، اور کس کو رسالت و پیغمبری دینا چاہیئے، اللہ تعالیٰ ہی قوی عزیز اور غالب ہے، اور اسی نے آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر رسالت و نبوت ختم کردی، آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو ہدایت و رشد، اور دین حق دے کر بھیجا، تاکہ تمام ادیان و مذاہب پہ اس دین کو غالب کرکے چھوڑیں [1]۔ اور اس کی تائید و نصرت کے لئے ایک ایسا سلطان نصیر، علم و قلم، رشد و ہدایت، حجت و دلیل، قدرت و قوت اور اقتدار و سطوت اور شمشیر و تلوار دی جو عزت و غلبہ کی کفیل ہے۔ اور گواہی دیتا ہوں میں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، جو وحدہٗ لاشریک ہے، اس کا کوئی شریک و ساجھی دار نہیں۔ اور گواہی دیتا ہوں میں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، رحمت اتارے اللہ تعالیٰ

---

[1] قرآن حکیم کے اندر ہے:۔

هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیۡدًا ۔ (فتح ع ۴)

وہی خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ تمام دینوں پر اسکو غالب کردے۔ اور خدا کی گواہی اس کے لئے کافی ہے۔
(ابو العلاء محمد اسمٰعیل گودھروی)

Marfat.com

ان پر، ان کی آل پر، ان کے صحابہ پر، اور سلامتی ان پر بے حد و بے شمار، یہ ایسی شہادت ہے کہ شہادت دینے والا ہمیشہ ہمیش کے لئے خدا کی حرز و حفاظت میں ہو جاتا ہے۔

## وجہ تصنیف

امابعد! یہ مختصر سا رسالہ ہے جو سیاست الٰہیہ، نیابت نبوت کا جامع ہے، جس سے رائی و رعیت، حاکم و محکوم، کسی حال میں مستغنی اور بے پرواہ نہیں ہو سکتا۔

اس رسالہ کا انحصار یہ ہے کہ ولاۃ امور۔ والیان ملک کو جو نصیحت اللہ تعالیٰ نے واجب لازم اور ضروری قرار دی ہے وہ کی جائے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو بے شمار طریقوں سے مروی اور ثابت ہے، اور وہ یہ ہے:-

إِنَّ اللّٰهَ يَرْضٰى لَكُمْ ثَلَاثَةً أَنْ تَعْبُدُوْهُ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَأَنْ تَعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ وَأَنْ تَنَاصَحُوْا مَنْ وَّلَاهُ اللّٰهُ أَمْرَكُمْ۔

اللہ تعالیٰ تین چیزوں سے تم سے راضی ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کیا کرو، اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ اور سب مل کر حبل اللہ کو مضبوط تھامے رہو، اور گروہ گروہ نہ بن جاؤ، اور ان لوگوں کو نصیحت کرتے رہو جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے امور کا والی اور حاکم بنایا ہے۔

اس رسالہ کی بنیاد کتاب اللہ کی اس آیت پر ہے:-

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلٰى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ط إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ط إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ط فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

مسلمانو! اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو، اور جب لوگوں کے جھگڑے فیصل کرنے لگو، تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، اللہ جو تم کو نصیحت کرتا ہے تمہارے حق میں بہت اچھی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ سب کی سنتا اور سب کچھ دیکھتا ہے، مسلمانو! اللہ کا حکم مانو، اور رسول کا حکم مانو، اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں انکا بھی، پھر اگر کسی امر میں تم آپس میں جھگڑ پڑو تو

الآخِرِ ذَالِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاوِيْلًا ○ (نساء ع ۸) — اللہ اور روز آخرت پر ایمان لانے کی شرط یہ ہے کہ اس امر میں اللہ اور رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو، یہ تمہارے حق میں بہتر اور انجام کے اعتبار سے اچھا ہے

علماء شریعت کا قول ہے کہ پہلی آیت یعنی اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ الخ۔ ولاۃ امور۔ والیانِ ملک، امراء و حکام کے متعلق نازل ہوئی ہے، کہ یہ لوگ امانتیں ان کے اہل و حق داروں تک پہنچائیں، جب کوئی حکم کریں اور فیصلہ دیں تو عدل و انصاف کریں۔

دوسری آیت یعنی اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ رعیت، رعیت کے لشکروں، وغیرہ کے متعلق ہے۔ کہ وہ اپنے اولی الامر کی اطاعت کریں، جو اس کام کو انجام دے رہے ہیں۔ اور تقسیم اور جنگ کے احکامات جاری کر رہے ہیں۔ اور غزوات وغیرہ میں کام کر رہے ہیں۔ ہاں اس حکم کی پیروی نہ کریں جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو۔ جب کبھی معصیت الٰہی، نافرمانی خداوندی کا حکم دیں قطعاً اطاعت و پیروی نہ کریں، اور اس بارے میں حدیث نبوی وارد ہے:۔

لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ۔ — جس میں خالق کی معصیت و نافرمانی ہوتی ہو اس میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

پس جب کسی معاملہ میں آپس میں تنازع ہو جائے، تو کتاب و سنت کی طرف لوٹا دیں، اگر یہ لوگ ایسا نہیں کرتے کہ باہمی تنازع کو کتاب و سنت کی طرف لوٹائیں، تو والیانِ ملک کا فرض ہے کہ وہ اس آیت کے مطابق عمل کریں، اور حکم خداوندی کی تعمیل کریں۔

کیونکہ خدا کا فرمان ہے:۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی ط وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ط (مائدہ ع ۱) — اور نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کے مددگار ہو جایا کرو۔ اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کے مددگار نہ بنو۔

اس آیت پر عمل کرنے سے اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوگی۔ اور ان کے حقوق بھی پوری طرح ادا ہو جائیں گے۔

آیت بالا کے اندر امانت کی ادائیگی، اور حق داروں کے حقوق ان تک

Marfat.com

پہونچانے کا حکم کیا گیا ہے۔ تو ادار امانت، اور ادار امانت میں عدل وانصاف یہی دو چیزیں سیاست عادلہ، اور ولایت صالحہ، حکومت نافعہ کا اصل مقصد ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# سیاست شرعیہ

## پہلی فصل کے مضامین

مستحقین ولایت امر۔ نائبین امصار وامرا۔ نائبین سلطان قضاۃ۔ امرا لشکر۔ چھوٹے بڑے حکام۔ والیان اموال و وزراء۔ منشیان وزارۃ خراج، صدقات وزکاۃ وصول کرنے والے فوج کے والی۔ سرداران لشکر۔

امانتیں ادا کرنے کی دو قسمیں ہیں، ایک "ولایت" اور "اولی الامر" ہے۔ آیت مذکورہ کے نزول کا یہی سبب ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ فتح کیا تو کعبۃ اللہ کی کنجیاں آپ نے بنی شیبہ سے لے لیں، آپ کے چچا حضرت عباسؓ نے طلب کیں کہ مجھے دے دی جائیں تاکہ سقایۃ الحاج، حاجیوں کے پانی پلانے کے ساتھ ہی ساتھ "سدانت کعبہ" کعبۃ اللہ کی خدمت بھی اپنے لئے مخصوص کرلیں، خدا کو یہ ناگوار ہوا۔ اور یہ آیت نازل فرمائی اور کعبۃ اللہ کی کنجیاں بنی شیبہ کو دینے کا حکم ہوا۔ پس "ولی امر" کا یہ فرض ہے کہ مسلمانوں کا ہر کام انہیں کو سپرد کریں، جو اس کام کے لئے اصلح ہوں۔ زیادہ سے زیادہ صلاحیت رکھتے ہوں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

مَنْ وُلِّیَ مِنْ اَمْرِ الْمُسْلِمِیْنَ شَیْئًا فَوَلّٰی رَجُلًا۔ وَھُوَ یَجِدُ مَنْ ھُوَ اَصْلَحُ لِلْمُسْلِمِیْنَ فَقَدْ خَانَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ۔

جس نے مسلمانوں کی کسی چیز پر بھی کسی ایسے شخص کو والی و حاکم بنا دیا کہ اس سے بہتر اور اصلح للمسلمین موجود ہے تو اس نے اللہ۔ اور اللہ کے رسول سے خیانت کی۔

ایک دوسری روایت ہے:۔

Marfat.com

مَنْ قَلَّدَ رَجُلًا عَمَلًا عَلٰی عِصَابَةٍ وَهُوَ يَجِدُ فِي تِلْكَ الْعِصَابَةِ أَرْضٰى مِنْهُ. فَقَدْ خَانَ اللّٰهَ وَخَانَ رَسُوْلَهٗ وَخَانَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (رواہ الحاکم فی صحیحہ)

جس نے "عصابہ" فوج کے دستہ پر کسی ایسے آدمی کو فوج کا سردار مقرر کیا کہ اس سے بہتر آدمی اس وہ قومی عصابہ" قومی فوجی دستہ میں کام کرنے کیلئے موجود ہے تو یہ اللہ تعالیٰ سے خیانت کرتا ہے، اسکے رسول سے خیانت کرتا ہے اور اہل ایمان سے خیانت کرتا ہے،

بعض علماء اسے حضرت عمرؓ کا قول بتلاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے یہ اپنے بیٹے کو کہا تھا۔ اور ابن عمرؓ ہی اس کے راوی ہیں اور حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں:۔

مَنْ وَّلِيَ مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ شَيْئًا فَوَلّٰى رَجُلًا لِمَوَدَّةٍ۔ أَوْ قَرَابَةٍ بَيْنَهُمَا فَقَدْ خَانَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالْمُسْلِمِيْنَ۔

جس نے مسلمانوں کی کسی چیز پر کسی ایسے آدمی کو والی اور حاکم بنایا جو اس سے مودت اور دوستی رکھتا ہے۔ یا قرابت دار کو والی اور حاکم بنایا تو وہ اللہ اور اس کے رسول اور عام مسلمانوں سے خیانت کرتا ہے۔

اس مسئلہ پر غور و فکر کرنا، والی اور حاکم کا اولین فرض ہے، اور اس لئے واجب ہے کہ ولایت وحکومت کے اصل مستحق، اور حقدار لوگوں سے بحث کی جائے، کہ شہروں پہ کیسے نائب اور حاکم مقرر کئے جائیں، اور یہ لوگ فوج کے امراء، لشکر اسلام کے سردار چھوٹے بڑے، مسلمانوں کا مال وصول کرنے والے، وزراء، منشی، کاتب خراج وصدقات، زمین کا محصول اور زکاۃ وصول کرنے والے، اور اس میں کوشش کرنے والے وغیرہ جو مسلمانوں سے مال اور پیسہ وصول کرتے ہیں، وغیرہ سب شامل ہیں، ان میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ اپنے نائب اور حاکم ایسے مقرر کریں جو مسلمانوں کے لئے بہتر اور اصلح ہوں، اور کوشش کریں کہ اصلح کے ہوتے ہوئے غیر اصلح کو مقرر نہ کریں، اور یہ سلسلہ نماز کے اماموں، مؤذنوں، مقریوں، معلموں، اور امیر الحاج کنوؤں، چشموں کی دیکھ بھال کرنے والوں، مال کے محافظوں، قلعوں کی حراست کرنے والوں، اور لوہار جو قلعوں پہ مامور ہوتے ہیں، قلعوں کے دربانوں، فوج ولشکر کے نقیبوں، قبائل اور بازاروں کے عرفاء، دیہات اور قریوں کے دیہاتی روساء وغیرہ پر منتہی ہوتا ہے۔

ان لوگوں کا اولیں فرض ہے کہ جب کبھی مسلمانوں کے کسی کام میں والی اور حاکم مقرر کریں، اپنے ماتحت ایسے لوگوں کو کام سپرد کریں جو اصلح ہوں، اور کام پر کافی قدرت ودسترس رکھتے ہوں، اور ان آدمیوں کو مقدم نہ رکھیں۔ جو خود ولایت اور حکومت طلب کرتے ہوں، یا اس کی طلب میں درخواست دی ہو، بلکہ

Marfat.com

طلب کرنا۔ اور درخواست دینا توجگہ نہ دینے کا ایک بہت بڑا سبب ہے، صحیح بخاری، اور صحیح مسلم میں ہے۔

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ قَوْمًا دَخَلُوْا عَلَیْہِ سَئَلُوْہُ وَلَایَۃً فَقَالَ اِنَّا لَا نُوَلِّیْ اَمْرَنَا ھٰذَا مَنْ طَلَبَہٗ (بخاری و مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے ولایت وحکومت طلب کی آپ نے فرمایا ولایت وحکومت ہم ایسے لوگوں کو نہیں دیں گے جو خود مانگتے ہیں۔

اور عبدالرحمٰن بن سمرہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

یَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ لَا تَسْئَلِ الْاِمَارَۃَ فَاِنَّکَ اِنْ اُعْطِیْتَھَا مِنْ غَیْرِ مَسْئَلَۃٍ اعنت عَلَیْھَا۔ وَاِنْ اُعْطِیْتَھَا عَنْ مَسْئَلَۃٍ وکلت اِلَیْھَا۔ (اخرجاہ فی الصحیحین)

اے عبدالرحمٰن! تم امارت نہ مانگو۔ اگر بغیر مانگے تم کو امارۃ مل جائے تو تم کو خدا کی جانب سے مدد ملے گی، اگر مانگنے سے ملی تو تمہیں خود اس کا وکیل بننا پڑے گا۔ امداد نہیں ملے گی۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

مَنْ طَلَبَ الْقَضَاءَ وَاسْتَعَانَ عَلَیْہِ وُکِلَ اِلَیْہِ وَمَنْ لَمْ یَطْلُبِ الْقَضَاءَ وَلَمْ یَسْتَعِنْ عَلَیْہِ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْہِ مَلَکًا یُسَدِّدُہٗ۔ (رواہ اہل السنن)

جس نے قضا طلب کی، اور اس کے لئے کسی کی مدد چاہی تو یہ کام اسی کے سپرد ہوگا، اور جس نے قضا طلب نہیں کی اور اس کے لئے کسی کی مدد نہیں چاہی تو اللہ تعالےٰ اسکے لئے فرشتہ بھیجیگا جو اسکو صحیح راستہ پر چلاتا رہے گا۔

پس اگر والی جادۂ استقامت سے ہٹ گیا، یا زیادہ حقدار اور اصلح کو چھوڑ کر کسی قرابت، یا ولاء عتاقت۔ یا ولاء صداقت کی وجہ سے، یا کسی آبادی میں موافقت اور دوستی ہوگئی ہے اس لئے، یا مذہبی موافقت کی وجہ سے یا کسی اور طریقے سے، یا باہم ایک جنس ہونے کی وجہ سے مثلاً ایرانی، ترکی، رومی ہونے کی وجہ سے یا رشوت کی وجہ سے یا کسی دوسری منفعت کی وجہ سے یا اس قسم کے دوسرے اسباب کی وجہ سے، یا حقدار اصلح سے کینہ عداوت رکھتا ہے اس لئے حقدار مستحق، اصلح کو چھوڑ کر غیر حقدار، غیر مستحق، غیر اصلح کو مقرر کیا تو یقیناً وہ اللہ، اور اللہ کے رسول اور عام مسلمانوں کے ساتھ خیانت کر رہا ہے، جس سے اللہ تعالےٰ نے منع فرمایا ہے:۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ — مسلمانو! اللہ اور رسول کی امانت میں خیانت نہ کرو

Marfat.com

وَالرَّسُوْلَ۔ وَ تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (انفال ع ۳)

اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو، اور تم تو خیانت کے وبال سے واقف ہو۔

اس کے بعد ہی فرمایا :۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ (انفال ع ۳)

اور جانے رہو کہ تمہارے مال، اور تمہاری اولاد ایک فتنہ ہے، اور نیز یہ کہ اللہ وہ ذات ہے کہ اسکے ہاں بڑا اجر موجود ہے۔

خدا نے یہ اس لئے فرمایا کہ بسا اوقات آدمی اپنے بچے اور غلام سے محبت کی وجہ سے ملک کے کسی حصہ کی ولایت دے دیتا ہے، اور غیر مستحق کو حکومت دے دیتا ہے، تو یقیناً وہ امانت خداوندی میں خیانت کرتا ہے، اسی طرح وہ مال کی کثرت وفراوانی کو پسند کرتا ہے اس کو محفوظ کرنے کے لئے غیر مستحق لوگوں کو ترجیح دیتا ہے، اور وہ خواہ مخواہ مال وصول کرتے ہیں۔ یا بعض اقلیموں کے والیوں اور حاکموں کو وہ ایسا پاتا ہے کہ وہ مداہنت اور چاپلوسی کرتے ہیں مگر یہ ان سے ڈرتا ہے، اور ان کو اپنے سے دور رکھنا چاہتا ہے، اس لئے غیر مستحق کو حقدار بنا کر بھیج دیتا ہے، تو یہ آدمی یقیناً اللہ، اور اللہ کے رسول سے خیانت کرتا ہے، اور اس امانت میں خیانت کرتا ہے جو اس کے سپرد کی گئی ہے،

اور پھر یہ کہ امانتدار اگر اپنی خواہش اور ہوا کی مخالفت کرے اور اللہ سے ڈرے تو اللہ تعالٰے اسے ثابت قدم رکھتا ہے، اس کی حفاظت کرتا ہے، اس کے اہل وعیال اور مال کی اس کے بعد بھی حفاظت کرتا ہے، اور جو آدمی اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے تو اللہ تعالٰے اسے عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے، اور اس کے مقصد اور ارادوں کو توڑ دیتا ہے، اس کی اولاد وعیال کو ذلیل وخوار کر کے رکھ دیتا ہے، اور وہ سارا مال اس کا چلا جاتا ہے۔

اس بارے میں ایک واقعہ بہت مشہور ہے، وہ یہ کہ خلفاء بنو عباس میں سے کسی نے بعض علماء کو کہا کہ کچھ حالات جو تمہارے دیکھے ہوئے یا سُنے ہوئے ہوں لکھئے۔ اس نے کہا، عمر بن عبدالعزیزؒ کو میں نے دیکھا ہے، کسی نے ان سے کہا، امیرالمؤمنین! اس مال کو آپ نے اپنے بیٹوں سے دُور رکھا ہے، اور انھیں فقیر وبے نوا چھوڑ دیا ہے، کوئی چیز آپ نے ان کے لئے نہیں چھوڑی، عمر بن عبدالعزیزؒ اس وقت مرض موت میں مبتلا تھے، انہوں نے کہا اچھا میرے لڑکوں کو میرے سامنے لاؤ۔ لڑکے لائے گئے، جو دس سے زیادہ تھے، اور سب کے سب

Marfat.com

نابالغ تھے، لڑکوں کو دیکھ کر رونے لگے، اور کہنے لگے میرے بیٹو! جو تمہارا حق تھا وہ میں نے تم کو پورا پورا دے دیا ہے، کسی کو محروم نہیں رکھا، اور میں لوگوں کا مال تم کو دے نہیں سکتا، تم میں سے ہر ایک کا حال یہ ہے کہ یا تو وہ صالح نیک بخت ہوگا تو اللہ تعالیٰ صالح اور نیک بندوں کا والی اور مددگار ہے، یا غیر صالح ہوگا، اور غیر صالح کے لئے میں کچھ بھی چھوڑنا نہیں چاہتا کہ وہ اس مال کے ذریعہ خدائے تعالیٰ کی معصیت میں مبتلا ہوگا۔ قُومُوا عَنِّیْ! بس سب جاؤ میں اتنا ہی کہنا چاہتا تھا، اس کے بعد وہ کہتا ہے انہیں عمر بن عبد العزیز کی اولاد میں سے بعض کو میں نے دیکھا ہے کہ سو سو گھوڑے فی سبیل اللہ دیتے تھے کہ مجاہدین اسلام ان پر سوار ہو کر جہاد کریں۔

اس کے بعد اس نے کہا، عمر بن عبد العزیز خلیفۃ المسلمین تھے، اقصائے مشرق، بلاد ترک وغیرہ پر اقصائے مغرب بلاد اندلس وغیرہ پر قابض تھے، جزائر قبرص، اور حدود شام اور طرسوس وغیرہ کے قلعوں پر حکومت و فرمانروائی کرتے تھے، یمن کی انتہائی سرحدوں میں جن کی حکومت پھیلی ہوئی تھی، باوجود اس کے ان کی اولاد نے باپ کے ترکہ میں سے تھوڑی چیز پائی تھی اور کہا جا سکتا ہے کہ وہ بیس بیس درہم سے بھی کم تھی لہ۔

---

لہ صالح اور نیک بندوں کی خدا ضرور اعانت و امداد کرتا ہے، آپ نے دیکھ لیا کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ باوجودیکہ بنو امیہ کے ایسے باشوکت و سطوت خلیفہ تھے جن کے نام سے دنیا لرزتی تھی۔ ان کے لڑکوں کا یہ حال تھا کہ بیس بیس درہم باپ کے ترکہ سے ہاتھ لگے تھے۔ لڑکے صالح اور نیک بخت تھے، تو خدا نے ان کو بہت کچھ عطا فرمایا۔ سو سو گھوڑے راہ خدا میں دیتے تھے کہ مجاہدین اسلام ان پر سوار ہو کر جہاد کریں، دوسرے راستوں سے راہ خدا میں دیتے تھے وہ الگ۔

اللہ تعالیٰ نے صالح اور نیک بندوں کی اعانت و امداد ضرور کرتا ہے، قرآن حکیم کے اندر ہے۔

| | |
|---|---|
| اِنَّ وَلِيِّـيَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ (اعراف ع ۲۴) | اور اللہ ہی ہے جس نے اس کتاب کو اتارا، وہی میرا کارساز ہے اور وہی تمام صالح اور نیک بندوں کی امداد و حمایت کرتا ہے۔ |

اور سورہ نحل کے اندر ارشاد فرماتا ہے:۔

| | |
|---|---|
| مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا | جو شخص صالح، نیک عمل کریگا، مرد ہو یا عورت تو ہم دنیا میں بھی اس کی زندگی اچھی طرح بسر کرائیں گے، اور ان کو آخرت میں بھی ان کے بہترین اعمال کا (باقی بر صفحہ ۹۰) |

Marfat.com

پھر اس عالم میں ! میں نے بعض ایسے خلفاء بھی دیکھے ہیں جنہوں نے اپنا ترکہ اتنا چھوڑا تھا کہ ان کے مرنے کے بعد جب لڑکوں نے باہم تقسیم کیا تو ہر ایک کے حصہ میں چھ چھ کروڑ اشرفیاں آئی تھیں لیکن میں نے ان لڑکوں میں سے بعض کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ لوگوں کے سامنے بھیک مانگا کرتے تھے۔

اور بے شمار حکایتیں اور چشم دید واقعات، اور اگلوں سے سُنے ہوئے حالات اس بارے میں موجود ہیں جو عقلمندوں، اور ارباب بصیرت کی عبرت کے لیے کافی ہیں۔

اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ولایت وامارت اور حکومت بھی ایک امانت ہے، جس کا ادا کرنا واجب ہے، اور مختلف مواقع پر ما تقدم کی طرح اس کا ذکر ہے، مثلاً ابو ذرؓ کو امارت کے بارے میں آپ نے فرمایا:۔

---

(بقیہ صفحہ ۸۹) يَعْمَلُونَ۔ (نحل ع ۱۳) صلہ ضرور عطا فرمائیں گے۔

اعمال صالحہ دنیا اور آخرت کی فلاح و بہبود کا ذریعہ ہے، اور بد اعمال بدبختی، بدنصیبی کا ذریعہ ہے۔ گو بظاہر کچھ دنوں کے لئے بدوں اور بُروں کو اچھائی نصیب ہو لیکن آخر کار یہ لوگ دنیا میں خوار و ذلیل ہوں گے، اور آخرت میں ذلت و رسوائی ہو گی۔

آپ نے دیکھ لیا کہ بعض خلفاء عباسیہ چھ چھ کروڑ اشرفیاں اپنے لڑکوں کے لئے ترکہ میں چھوڑ گئے تھے لیکن بدعملی کے پاداش میں آخر ذلیل و خوار ہو کر رہ گئے۔

خدا اعمال صالحہ کا بدلہ تمکنت فی الارض بتاتا ہے اور استخلاف فی الارض کا وعدہ فرماتا ہے:۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا۔

(سورۂ نور ع ۷)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے خدا کا وعدہ ہے ان کو ملک کی خلافت ضرور عنایت کریگا جیسے ان لوگوں کو خلافت عنایت کی تھی جو ان سے پہلے ہو گذرے ہیں، اور جس دین کو اس نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے، اس کو ان کے لئے جما کر رہے گا۔ اور خوف و خطر جو ان کو لاحق ہے اس کے بعد ان کو اس کے بدلہ میں امن دے گا کہ باطمینان ہماری عبادت کیا کریں، اور کسی چیز کو ہمارا شریک نہ گردانیں۔

حقیقت یہ ہے کہ عقیدۂ توحید، اعتقاد آخرت، اعمال صالحہ کی روح پھونک دیتا ہے اور اعمال صالحہ وہ کام کرتے ہیں جو بڑی سے بڑی طاقتیں پیدا نہیں کر سکتیں، اعمال صالحہ کا نتیجہ یہ ہے کہ اعمال صالحہ دنیا اور آخرت کی زندگی کو سدھار دیتے ہیں اور اسکے نتائج ہمارے سامنے ہیں (باقی بر صفحہ ۹۱)

Marfat.com

| | |
|---|---|
| إِنَّهَا أَمَانَةٌ ۔ وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا ۔ وَأَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ فِيهَا ۔ (رواہ مسلم) | یہ امارت ایک امانت ہے اور قیامت کے دن یہ امارت خواری اور ندامت کا موجب ہے مگر یہ کہ امارت کو حق کے ساتھ لیا ۔ اور اس کے حقوق کو اسمیں پوری طرح ادا کیا ۔ |

(بقیہ ص۹۰) عرب جیسے ملک میں جب خدا نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خلافت کبریٰ سے نوازا تو صرف چار پانچ سال کے اندر آپ کو اتنا اقتدار حاصل ہو گیا کہ عرب کا بڑا حصہ اسلامی حکومت میں داخل ہو گیا، آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت قائم ہوئی جو صرف ڈھائی سال رہی، لیکن خلافت کو اللہ تعالے کی امانت سمجھ کر کام کرتے رہے، تاآنکہ روزانہ دو درہم (درہم کی قیمت ساڑھے تین آنہ ہوتی ہے) گھر کے خرچ کے لیتے تھے، ڈھائی سال کے بعد حضرت فاروق اعظم عمر بن الخطابؓ خلیفہ ہوئے تو آپ کی زندگی کا بھی یہی حال تھا، پیوند لگے کپڑے پہنتے، روکھی سوکھی جو کی روٹی کھاتے، راتوں کو احتساب کے لئے پھرتے۔ حالات دریافت کرتے، اور روتے کہ الٰہی میں مسلمانوں کا راعی ہوں مجھ سے بازپرس نہ کرنا، جب فجر کی نماز میں آپ کو خنجر لگتا ہے اور آپ زندگی سے ناامید ہو جاتے ہیں تو روتے ہیں کہ اے خدا میری کوتاہیاں تو معاف فرما، اور مجھ سے بازپرس نہ کر، حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کہتے ہیں آپ کیوں رو رہے ہیں؟ تو جواب دیتے ہیں مجھے دنیا سے جانے کا غم نہیں، خدا کا ڈر ہے جس کی وجہ سے میں رو رہا ہوں، اتنی بڑی امانت میرے سپرد کر دی کہ میں اسے انجام نہ دے سکا حضرت علی اور حضرت عباس کہنے لگے اے عمر! جبتک تم اسلام نہیں لائے تھے اسلام چھپا رہا جب تم اسلام لائے تو اسلام ظاہر ہوا، تم امارت پر مامور ہوئے تو اسلام عرب سے نکل کر ایران و روم پر غالب آ گیا، اور یہ دونوں ملک اسلام کے قبضے میں آ گئے، اور تم نے عدل و انصاف کی حکومت قائم کی، حضرت عمرؓ نے کہا کیا تم دونوں بارگاہ خداوندی میں یہ شہادت دو گے؟ انہوں نے کہا ضرور ہم گواہی دیں گے۔

آپ والی اور گورنر مقرر فرماتے ہیں تو اصلح للقوم کو تلاش کرتے ہیں، اور پھر ان کو نصیحت کرتے ہیں اور دور تک پاپیادہ انکے ہمراہ جاتے ہیں، اور آخری نصیحت بھی فرماتے ہیں۔

ایک جوڑا کپڑوں کا ہوتا ہے، جمعہ کے دن دھوتے ہیں اور سوکھنے میں دیر ہو جاتی ہے تو جمعہ کی نماز کے لئے دیر سے آتے ہیں اور نمازیوں سے معذرت کرتے ہیں اور دیر ہونے کی وجہ پیش فرماتے ہیں۔

دین کے بارے میں کسی سے کوئی کوتاہی دیکھتے ہیں تو بلا لومۃ لائم اس کو نصیحت فرماتے ہیں۔

غرض! عدل و انصاف کی ایسی لہر دوڑ گئی کہ ہر مسلمان عدل و انصاف کا فرشتہ بن گیا۔ تاآنکہ دوسرے ممالک کے سفراء اور وکیل آتے ہیں یہاں کے حالات دیکھتے ہیں تو تعجب کرتے ہیں کہ یہ لوگ انسان نہیں بلکہ فرشتے اور اپنے سلاطین سے جاکر کہتے ہیں کہ هُمْ فِي اللَّيْلِ رُهْبَانٌ وَفِي النَّهَارِ فُرْسَانٌ (یہ لوگ شب زندہ دار ایسے ہیں کہ راتوں کو رہبان معلوم ہوتے ہیں اور دن میں وہ شہسوار ہوتے ہیں۔)

(باقی بر ص۹۲)

اور امام بخاری رح نے اپنی صحیح بخاری کے اندر حضرت ابوہریرہ رض سے روایت کی ہے:۔

| | |
|---|---|
| أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امانت ضائع |
| قَالَ: إِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ۔ | کی جانے لگے تو ساعت (قیامت) کا انتظار کرو۔ |

---

(بقیہ صفحہ 91) غرض! یہ کہ اسلام ایسا دین ہے جو جامعیت، معنویت کے لحاظ سے بالکل مکمل اور ایک ہی دین ہے، دنیوی، مادی اقداروں کو کچھ اس طرح اخروی اور روحانی اقداروں میں ممزوج کر دیا کہ دنیا اور عقبیٰ دونوں میں رفعت وبلندی پیدا کر دیتا ہے، اور ٹھیک ٹھیک "سروری در دین ما خدمت گریست" کا نقشہ پیش کر دیتا ہے، اور یہی چیز ہے جب ۱۹۳۶ء میں کانگریس کی وزارتیں ہندوستان میں تھیں تو گاندھی جی جیسے شخص نے اپنے اخبار ہریجن میں کانگریسی زعماء کو نصیحت کرتے ہوئے لکھا کہ "میں ایسی حکومت چاہتا ہوں جو ابوبکر صدیق رض اور عمر بن الخطاب رض کی حکومت تھی" اور حقیقت کو واضح کرتے ہوئے لکھا کہ "میں نے اس لئے کہا کہ تاریخ میں مجھے ان دو ہی کی حکومت ایسی ملتی ہے، دوسری کوئی نظر نہیں آتی" اور واقعہ بھی یہ ہے کہ حضرت آدم ع سے لے کر اس وقت تک جتنی حکومتیں قائم ہوئیں، حضرت ابوبکر صدیق رض اور حضرت عمر بن الخطاب رض کی ہمسری نہیں کر سکیں۔

حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح آسمانی صحیفہ عطا فرمایا، اور ایک نیا علم نئی حکمت عطا کی اسی طرح نئے جذبات وکیفیات نیا ایمان ویقین، نیا ذوق وشوق، نئی بلند نظری نئے جذبات ایثار، نیا شوق آخرت، نیا جذبۂ زہد وتقویٰ، نیا جذبۂ قناعت اور دنیا کی متاع فانی کی تحقیر، نئی محبت والفت، نیا حسن سلوک وہمدردی، بر ومواسات مکارم اخلاق پیدا کر دیا، اور اسی طرح نیا ذوق عبادت خوف وخشیت، توبہ وانابت، دعاء وتضرع کی دولت عطا فرمائی، اور انہیں بنیادوں پہ سیاست اور خلافت کبریٰ کی عمارت تعمیر ہوئی، نیا اسلامی معاشرہ اور دینی ماحول قائم ہوا جس کو عہد رسالت، عہد صحابہ رض سے عام طور پہ تعبیر کیا جاتا ہے، صحابۂ کرام رض ان مقاصد ونتائج بعثت کے کامل ترین نمائندے اور بہترین نمونہ تھے۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاست دنیا کو روحانی قدروں سے کچھ اس طرح ممزوج کر دیا کہ سیاست وحکومت خدائی حکومت بن گئی، خلافت کبریٰ کو قرآن حکیم اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اس طرح واضح کیا کہ دنیا وعقبیٰ کی فلاح وبہبود اور دنیا وآخرت کی زندگی کو اونچا سے اونچا بلند سے بلند کر دیا۔

یوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ورسالت تعلیم وتلقین دنیوی اخروی، سعادتوں کا سرچشمہ ہے اور اس سے یہ پوری زندگی اور قرن اول کا اسلامی معاشرہ وجود میں آیا۔ اور محیر العقول انقلاب کا ذریعہ بنا، اور اسی سے معاشرہ اور نئی امت کی تشکیل ہوئی ہے لیکن اس نے انسانی فطرت کا رُخ آخرت کی طرف موڑ دیا، دنیا کی ہر چیز کو وہ عقیدۂ توحید اور اعتقاد آخرت کی میزان پر تولتے اور آگے اقدام کرتے تھے۔

قرآن مجید کی صحیح تعبیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی عملی اخلاقی زندگی تھی، آپ کی سیرت طیبہ آپ کے ارشادات وہدایات آپ کے مواعظ ونصائح تھے۔ قرآن مجید کی اولین مخاطب جماعت قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت واخلاق، قول وفعل کو (باقی بر صفحہ 93)

قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا إِضَاعَتُهَا؟ قَالَ إِذَا وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلٰى غَيْرِ أَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ [1]

(رواہ البخاری)

کہا گیا یارسول اللہ امانت ضائع کرنا کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جب امر و حکومت اور سرداری نا اہلوں کے سپرد کی جائے تو تم ساعت یعنی قیامت کا انتظار کرو۔

---

(بقیہ ص ۹۲) اچھی طرح اور سب سے بہتر سمجھی تھی، اور اسلئے آپ کی وفات کے بعد خلفاء راشدین اور صحابہ کرامؓ نے اسی سیرت و اخلاق کو لیکر چلنا شروع کیا اور ساری دنیا کو مسخر کر لیا، اور نصف صدی بھی گذرنے نہ پائی تھی کہ نصف کرۂ زمین پر اسلام کا پرچم اڑنے لگا۔ اس طریق کار نے وہ وہ بخشا اور وہ وہ عنایت کیا اور خدا کی جانب سے ایسی ایسی نوازشات ہوئیں کہ انسانی تصور بھی اس کے سمجھنے سے قاصر ہے۔

آج انبیاء کرام کی صحیح اور پوری سیرت کا پتہ چلانا دشوار ہے لیکن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعجاز ہے کہ آپ کی زندگی و سیرت کے ساتھ ڈیڑھ لاکھ صحابہ کرام کی زندگیاں ایسی محفوظ ہیں کہ دوسرے پیغمبروں کی بھی ایسی محفوظ نہیں۔

قسم خدا کی! اگر اسلام کو جاننے والے صحیح صحیح اس معاشرہ کو پالیں تو پھر انہیں کرۂ ارضی کی سیادت نصیب ہو سکتی ہے، جب تک اس آسمانی دستور العمل، آسمانی ضابطہ کو اپناتی نہیں دنیا میں یہی اضطراب و بے چینی رہے گی جو آج ہو رہی ہے، دنیا کے بڑے بڑے حکمران اپنے دماغوں سے تراشے ہوئے قواعد و ضوابط بناتے ہیں اور مخلوق کو پریشان کر رہے ہیں۔

جس وقت پیغمبر اسلام مبعوث ہوئے ہیں دو بڑی طاقتیں برسر اقتدار تھیں، معمورۂ دنیا انہی دو طاقتوں کے اقتدار میں دبی ہوئی تھی جس طرح کہ آج امریکہ اور روس کے اقتدار میں دنیا دبی ہوئی ہے۔ انہیں کے تمدن و تہذیب میں ڈھلتی تھیں، انہیں کے طور و طریق اختیار کرتی تھی، اور وہ ایران اور روم کی طاقتیں تھیں، ایران کی منزلانہ عیش پرستی، عیش کوشی کا اندازہ اس سے لگائیے کہ وہ شخص جسکے سر پر ایک لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپے کی ٹوپی نہ ہو، جس کی کمر میں ڈیڑھ دو لاکھ کا پٹہ نہ ہو، جس کے گھر باغ، حوض اور حمام نہ ہو اسکی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی شب و روز شراب خواری میں مست رہنا انکا شیوہ ہو گیا تھا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ:۔

هَلَكَ كِسْرٰى وَلَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ۔ هَلَكَ قَيْصَرُ وَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهٗ لَتُنْفِقُنَّ كُنُوْزَهُمَا۔

کسریٰ ہلاک ہوگا اسکے بعد کسریٰ نہ ہوگا، قیصر ہلاک ہوگا اور اسکے بعد قیصر نہ ہوگا، ان دونوں تمہارا سلطنتوں کے خزانے تم خرچ کروگے۔

حضرت عمر بن الخطابؓ کے عہد خلافت میں یہ سلطنتیں مفتوح ہو گئیں، اسلام کا سیلاب کچھ ایسا آیا کہ تمام باطل قوتیں تباہ ہو گئیں، اور آسمانی سلطنت قائم ہو گئی جس نے خدمت خلق انجام دی، اور جس نے صحیح صحیح سرداری و رہنمائی اور "خدمت گزاریت" کا نقشہ پیش کر دیا (ابو العلاء محمد اسمٰعیل کان اللہ لہ)

---

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] امام راغب اصفہانی نے "الساعۃ" قیامت کے تین معنی کئے ہیں، ساعت صغریٰ، ساعت وسطیٰ، اور ساعت کبریٰ، ساعت صغریٰ کسی ایک شخص کی موت کو کہتے ہیں حدیث میں ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی، ساعت وسطیٰ سے مراد قوم کی ہلاکت ہے، اور ساعت کبریٰ یوم الجزاء، یوم الدین کو کہتے ہیں۔ اس حدیث میں ساعت سے مراد ساعت وسطیٰ ہے یعنی جب نا اہلوں کے ہاتھ میں امانت آجائے اور قوم کی سرداری کی باگ ڈور نا اہلوں کے ہاتھ میں چلی جائے تو قوم کی ہلاکت و بربادی کا انتظار کرو۔

(ابو العلاء محمد اسمٰعیل کان اللہ لہ)

Marfat.com

اور اسی معنی کے اعتبار سے تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یتیم کا والی ووصی، ناظر اوقاف اور کسی آدمی کا کوئی وکیل ہو، اور اس کے مال میں تصرف کرے تو الاصلح فالاصلح کے اصول کے ماتحت تصرف کرے، جیسا اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (انعام ع ۱۹)

یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر اس طریقہ سے جو احسن ہو، یعنی سب سے اچھا ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے یہ نہیں فرمایا "بِالَّتِيْ هِيَ حَسَنَةٌ" یعنی اس طریقے سے جو اچھا ہو، اور یہ اس لئے کہ والی اور حاکم ایسا ہی لوگوں کا راعی ہے جیسا کہ بکریوں کا راعی ہوا کرتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ فَالْاِمَامُ الَّذِيْ عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا۔ وَالْوَلَدُ رَاعٍ فِيْ مَالِ اَبِيْهِ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ۔ وَالْعَبْدُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ۔ اَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ۔

(اخرجاہ فی الصحیحین)

تم میں سے ہر ایک راعی ہے، اور ہر ایک سے اس کی رعیت کا سوال ہوگا پس لوگوں کا امام راعی ہے اور اس سے اپنی رعیت کا سوال ہوگا۔ اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی راعی ہے اور اس سے اپنی رعیت کا سوال ہوگا، اور بیٹا اپنے باپ کے مال کا راعی ہے اور اس سے اپنی رعیت کا سوال ہوگا۔ اور غلام اپنے سید و آقا کے مال کا راعی ہے اور اس سے اپنی رعیت کا سوال ہوگا۔ خبردار رہو کہ تم میں کا ہر ایک راعی ہے اور ہر ایک سے اپنی رعیت کا سوال ہوگا۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

مَا مِنْ رَاعٍ يَسْتَرْعِيْهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً يَمُوْتُ يَوْمَ يَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَهَا۔ اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ۔

(رواہ مسلم)

کوئی راعی نہیں کہ جسے اللہ تعالےٰ نے رعیت کا راعی بنایا جس دن مریگا مریگا۔ اور وہ رعیت کے بارے میں غاشی ہے تو اللہ تعالےٰ اس پر جنت کی بو بھی حرام کر دیگا۔

ایک دن ابو مسلم خولانی رح حضرت معاویہ بن ابی سفیان کے پاس حاضر ہوئے، اور کہا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْاَجِيْرُ! لوگوں نے کہا اَيُّهَا الْاَمِيْرُ! کہیے۔ تو انہوں نے پھر اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْاَجِيْرُ

Marfat.com

کہا، لوگوں نے پھر کہا اَیُّھَا الْاَمِیْرُ کہیے تو پھر انہوں نے وہی جملہ دہرایا، تین دفعہ اسی جملہ کو انھوں نے دھرایا، اور لوگ اس پر اصرار کرتے رہے کہ آپ سے اَیُّھَا الْاَمِیْرُ کہلوائیں، آخر حضرت معاویہؓ نے کہا ابو مسلم کو اپنی حالت پر چھوڑ دو، وہ اپنی بات کو ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں، اس کے بعد ابو مسلم نے کہا اے معاویہؓ! تم اجیر ہو۔ ان بکریوں کے ریوڑ کے لئے تم کو ان بکریوں کے رب نے اجرت پر رکھا ہے اگر تم خارش زدہ بکریوں کی خبر گیری کروگے، اور مریض بکریوں کی دوا کروگے، اور ان بکریوں کی اچھی طرح حفاظت کروگے تو بکریوں کا مالک تمہیں پوری اجرت دے گا۔ اور اگر تم نے خارش زدہ بکریوں کی خبر گیری نہ کی، مریض بکریوں کی دوا نہ کی، بکریوں کی اچھی طرح حفاظت نہ کی تو بکریوں کا مالک تم کو سزا دے گا۔ یہ واقعہ عبرت و نصیحت کے لئے کافی ہے، کیونکہ ساری مخلوق خدا کے بندے ہیں۔ اور والیان ملک اس کے بندوں پر اس کے نائب ہیں، اور بندوں کی جانوں کے وکیل و کفیل۔ اور ایسے وکیل و کفیل کہ دو شریک آپس میں ایک دوسرے کے وکیل و کفیل ہوا کرتے ہیں، والیوں اور حاکموں میں ولایت و وکالت کے معنی موجود ہیں۔

جب ولی اور وکیل اصلح للتجارۃ، یا زمین کے بارے میں اصلح ہو اسے چھوڑ کر ایسے شخص کو نائب مقرر کرے کہ اصلح للتجارۃ نہیں۔ اور زمین کے بارے میں بھی وہ غیر اصلح ہے تو وہ یقیناً خائن ہے۔ کیونکہ جو اصلح للتجارۃ نہیں ہے وہ سامان و اسباب کو سستے داموں فروخت کر دیگا۔ اور اس خریدار سے اچھا اور بہتر خریدار دوسرا موجود ہے، دام زیادہ دینے کو تیار ہے۔ پھر بھی خریدار سے بوجہ خوف کے یا بوجہ دوستی اور مودت کے یا قرابت کی وجہ سے سستے داموں مال کو اٹھا دیتا ہے تو یہ یقیناً خائن ہے، مال کا مالک یقیناً اس سے بغض رکھے گا۔ اور اس کی مذمت اور برائی کرے گا۔ اور اس کو خائن قرار دے گا۔ یا قرابتداروں اور دوستوں کو نوازنے والا کہے گا۔ اور اس لئے والی اور وکیل کا فرض ہے کہ ایسے لوگوں کو نائب نہ بنائے، اور اصلح للتجارۃ ہو یا زمین وغیرہ کے بارے میں اچھی مہارت رکھتا ہو اس کو نائب مقرر کرے ؛

Marfat.com

# دوسری فصل کے مضامین

## اصلح موجود ہے تو اسے ولایت و حکومت دینی چاہئے
## اگر اصلح موجود نہیں ہے تو صالح کو ولایت و حکومت دیجائے
## ہر منصب کیلئے الامثل فالامثل کو ولایت و نیابت دی جائے
## ولایت کیلئے قوت اور امانت ضروری ہے تاکہ نفاذ احکام اور
## ادائیگی امانت میں سہولت پیدا ہو، قاضی تین قسم کے ہیں۔

یہ معلوم کر لینے کے بعد اب یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ولی الامر کا فرض کیا ہے؟ ولی الامر کا فرض یہ ہے کہ وہ ایسے آدمی کو عامل، نائب اور والی و حاکم بنائے جو اصلح ہو، لیکن بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اس کام کے لائق آدمی موجود نہیں ہوتا۔ اور ایسے شخص کا ملنا دشوار ہوتا ہے، جس میں کام کی صلاحیت موجود ہو، تو اس وقت ولی الامر کا فرض ہے کہ الامثل فالامثل کو مقرر کرے، ہر منصب، اور ہر عہدے کے مناسب حال الامثل فالامثل کو قائم کرے، اگر پورے اجتہاد، پوری کوشش، اور جدوجہد کے بعد والی امر نے ایسا کر دیا، اور ولایت و نیابت کا حق ادا کر دیا تو اس نے۔ اور اپنا فرض پوری طرح ادا کر دیا، تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام۔ والی امر عادل ہے، اور عند اللہ وہ مقسطین میں سے ہے، اگرچہ بعض وجوہ، اور بعض اسباب کی بنا پر بعض امور میں خلل واقع ہو جائے لیکن اس کے سوا دوسرا امکان اور چارہ کار بھی نہیں ہے، اور خدا نے بھی اسی قسم کی کوشش کا حکم فرمایا ہے۔ فرماتا ہے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (تغابن ع ۲)

مسلمانو! جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو۔

اور فرماتا ہے:۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ط (بقرہ ع ۴۰)

اللہ کسی پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اسی قدر جس کی اس کو طاقت ہو۔

اور جہاد کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے:۔

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ (نساء ع ۱۱)

تو تم اللہ کی راہ میں دشمنوں سے لڑو تم پر اپنی ذات خاص کے سوا کسی کی ذمہ داری نہیں، اور ہاں مسلمانوں کو بھی ابھار دو۔

اور فرماتا ہے :۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ (مائدہ ع ۱۴)

مسلمانو! تم اپنی خبر رکھو، جب تم راہ راست پر ہو تو کوئی بھی گمراہ ہوا کرے تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

پس جس نے اپنی مقدور بھر امکانی کوشش کی اور اپنا فرض ادا کیا تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس نے ہدایت کی راہ پالی۔

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے :۔

إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ (اخرجاہ فی الصحیحین)

جب میں تم کو کسی کام کا حکم دوں تو تم اپنی طاقت کے مطابق کر گزرو۔

لیکن اگر وہ ایسا کرنے سے اس لئے قاصر ہے کہ وہ اپنے کو عاجز پاتا ہے، یا کسی غیر شرعی ضرورت کی وجہ سے ایسا کرتا ہے، تو وہ یقیناً خیانت کرتا ہے، اور اُسے خیانت کی سزا دی جائے گی، اور اس لئے اس کا فرض ہے کہ وہ اصلح کو پہچانے، اور ہر منصب اور ہر عہدہ کے لئے اصلح تجویز کرے، کیونکہ ولایت امر کے دو رکن ہیں، ایک قوت، دوسری امانت، جیسا کہ قرآن مجید کے اندر ہے :۔

إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ ۝ (قصص ع ۳)

کیونکہ بہتر سے بہتر آدمی جو آپ نوکر رکھنا چاہیں مضبوط اور امانت دار ہونا چاہئے۔

اور شاہ مصر نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں کہا ہے :۔

إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ۔ (یوسف ع ۷)

تم ہماری سرکار میں آج سے بڑے باوقار اور صاحب اعتبار ہو۔

اور جبریلؑ کی شان اور صفت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۝ مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ۝ (تکویر ع ۱)

قرآن بیشک معزز فرشتے کا پہنچایا ہوا پیام ہے اور وحی کے بارگراں اٹھانے کی طاقت رکھتا ہے اور مالک عرش کی جناب میں اس کا بڑا درجہ ہے اور وہاں افسر اور امانت دار ہے۔

اور ہر ولایت ہر حکومت کی قوت اور طاقت اس کے مناسب حال ہوا کرتی ہے۔

Marfat.com

امارت حرب ولایت جنگ کی قوت یہ ہے کہ والی جنگ شجاع۔ بہادر۔ دلیر اور جنگ کے تمام تر امور سے واقف اور ماہر ہو، اور مخادعت، اور چال بازیوں کو اچھی طرح جانتا ہو، کیونکہ اَلْحَرْبُ خَدْعَۃٌ (جنگ فریب اور دھوکہ کا نام ہے) اور یہ کہ وہ قتال و جنگ کے طریقوں کو جانتا ہو، اور ان طریقوں پر عمل کرنے کی پوری پوری قدرت رکھتا ہو، تیر اندازی سے اچھی طرح واقف ہو، حملہ اور وار اچھی طرح کر سکتا ہو، گھوڑے کی سواری خوب جانتا ہو کرّ و فر وغیرہ پوری طرح رکھتا ہو جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ۔ (انفال ع ۸)

اور مسلمانو سپاہیانہ قوت اور گھوڑوں کے باندھے رکھنے سے جہاں تک تم سے ہو سکے کافروں کے مقابلہ کے لیے ساز و سامان مہیا کیے رہو۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

اِرْمُوْا وَارْكَبُوْا۔ وَاَنْ تَرْمُوْا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ تَرْكَبُوْا وَمَنْ تَعَلَّمَ الرَّمْيَ ثُمَّ نَسِيَهٗ فَلَيْسَ مِنَّا۔

تیر مارا کرو، اور سواری کیا کرو، اور تیر چلانا مجھے سواری سے زیادہ محبوب ہے، اور جو تیر چلانا سیکھا پھر بھول گیا تو وہ ہم میں سے نہیں۔

ایک اور روایت میں ہے:۔

فَهِيَ نِعْمَةٌ جَحَدَهَا۔ [1] (رواہ مسلم)

تیر چلانا ایک نعمت ہے بھولنے والے نے اس نعمت سے انکار کر دیا۔

اور قوت حکم کا مرجع علم و عدل اور قدرت تنفیذ احکام ہے، جس پر کتاب و سنۃ دلالت کرتی ہے۔

اور امانت کا مرجع خشیۃ الٰہی، خوف خداوندی ہے، اور یہ کہ حقوق الٰہی کو دنیا کی قلیل متاع کے عوض فروخت نہ کرے۔ اور لوگوں کا خوف قطعاً ترک کر دیوے۔

---

[1] اُس زمانے کے اسلحہ اور ہتھیار یہی تیر و تلوار، شمشیر و سنان تھے، اور گھوڑے کی سواری کو بہت اہمیت حاصل تھی، آج کے اسلحہ اور سواری دوسری ہے، اور اس لیے جو اسلحہ ہتھیار اور سواریاں جنگ کے لیے موجودہ دور میں کار آمد اور مفید ہیں اس میں اپنی طاقت کے مطابق پوری طرح تیار رہنا چاہیئے، اور یہ تیاری فرض ہے جنگی موٹریں چلانا، جنگی ہوائی جہاز چلانا، بم، ایٹم بم، مشین گنیں، ٹامی گنیں، بندوقیں چلانے سیکھنا مسلمانوں کا دینی، مذہبی فرض ہے۔ (ابوالعلاء محمد اسمٰعیل کان اللہ لہ)

یہ تین خصلتیں جن کو اللہ تعالےٰ نے ہر والی، ہر حاکم، ہر ولی الامر، اور حکم، اور ہر حکم کے لئے فرض اور ضروری قرار دیا ہے، اور قرآن حکیم اس پہ ناطق ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

| | |
|---|---|
| فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ. وَاخْشَوْنِ. | اور تم لوگوں سے نہ ڈرو، اور ہم سے ہی ڈرتے رہو، اور |
| وَلَا تَشْتَرُوا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا وَمَنْ | ہماری آیتوں کے معاوضے میں ناچیز فائدے نہ لو۔ |
| لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِكَ | اور جو خدا کی اتاری ہوئی کتاب کے مطابق حکم نہ دے |
| هُمُ الْکٰفِرُوْنَ ه (مائدہ ع ۷) | تو یہی لوگ کافر ہیں۔ |

اور اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قاضیوں کی تین قسمیں گردانی ہیں۔ جن میں سے دو قسم کے قاضیوں کے لئے جہنم بتلائی ہے، اور ایک قسم کے قاضیوں کے لئے جنت، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| اَلْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ. قَاضِیَانِ | قاضی تین قسم کے ہیں۔ دو قسم کے قاضی جہنم میں |
| فِی النَّارِ. وَقَاضٍ فِی الْجَنَّةِ. فَرَجُلٌ | جائیں گے، اور ایک قسم کے قاضی جنت میں پس |
| عَلِمَ الْحَقَّ وَقَضٰی بِهٖ فَهُوَ فِی الْجَنَّةِ. | وہ آدمی جو حق کو پہچان کر حق فیصلہ کرے وہ |
| (رواہ اہل السنن) | جنت میں جائے گا۔ |

اور قاضی ہر اس آدمی کو کہتے ہیں جو دو فریق کے درمیان فیصلہ کرے، اور دونوں فریق کو حکم دیدے، اب وہ شخص خلیفہ ہو، یا سلطان، یا اس کا نائب، یا والی اور حاکم، اور جو اس عہدے پر مامور ہو وہ یا ایسے عہدیدار کا نائب ہو۔ تا آنکہ جو بچوں کی تحریر و خط کے نگران ہیں ان کو بھی یہ حکم شامل ہے، ایسا ہی ذکر اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے، اور وہ ایسا ہی کیا کرتے تھے اور یہ ظاہر ہے۔

# تیسری فصل کے مضامین

آج دنیا میں ایسے لوگ جن میں قوت اور امانت دونوں موجود و مجتمع ہوں کم ہیں۔ دو آدمی ایسے کہ ایک ان میں سے امین ہے، دوسرا طاقتور، تو ایسے آدمی کو ولایت امارت اور سرداری دینی چاہئے جو قوم و رعایا کے لئے مفید و نافع ہے قوم و رعایا کو نقصان نہ پہنچے، امام احمدؒ سے پوچھا گیا دو آدمی ہیں ایک جنگجو شجاع، دلیر ہے لیکن فاجر ہے، دوسرا صالح، نیک مگر کمزور، کم ہمت، کس کے ساتھ رہ کر جہاد کیا جائے؟ انھوں نے فرمایا فاجر قوی کے ساتھ رہ کر کیونکہ قوت مسلمانوں کے لئے ہے، اور اس کا فجور اس کی جان کے لئے، اور صالح اور نیک اس کے بالکل برعکس ہے۔

قوت اور امانت دونوں کسی ایک آدمی میں جمع ہوں ایسے لوگ آج بہت کم ہیں۔

اور اسی بنا پر حضرت عمر بن الخطابؓ کہا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اَشْكُوْا اِلَيْكَ جَلَدَ الْفَاجِرِ وَعَجْزَ الثِّقَةِ۔ — اے اللہ! میں تیری جناب میں فاجر کی سختی اور بزدل کی عاجزی کا شکوہ کرتا ہوں۔

پس ہر ولایت، ہر اقلیم، ہر ملک کے لئے باعتبار اس کی مرز بوم کے اصلح تلاش کرنا چاہئے، جب کسی اقلیم، کسی ملک کے لئے امام والی اور حاکم مقرر کرنا چاہتا ہے تو ایسے دو آدمی ملتے ہیں۔ ایک امانت دار ہے، دوسرا طاقتور ہے، امام کا فرض ہے کہ اس اقلیم و ملک اور ولایت کے لئے اسے مقدم رکھے جو اس اقلیم و ملک اور ولایت کے لئے زیادہ مفید اور زیادہ سے زیادہ نفع پہنچائے، اور ضرر و نقصان اس سے کم سے کم ہو۔

پس امارت حرب، جہاد و جنگ کی سرداری کے لئے ایسا آدمی مقرر کرے جو قوی، دلیر شجاع اور بہادر ہو، اگرچہ وہ فاجر ہی کیوں نہ ہو۔ اور ضعیف و عاجز کمزور کے مقابلہ میں اسے ترجیح دیوے، اگرچہ وہ امین ہو، امام احمد بن حنبلؒ سے کسی نے پوچھا دو آدمی ہیں دونوں کے دونوں حرب و جہاد کے امیر و سردار ہیں۔ لیکن ان میں سے ایک فاجر مگر قوی ہے، دوسرا صالح اور نیک ہے مگر ضعیف و کمزور ہے تو دونوں میں سے کس کے ساتھ رہ کر

جہاد کرنا چاہئے؟ آپ نے فرمایا فاجر قوی کی قوت مسلمانوں کے لئے ہے، اور اس کا فجور اس کی جان کے لئے ہے، اور صالح ونیک ضعیف وکمزور ہے تو اس کی صلاح ونیک بختی اس کی جان کے لئے ہے، اور مسلمانوں کے ضعف کا موجب ہے، تو جہاد قوی وفاجر کے ساتھ رہ کر کرنا چاہئے۔

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

إِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ۔ اللہ تعالے فاجر آدمی سے بھی اس دین کی مدد کرا دیتا ہے۔

اور ایک روایت بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ (فاجر آدمی) کی جگہ بِاَقْوَامٍ لَا خَلَاقَ لَهُمْ۔ (ایسی قوم اور ایسے لوگوں سے مدد کرا دیتا ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں)

پس اس وقت جبکہ امیر وسالار قوی القلب، شجاع وبہادر اور دلیر میسر نہ آئے، اور اس جگہ کو پُر کرنے کے لئے کوئی ایسا آدمی نہ مل سکے جو امیر حرب اور سالار جنگ مقرر کیا جائے تو اس وقت اصلح فی الدین کو مقرر کر دیوے، اور اسی بنا پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولیدؓ کو امارت حرب، اور سپہ سالار اسلام بنایا تھا، جب سے وہ اسلام لائے تھے اس وقت سے یہ خدمت انہی کے سپرد رہی اور ان کی شان میں آپ فرمایا کرتے تھے۔

سَيْفٌ سَلَّهُ اللّٰهُ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ۔ خالد ایسی تلوار ہیں جو خدا نے مشرکوں کی ہلاکت کے لئے کھلی رکھی ہے۔

باوجود اس کے حضرت خالدؓ سے کبھی کبھی ایسی حرکتیں ہوا کرتی تھیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے بُرا سمجھتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا تھا:۔

اَللّٰهُمَّ اَبْرَأُ اِلَيْكَ مِمَّا فَعَلَ خَالِدٌ۔ اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا ہے، اس سے میں بَری ہوں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ اس وقت کہا تھا جبکہ آپ نے خالدؓ کو قبیلہ جذیمہ کی طرف بھیجا تھا، اور خالد نے ان کو قتل کر دیا تھا، اور معمولی شبہ کی بنا پر ان کا مال ومتاع لوٹ لیا تھا، حالانکہ یہ قطعاً جائز نہیں تھا، اور ان کے ساتھ جو صحابہؓ موجود تھے انہوں نے بھی اس حرکت سے ان کو روکا تھا، اور خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ جذیمہ سے ہمدردی برتی، مودت ومحبت کا اظہار فرمایا۔ اور ان کا مال ومتاع واپس کرنے کی ضمانت کی، باوجود

اس قسم کی لغزشوں کے آپ نے حضرت خالدؓ کو ہمیشہ امارت لشکر، اور فوج کی قیادت میں انہیں کو مقدم رکھا، اور یہ اس لئے کیا کہ امور جنگ میں وہ دوسروں کے مقابلہ میں اصلح تھے، اور غلطی معمولی سے معمولی تاویلوں کی بناپر کرلیا کرتے تھے، اور ابوذرؓ اگرچہ امانت و صداقت میں اصلح تھے لیکن باوجود اس کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا۔

يَا اَبَا ذَرٍّ اِنِّي اَرَاكَ ضَعِيفًا وَاِنِّي اُحِبُّ مَا اُحِبُّ لِنَفْسِي ۔ لَا تَاْمُرَنَّ عَلٰى اِثْنَيْنِ وَلَا تُوَلِّيَنَّ مَالَ يَتِيمٍ ۔ (رواہ مسلم)

اے ابوذر میں تمہیں ضعیف و کمزور پاتا ہوں، اور تمہارے لئے میں وہی پسند کرتا ہوں جو میں خود اپنے لئے پسند کرتا ہوں، تم کسی دو آدمیوں کا بھی امیر نہ بننا اور یتیم کے مال کی کبھی ولایت نہ کرنا۔

ابوذرؓ کو آپ نے امارت اور تولیت سے منع فرمادیا، حالانکہ آپ سے مروی ہے۔

مَا اَظَلَّتِ الْخَضْرَاءُ وَلَا اَقَلَّتِ الْغَبْرَاءُ اَصْدَقَ لَهْجَةً مِنْ اَبِي ذَرٍّ ۔

نہ سبز گنبد نے سایہ کیا نہ غبار مٹی نے جگہ دی ابی ذر سے زیادہ سچے کو۔

حضرت عمرو بن العاصؓ کو غزوہ ذات سلاسل میں آپ نے اس لئے بھیجا تھا وہاں ان کے رشتہ دار و قرابتدار رہتے تھے، اور آپ ان سے مہربانی کا برتاؤ کرنا چاہتے تھے، اُن سے بہتر آدمی موجود تھے مگر آپ نے ان کو نہیں بھیجا، اور حضرت عمرو بن العاص رضؓ ہی کو بھیجا۔ اور اسامہ بن زیدؓ کو ایک مرتبہ آپ نے امارت اس لئے دی کہ ان کے باپ کا بدلہ لے سکیں،

غرض! یہ کہ بعض لوگوں کو کسی مصلحت راجح کی بناپر عامل اور گورنر بنادیتے تھے، حالانکہ ان سے بہتر اور افضل، اور علم و ایمان کے لحاظ سے بہت اچھے موجود ہوتے تھے۔

اسی طرح خلیفہ حضرت ابوبکر صدّیقؓ نے فتنۂ ارتداد جب کھڑا ہوگیا تو حضرت خالدؓ کو ہی امیر لشکر بنایا تھا۔ اور فتوح عراق و شام میں بھی انہیں کو امیر و سالار بناکر بھیجا تھا، حالانکہ حضرت خالدؓ سے بر بنا ر تاویل بعض ہفوات صادر ہوتی رہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ ان ہفوات میں ان کی خواہش کو دخل تھا۔ لیکن پھر بھی ان کو معزول نہیں کیا، بلکہ عتاب کرکے چھوڑ دیا۔ اور مصلحت کو مفسدہ کے مقابلہ میں ترجیح دی، اور انھیں کو باقی رکھا کہ کوئی دوسرا ان کا قائم مقام بن سکے ایسا نہیں تھا۔

علاوہ ازیں یہ کہ جب متولی کبیر، خلیفہ، والی، امیر، کے خلق میں نرمی ہو تو اس کے نائب میں

Marfat.com

شدت و سختی ہونا چاہیئے، اور اگر متولی کبیر اور امیر میں سختی ہو تو نائب میں نرمی ہونی چاہیئے، تاکہ ایک کی سختی دوسرے کی نرمی سے اعتدال قائم رہے، اور اسی بناء پر حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت خالدؓ کو باقی اور قائم رکھنے پر مصر تھے، اس لئے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نرم دل نرم خو تھے، اور حضرت عمرؓ ان کو معزول کرنا چاہتے تھے، اور ان کی جگہ ابو عبیدہؓ بن جراح کو لانا چاہتے تھے، اس لئے کہ حضرت خالد میں سختی تھی جیسی عمر بن الخطابؓ میں سختی تھی، اور ابو عبیدہؓ نرم دل، نرم خو تھے، جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے، اور اس وقت اصلح وہی تھا جو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے کیا۔ حضرت خالدؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں لشکر اسلام کے والی رہے، اور حضرت عمر بن الخطابؓ کے زمانہ میں لشکر اسلام کے والی حضرت ابو عبیدہ رضؓ بن جراح رہے۔ اور اس طرح معاملہ اعتدال پر رہا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے یہ فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| أَنَا نَبِيُّ الرَّحْمَةِ۔ أَنَا نَبِيُّ الْمَلْحَمَةِ | میں نبی رحمت ہوں اور میں نبی ملحمہ (حرب و جنگ) ہوں |

اور آپ کا ارشاد ہے:۔

| | |
|---|---|
| أَنَا الضَّحُوكُ الْقَتَّالُ وَأُمَّتِي وَسَطٌ۔ | میں زیادہ خندہ پیشانی لڑنے والا ہوں اور میری امت وسط ہے۔ |

اور صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی شان میں خدا فرماتا ہے۔

| | |
|---|---|
| أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا (فتح ع ۴) | کافروں کے حق میں بڑے سخت، آپس میں رحم دل تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں۔ اور کبھی سجدہ کر رہے ہیں، خدا کے فضل اور خوشنودی کی طلب گاری میں لگے ہیں۔ |

اور خدا کا فرمان ہے:۔

| | |
|---|---|
| أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ (مائدہ ع ۸) | مسلمانوں کے ساتھ نرم اور کافروں کیساتھ کرڑے ہیں۔ |

اور اسی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی ولایت و امارت کامل تھی، اور ولایت کے معاملات کامل طریقہ پر انجام پاتے رہے، اور اعتدال قائم رہا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یہ دونوں اپنی اپنی جگہ دو بازو سمجھے جاتے تھے، ایک نرم دل، نرم خو تھے، دوسرے سخت دل اور سخت طبیعت تھے، اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے

ان دونوں کی شان میں فرمایا:۔

اِقْتَدُوْا بِالَّذَیْنِ مِنْ بَعْدِیْ۔　　میرے بعد تم ابوبکرؓ اور عمرؓ کی اقتدار کرنا۔

چنانچہ اہل ردۃ کے مقابلہ میں جنگ کرنے کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے شجاعت قلب کا ایسا مظاہرہ ہوا کہ حضرت عمرؓ بھی حیران تھے، اور اس کی امید قطعاً نہیں رکھتے تھے، اور تمام صحابہ کرام رضؓ بھی اس سے بے خبر تھے، اور کہتے تھے صرف زکوٰۃ سے انکار کرنے پر آپ جہاد کیسے کرتے ہیں۔

پس اگر امانت وغیرہ کی ولایت اور امارت ہے، اور شدید و سخت آدمی کی ضرورت ہے تو شدید و سخت آدمی کو مقدم رکھا جائے، مثلاً مال کی حفاظت وغیرہ میں سخت آدمی کی ضرورت ہے، لیکن مال نکلوانا اور اس کی حفاظت کے لئے قوت اور امانت کی ضرورت ہے اور اس لئے قوی اور سخت امیر ووالی کی ضرورت ہے، کہ اس کی طاقت سے مال وصول کیا جاسکے، اور امین کاتب و منشی کی ضرورت ہے کہ ان کی قابلیت سے مال محفوظ رہے، اور مال کی حفاظت ہو سکے، اور یہی حال و حکم ہے، امارت جنگ کا صاحب علم و دین کے مشورے سے امیر جنگ سپہ سالار قائم کیا جائے، اور یہ ہر دو مصلحتیں ملحوظ رکھی جائیں اور یہی حال و حکم تمام ولایتوں، اور ہمہ قسم کی امارتوں کا ہے۔

اگر ایک آدمی سے مصلحت امارت پوری نہ ہو سکے تو دو یا تین یا زیادہ آدمی رکھے جائیں، اور ترجیح اصلح کو دی جائے۔ اور متعدد والی، گورنر اور سردار مقرر کئے جائیں، جب ایک سے کام انجام نہ پاتا ہو، بہرحال اصلح کو مقدم رکھا جائے۔

اور ولایت قضاء کے لئے اعلم اورع، اور اکفار کو مقدم رکھا جائے، اور اگر ایک اعلم ہے اور دوسرا اورع صاحب تقویٰ تو غور کیا جائے کہ اورع کی خواہش اور اعلم کا اشتباہ حکم کے ظہور۔ اور حکم کے اشتباہ میں خلل انداز تو نہیں ہے، کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْبَصِیْرَ النَّاقِدَ عِنْدَ وُرُوْدِ الشُّبُھَاتِ وَیُحِبُّ الْعَقْلَ عِنْدَ حُلُوْلِ الشَّھَوَاتِ۔

اللہ تعالےٰ بصیر و ناقد کو دوست رکھتا ہے ورود شبہات کے وقت، اور شہوات کے حلول کے وقت عقل کو محبوب رکھتا ہے۔

Marfat.com

اور اکفار کے مقابلہ میں ان کو مقدم رکھا جائے گا۔ اگر قاضی کو والی حرب، امیر جنگ یا والی عامہ کی تائید حاصل ہے، تو قضاء کے لئے اعلم اور اورع کو ترجیح دی جائے گی، قاضی اعلم اور قاضی اورع کو مقدم رکھا جائے گا۔ اور اگر علم و ورع کے مقابلہ میں قوۃ و اعانت کی ضرورت زیادہ ہے۔ تو اکفار کو مقدم رکھا جائے۔ کیونکہ قاضی مطلق کی شرط یہی ہے کہ وہ عالم، عادل اور نفاذ حکم پر قادر ہو، اور قضاء پر یہ موقوف نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کے ہر والی کے لئے ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ پس مذکورہ صفات و اوصاف میں سے کسی صفت، کسی وصف میں بھی نقصان ہوگا۔ تو اس کی وجہ سے خلل واقع ہونا ضروری ہے، اور کفایت جس قسم اور جس طرح کی بھی ہو، قہر و غضب کی ہو۔ یا احسان و رغبت کی، بہرحال کفایت کی ضرورت ہے۔

بعض علماء سے پوچھا گیا کہ قضاء کے لئے کوئی آدمی نہیں ملتا۔ اور ملتا ہے تو ایسا کہ عالم فاسق ہے، یا جاہل دیندار، ان دو میں سے کسے ترجیح دی جائے۔ انہوں نے جواب دیا۔ اگر غلبہ فساد کی وجہ سے دین میں خلل واقع ہو رہا ہے تو دیندار کو مقدم رکھا جائے اور غفلت حکام کی وجہ سے دین میں خلل واقع ہو رہا ہے تو عالم کو مقدم رکھا جائے، اور اکثر علماء دیندار کو مقدم رکھتے ہیں، کیونکہ تمام ائمہ دین کا اس پر اتفاق ہے کہ متولی، امیر ایسا شخص ہو جو عادل اور شہادت کا اہل ہو۔

اور شرط علم میں اختلاف ہے کہ کس قسم کا متولی امر ہونا چاہیئے! آیا وہ مجتہد ہو، یا مقلد! یا امثل فالامثل کہ جیسا آدمی مل جائے مقرر کر لیا جائے۔ اس مسئلہ میں بحث و کلام کے لئے دوسری جگہ ہے۔ یہاں اس کا موقع نہیں ہے، بہرحال اغیر اہل کو متولی امر بنانا ضرورت کے لئے جائز ہے، اور اصلح کے موجود ہوتے ہوئے بھی جائز ہے، حالات کی اصلاح کا خیال رکھنا فرض ہے، تاکہ ولایت امر اور امارت کی رعایا اور عامۃ الناس کو ضرورت ہے وہ پوری ہو جائے، جس طرح کہ معسر و تنگ دست کے لئے یہ ضروری ہے کہ قرض اور دین ادا کرنے کے لئے کوشش کرے، لیکن فی الحال اس سے اسی قدر کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے جس قدر ادا کرنے کی اس کو توفیق ہو، اور جس طرح کہ جہاد کی تیاری کے لئے قوت اور گھوڑے باندھنے کا حکم ہے، لیکن عجز و بے بسی کے وقت ساقط ہو جاتا ہے۔ اور حسب استطاعت جو کچھ میسر آئے کرنا فرض ہے، اور ضروری ہے کہ جس قدر واجب و

Marfat.com

فرض ہے اُسے پورا کیا جائے، بخلاف حج اور دوسری عبادتیں کہ ان میں یہ حکم نہیں ہے۔ بلکہ حج وغیرہ اس پر فرض ہے جو۔

مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (آل عمران ع ۱۰) جس کو اس تک پہنچنے کا مقدور ہو۔

یہ فرض نہیں ہے کہ وہ استطاعت و قدرت پیدا کرے، کیونکہ حج واجب ہی اس وقت ہوتا ہے جب استطاعت موجود ہو۔ استطاعت پیدا کرنا اس پر فرض نہیں ہے۔

# چوتھی فصل کے مضامین

اصلح کی پہچان، مقصود ولایت، مقاصد و وسائل کی معرفت، مقصد ولایت؛ دین کی اصلاح، جمعہ اور جماعت کا قیام، اور مخلوق کی دینی اصلاح، حضرت عمر بن الخطابؓ فرمایا کرتے تھے میں تمہارے پاس عمال اس لئے بھیجتا ہوں کہ وہ تمہیں تمہارے رب کی کتاب، اور نبی کی سنت سکھائیں اور دین کو جاری اور باقی رکھیں۔

اس باب میں اہم ترین چیز اصلح کی پہچان ہے، اور مقصد ولایت وحکومت اور طریق مقصود کی پہچان سے اصلح کی پہچان ہوتی ہے، جب تمہیں مقاصد و وسائل کی پہچان ہو جائے گی تو سمجھ لو اس کام کو تم نے پوری طرح سمجھ لیا۔

جب بادشاہوں، اور سلاطین پر دنیا غالب آگئی، اور دین چھوڑ دیا تو ان کی ولایت و سلطنت میں ایسے لوگوں کو مقدم رکھا گیا جو ان کے مقاصد کو پورا کریں، جو شخص اپنی ذات کے لئے ریاست کا طالب تھا، اس نے اس کو مقدم رکھا جو اس کی ریاست کو قائم رکھے، اور سنت نبوی یہ تھی کہ امراء حرب، جو سلطان کے نائب اور فوج ولشکر کے سپہ سالار ہیں وہ مسلمانوں کی نماز جمعہ اور جماعت پڑھائیں۔ اور انہیں خطبہ دیدیں۔ اور اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو نماز کے لئے آگے کھڑا کیا تھا، اور اسی لئے مسلمانوں کی امارت حرب اور سپہ سالاری وغیرہ میں انہیں کو مقدم رکھا گیا۔

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی کو امیر حرب، سپہ سالار لشکر بنا کر بھیجتے تھے سب سے پہلے اسے نماز جماعت پڑھانے کا حکم فرماتے تھے، اسی طرح جب کسی کو کسی شہر کا عامل بنا کر بھیجتے تو اسے جماعت سے نماز پڑھانے کا حکم فرماتے، مثلاً عتاب بن اسید رضؓ کو مکہ معظمہ کا حاکم بنا کر بھیجا، اور عثمان بن ابی العاصؓ کو طائف کا حاکم بنا کر بھیجا، اور حضرت علی رضؓ، حضرت معاذ رضؓ، اور ابو موسیٰ رضؓ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا، اور عمرو ابن حزمؓ کو نجران کا حاکم بنا کر بھیجا، تو یہ آپ کے نائب ہی جماعت کی نماز پڑھایا کرتے تھے، اور حدود وغیرہ بھی یہی لوگ قائم کرتے تھے، اور امیر الحرب جو کیا کرتے تھے یہ بھی کرتے تھے، اس کے بعد آپ کے خلفاء نے بھی یہی کیا۔

بنو امیہ کے بادشاہوں، اور بعض عباسیوں نے بھی یہی کیا، اور یہ اس لئے کیا کہ سب سے زیادہ اہم دین کے بارے میں نماز اور جہاد ہے، اور یہی وجہ ہے جو اکثر احادیث نبویہ میں نماز اور جہاد کو ساتھ ہی ساتھ بیان کیا گیا ہے، چنانچہ جب آپ کسی مریض کی عیادت کو جاتے تو کہا کرتے تھے :۔

اَللّٰھُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ لِيَشْھَدَ لَكَ صَلٰوۃً وَّيَنْكَاءَ لَكَ عَدُوًّا۔ — اے اللہ تو اس بندے کو شفا دے تاکہ تیری نماز میں حاضری دیوے، اور تیرے دشمن کا مقابلہ کرے۔

جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو آپ نے فرمایا:۔

يَا مُعَاذُ اِنَّ اَھَمَّ اَمْرِكَ عِنْدِی الصَّلٰوۃُ۔ — اے معاذ سب سے اہم امر تمہارے لئے میرے نزدیک نماز ہے۔

اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنے عمال اور گورنروں کو لکھا کرتے تھے :۔

اِنَّ اَھَمَّ اُمُوْرِكُمْ عِنْدِی الصَّلٰوۃُ فَمَنْ حَافَظَ عَلَيْھَا وَحَفِظَھَا حَفِظَ دِيْنَہٗ وَمَنْ ضَيَّعَھَا كَانَ سِوَاھَا مِنْ عَمَلِہٖ اَشَدُّ اِضَاعَۃً۔ — میرے نزدیک تمہارے لئے اہم ترین چیز نماز ہے، جو شخص اس کی محافظت کرتا ہے اس نے اپنے دین کی حفاظت کرلی، اور جس نے نماز کو ضائع کیا تو نماز کے سوا دوسرے اعمال کو زیادہ ضائع کرنے والا ہے۔

اور یہ اس لئے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّيْنِ۔ — نماز دین کا ستون ہے۔

جب متولی امر اس ستون کی حفاظت کرے گا تو نماز اسے فحشاء اور منکرات سے بچائے گی۔ اور دوسری طاعات و عبادات میں معین و مددگار ہوگی [1]۔

اللہ تعالے فرماتا ہے :۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ط وَاِنَّھَا لَكَبِيْرَۃٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ ۝ لا — اور صبر اور نماز کا سہارا پکڑو، اور البتہ نماز شاق ہے، مگر ان پر نہیں جو خاکسار ہیں۔

(بقرہ ع ۵)

اور فرماتا ہے :۔

يٰۤاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا — مسلمانو! تم کو کسی طرح کی مشکل پیش آئے

[1] اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی

بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ (بقرہ ع ۱۹) — تو اس کے مقابلہ کے لئے صبر اور نماز سے مدد لو۔ بیشک اللہ صبر کرنیوالوں کا ساتھی ہے۔

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرماتا ہے۔

وَاْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا لَا نَسْئَلُکَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُکَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلتَّقْوٰی ۝ (طٰہٰ ع ۸) — اے پیغمبر اپنے گھر والوں پر نماز کی تاکید رکھو اور خود بھی اس کے پابند رہو ہم تم سے کچھ روزی تو طلب کرتے نہیں بلکہ ہم روزی دیتے ہیں اور انجام بخیر تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔

اور اللہ تعالے فرماتا ہے:۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ مَا اُرِیْدُ مِنْھُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَا اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ ۝ (ذاریات ع ۳) — اور ہم نے جنوں اور انسانوں کو اسی غرض سے پیدا کیا ہے کہ ہماری عبادت کیا کریں، ہم ان سے کچھ روزی کے تو خواہاں ہیں نہیں، اور نہ اس کے خواہاں ہیں کہ ہم کو کھلائیں، اللہ خود بڑا روزی دینے والا۔ قوت والا زبردست ہے۔

پس معلوم ہوا کہ ولایات و امارات اصل مقصود مخلوق خدا کی خدمت و اصلاح ہے۔ اور جب دین کو لوگ چھوڑ دیں گے تو سخت ترین گھاٹا اٹھائیں گے، اور جو دنیوی نعمتیں ان کو دی گئی ہیں ان کو قطعاً مفید اور نفع بخش نہ ہوں گی، اور جس دنیا سے ان کو دینی اصلاح حاصل ہوتی ہے وہ نہ ہوگی۔

جس دنیا سے ان کو دینی اصلاح حاصل ہوتی ہے، وہ دو قسم کی ہے، ایک یہ کہ مال کو مستحق لوگوں میں تقسیم کر لیا جائے، دوسری یہ کہ زیادتی اور ناحق لینے والوں کو عقوبت اور سزا دی جائے، پس جو آدمی تعدی اور زیادتی نہیں کرتا تو سمجھ لو اس نے اپنے دین کی اصلاح کر لی، اور اسی لئے خلیفہ دوم حضرت عمر بن الخطاب رضؓ فرمایا کرتے تھے۔

اِنَّمَا بَعَثْتُ عُمَّالِیْ اِلَیْکُمْ لِیُعَلِّمُوْکُمْ کِتَابَ رَبِّکُمْ وَسُنَّۃَ نَبِیِّکُمْ وَیُقِیْمُوْا بَیْنَکُمْ دِیْنَکُمْ۔ — میں اپنے عمال و گورنر تمہاری طرف اس لئے بھیجتا ہوں کہ وہ تم کو تمہارے رب کی کتاب اور نبی کی سنت سکھائیں اور تم میں تمہارا دین باقی اور قائم رکھیں۔

پس اس وقت جبکہ رعیت بھی من وجہ بگڑ گئی ہے، اور راعی بھی من وجہ بگڑ چکے ہیں، اور اس کی وجہ سے تمام امور درہم برہم ہو گئے تو ان کی اصلاح بھی دشوار ہے، پس جو راعی حسب امکان لوگوں کے دین اور دنیا کی اصلاح کرے گا۔ وہ اپنے زمانے میں سب سے بہتر وافضل اور افضل المجاہدین ہوگا، جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

يَوْمٌ مِنْ إِمَامٍ عَادِلٍ أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةً۔

امام عادل کا ایک دن ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

اور مسند امام احمدؒ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:۔

أَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَى اللهِ إِمَامٌ عَادِلٌ۔ وَأَبْغَضُهُمْ إِلَيْهِ إِمَامٌ جَائِرٌ (مسند امام احمد)

مخلوق میں سب سے زیادہ خدا کو محبوب امام عادل ہے، اور خدا کے نزدیک مبغوض ترین آدمی ظالم امام ہے۔

اور صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ۔ إِمَامٌ عَادِلٌ۔ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللهِ۔ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتّٰى يَعُوْدَ إِلَيْهِ۔ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلٰى ذٰلِكَ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ إِلٰى نَفْسِهَا۔ فَقَالَ إِنِّيْ أَخَافُ اللهَ رَبَّ الْعَالَمِيْنَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ (متفق علیہ)

سات آدمی ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ اپنے سایہ میں رکھے گا، جبکہ خدا کے سوا کسی کا سایہ نہیں ہو گا، امام عادل، اور جوان آدمی جو عبادت میں اپنا وقت گذارتا ہے، اور وہ آدمی جسکا قلب مسجد سے لگا ہوا ہے جب مسجد سے نکلتا ہے تا آنکہ وہ پھر لوٹ کر مسجد میں پہنچے، اور وہ دو آدمی جن کی دوستی محض خدا کے واسطے ہو، دوستی کی وجہ سے وہ ملتے ہیں اور دوستی کی وجہ سے جدا ہوتے ہیں، اور وہ آدمی جو خالص اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتا ہے، اور آنکھوں سے آنسو بہاتا ہے اور وہ آدمی جس کو کسی صاحب منصب وجمال عورت نے نفس پرستی کیلئے بلایا، اور اس نے کہہ دیا میں رب العالمین سے ڈرتا ہوں

اور وہ آدمی جو خیرات دیوے اور اسکو چھپائے
تاآنکہ اس کا داہنا ہاتھ خرچ کرتا ہے تو اسکا
بایاں ہاتھ نہیں جانتا۔

اور صحیح مسلم کے اندر عیاض بن حماد رض سے مروی ہے وہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

أَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلَاثَةٌ۔ سُلْطَانٌ مُقْسِطٌ۔ وَرَجُلٌ رَحِيْمٌ رَقِيْقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِي قُرْبٰى وَمُسْلِمٍ وَرَجُلٌ غَنِيٌّ عَفِيْفٌ مُتَصَدِّقٌ۔

تین قسم کے لوگ جنتی ہیں، عادل سلطان، اور جو رحمدل رقیق القلب ہے ہر قرابتدار، اور ہر مسلمان پہ رحم کرتا ہے، اور وہ آدمی جو غنی اور باعفت ہے اور خیرات کرتا ہے۔

اور سنن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:۔

اَلسَّاعِيْ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

اللہ کیلئے جو صدقہ وخیرات کی کوشش کرتا ہے وہ جہاد فی سبیل اللہ کی مانند ہے۔

اللہ تعالے نے جہاد کا حکم فرمایا۔ تو فرمایا
وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ط (بقرہ ع ۲۴)

اور وہاں تک ان سے لڑو کہ ملک میں فساد باقی نہ رہے، اور ایک خدا کا دین چلے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ آدمی کبھی شجاعت دکھانے کو جنگ کرتا ہے، کبھی حمیت کی وجہ سے، اور کبھی ریا، اور دکھاوے کے لئے تو ان میں سے کونسا فی سبیل اللہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا

مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

جو اس لئے جنگ کرتا ہے کہ کلمۂ خداوندی بلند ہو، وہ سبیل اللہ ہے،

(اخرجاہ فی الصحیحین)

پس معلوم ہوا کہ جہاد کا مقصد بھی یہ ہے کہ سب کا سب اللہ کا دین ہو، اور کلمۂ خداوندی بلند ہو۔ اور کلمۃ اللہ ایسا جامع اسم ہے جو کتاب اللہ پر بھی مشتمل اور متضمن ہے۔

۔اسی طرح اللہ تعالے فرماتا ہے:۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ

تحقیق ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے

Marfat.com

وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (حدید ع ۳)

معجزے دے کر بھیجا ہے اور انکی معرفت کتابیں اتاریں اور نیز ترازو تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔

رسولوں، پیغمبروں کو بھیجنے اور کتاب نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں قسط و عدل قائم کریں، اس کے بعد خدا فرماتا ہے۔

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَأْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ۔ (حدید ع ۳)

اور ہم نے لوہا پیدا کیا، اس میں بڑا خطرہ ہے اور اس میں لوگوں کے فائدے بھی ہیں، اور ایک غرض یہ بھی ہے کہ اللہ ان لوگوں کو معلوم کرے جنہوں نے اللہ کو دیکھا نہیں، اور پھر بھی اللہ اور اس کے رسولوں کی مدد کو کھڑے ہو جاتے ہیں۔

پس جو شخص کتاب اللہ کو چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کرے اسے لوہے سے سیدھا کیا جائے۔ اسی لئے کہ دین کا قوام، دین کی مضبوطی اور پائیداری مصحف کتاب اللہ اور سیف و شمشیر ہوتی ہے۔

اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے۔ اَنْ نَضْرِبَ بِهٰذَا۔ یعنی ہم تلوار سے اسے ماریں جو قرآن سے منہ موڑیں۔

پس جبکہ مقصود یہ ہے تو اقرب فالاقرب طریقے سے مقصود حاصل کیا جائے، اور ایسے دو آدمیوں کو دیکھا اور جانچا جائے کہ اقرب الی المقصود دونوں میں سے کون ہے؟ جو دونوں میں اقرب الی المقصود ہو اُسے ولی امر، اور امیر مقرر کیا جائے۔

پس اگر صرف ولایت و امامت ہے تو ایسے شخص کو مقدم رکھنا چاہئے جسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مقدم رکھا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ۔ فَاِنْ كَانُوْا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَاِنْ كَانُوْا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً

قوم کی امامت وہ کرے جو زیادہ قرأۃ جاننے والا ہو، اگر قرأۃ میں سب برابر ہیں تو سنت کو جاننے والا امامت کرے، اگر سنت جاننے میں سب برابر ہیں تو امامت وہ کرے

Marfat.com

فَاِنْ كَانُوْا فِى الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ سِنًّا۔ وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ فِىْ سُلْطَانِهٖ۔ وَلَا يَجْلِسُ عَلٰى تَكْرِمَتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔

(رواہ مسلم)

جو ہجرۃ میں مقدم ہے، اگر ہجرۃ میں تمام برابر ہیں تو زیادہ عمر والے کو امام مقرر کرنا چاہئے، اور کوئی آدمی اس کی حکومت میں امامت نہ کرے، اور اس کی عزت کی جگہ اس کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے،

جب دو آدمی برابر ہیں، اور دونوں میں سے کسی ایک کا اصلح ہونا معلوم نہ ہو سکے تو قرعہ ڈالنا چاہئے، جس طرح کہ سعد بن ابی وقاص رضؓ نے جنگ قادسیہ کے موقع پر کیا تھا، لوگ باہم مشاجرۃ اور جنگ کے لئے تیار ہو گئے کہ اذان ہم کہیں گے اور بہت سے آدمی اپنا استحقاق جتانے لگے، اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی اتباع کی گئی کہ :۔

لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِى النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا اِلَّا اَنْ يَّسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا۔

اور لوگ اذان کی حقیقت اور صف اول کا ثواب سمجھ لیں تو اذان اور صف اول کیلئے قرعہ ڈالنے کی ضرورت پڑے تو قرعہ ڈالیں مگر ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

جب وجہ ترجیح مخفی ہو تو قرعہ ڈالے، ایسا کر لیا تو متولی امر نے حق امامت ادا کر دیا، اور اس کی ولایت مستحق و حقدار کو پہنچا دی۔

# پانچویں فصل کے مضامین

امانتوں کی دوسری قسم مال ہے، اور یہ دیون خاصہ وعامہ، ودیعت شرکت، توکل، مضاربت، یتیم کے مال، اور وقف وغیرہ پر مشتمل ہے اور صدقہ، خیرات فقرار کو مسکینوں کو، اور عاملین، مؤلفۃ القلوب کو، غلام آزاد کرانے میں، قرضداروں کو دینا، اللہ کی راہ میں دینا وغیرہ کو شامل ہے۔

امانتوں کی دوسری قسم مال سے تعلق رکھتی ہے [۱]۔ جیسا کہ قرض اور دین کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهُ۔ (بقرہ ع ۳۹)

بس اگر تم میں سے ایک دوسرے کا اعتبار کرے تو جس پر اعتبار کیا گیا ہے اس کو چاہیے کہ قرض دینے والے کی امانت کو ادا کر دے، اور خدا سے جو اس کا کارساز ہے ڈرے۔

اس قسم میں اعیان، دیون خاصہ وعامہ، مثلاً ودیعتیں، اور شریک، مؤکل، مضارب یتیم کا مال، وقف، بیعات، کی قیمت ادا کرنا، قرض، عورتوں کے مہر، منافع کی اجرتیں وغیرہ شامل ہیں، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۙ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۙ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۙ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَائِمُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۙ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۙ الی قولہ۔ وَالَّذِيْنَ

بیشک انسان بے صبرا پیدا کیا گیا ہے جب اسکو نقصان پہنچتا ہے تو گھبرا اٹھتا ہے، اور جب اسکو فائدہ پہنچتا ہے تو بخل کرنے لگتا ہے مگر جو نماز گذار ہیں وہ اپنی نمازوں کو کبھی ناغہ نہیں ہونے دیتے اور جنکے مالوں میں منہ پھوڑ کر مانگنے والے اور نہ مانگنے والے دونوں کا حصہ معین ہے، خدا کے اس فرمان تک

---

[۱] امانتیں دو قسم کی ہیں ایک کی تشریح پہلی فصل میں ہو چکی، دوسری قسم کی تشریح اس فصل میں کی جا رہی ہے (ابو العلاء)

Marfat.com

لِاَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ ٥ (معارج ع ۱)

اور جو اپنی تحویل کی اما نتوں کا اور اپنے عہد کا پاس کرتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرَاكَ اللّٰهُ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ٥ (نساء ع ۱۶)

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے کتاب برحق تم پر نازل کی ہے، کہ جیسا تم کو خدا نے بتا دیا ہے اسکے مطابق لوگوں کے باہمی جھگڑے چکا دیا کرو۔ اور دغابازوں کے طرف دار نہ بنو۔

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اَدِّ الْاَمَانَةَ اِلٰى مَنِ ائْتَمَنَكَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ۔

تمہارے پاس جس نے امانت رکھی ہے تو اسے تم دے دو، اور تمہارے ساتھ کوئی خیانت کرے تو تم اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :۔

اَلْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَهُ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى دِمَائِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ۔ وَالْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ۔ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ عَمَّا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ۔ وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِىْ ذَاتِ اللّٰهِ۔

مومن وہ ہے جسے مسلمان امین سمجھیں خون کے بارے میں اور مال کے بارے میں، اور مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمانوں کو سلامتی ملے، اور مہاجر وہ ہے جس سے اللہ تعالےٰ نے منع فرمایا ہے اس سے رک جائے اور مجاہد وہ ہے جو ذات خداوندی کیلئے اپنی جان سے جہاد کرے۔

یہ حدیث صحیح ہے، حدیث کے بعض ٹکڑے بخاری اور مسلم کے اندر ہیں۔ اور بعض سنن ترمذی کے اندر۔

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ اَدَاءَهَا اَدَّاهَا اللّٰهُ عَنْهُ۔ وَمَنْ اَخَذَهَا يُرِيْدُ اِتْلَافَهَا اَتْلَفَهُ اللّٰهُ۔ (رواہ البخاری)

جو لوگوں کا مال اس ارادہ سے لیتا ہے کہ اسے ادا کر دیگا، تو اللہ تعالےٰ اسے ادا کرا دیتا ہے، اور جو اس ارادہ سے لیتا ہے اسے تلف کر دیگا۔ تو اللہ تعالےٰ اسے تلف کرا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان امانتوں کے متعلق فرض کیا ہے جن پر کسی حق سے فیصلہ کیا گیا ہے، اور تنبیہ فرماتا ہے کہ جب اس میں غصب یا چوری کی گئی ہو، یا خیانت وغیرہ ہوئی ہو یا کسی قسم کا ظلم ہوا ہو۔ تو ان کا ادا کرنا فرض ہے، اسی طرح عاریت اور مستعار چیزیں بھی واپس کرنا فرض ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا ہے۔

اَلْعَارِيَةُ مُؤَدَّاةٌ وَالْمِنْحَةُ مَرْدُودَةٌ وَالدَّيْنُ مُقْضًى وَالزَّعِيمُ غَارِمٌ۔ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَعْطَىٰ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ۔

عاریۃً لی ہوئی چیز واپس کی جائے اور اونٹ کا بچہ جس کیلئے مخصوص کیا گیا ہو اسے دیدیا جائے، اور قرض ادا کر دیا جائے، اور زعیم و قائد پر جو لازم ہے ادا کر دے، بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب حق کو اسکا حق دیدیا پس وارث کیلئے وصیت نہیں ہے

اس قسم میں والیان امر، والیان ملک، اور رعیت سب شامل ہیں، والیان امر، والیان ملک اور رعیت دونوں کا فرض ہے کہ ایک دوسرے پر جو واجب ہے اسے ادا کریں، پس سلطان اور نائبین سلطان کا فرض ہے کہ وہ عطار میں کوتاہی نہ کریں، اور مستحقین، حقداروں کے حقوق پورے پورے دے دیں، اور اہل دیوان کا فرض ہے کہ وہ سلطان کو وہ دے دیں جس کا دینا ان پر فرض کیا گیا ہے، اسی طرح رعیت پر فرض ہے کہ ان پر جو حقوق لازم کئے گئے ہیں ادا کر دیں، اور رعیت کے لئے یہ جائز نہیں کہ والیان ملک سے وہ ایسا مطالبہ کرے جس کا ان کو حق نہیں دیا گیا۔ اگر یہ مطالبہ کریں گے تو اس خداوندی حکم کے ماتحت آجائیں گے۔

وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِينَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللّٰهِ رَاغِبُونَ ۝ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي

اور اے پیغمبر ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ خیرات میں تم پر الزام لگاتے ہیں، پھر اگر ان کو اس میں سے دیا جائے تو خوش ہوتے ہیں، اور اگر اس میں سے ان کو نہ دیا جائے تو فوراً ہی بگڑ بیٹھتے ہیں، اور جو اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے ان کو دیا تھا اگر یہ اس کو خوشی سے لے لیتے اور کہتے کہ اللہ ہم کو بس کرتا ہے، اور اب نہیں دیا تو کیا ہے، آگے کو اپنے کرم سے اللہ اور اس کا رسول ہم کو دینگے ہم تو اللہ ہی سے لو لگائے بیٹھے ہیں، خیرات تو بس فقیروں کا

الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○

(توبہ ع ۷-۸)

حق ہے اور محتاجوں کا، اور ان کارکنوں کا جو خیرات وصول کرنے پر تعینات ہیں اور ان لوگوں کا جنکے دلوں کا پرچانا منظور ہے اور نیز قید و غلامی سے غلاموں کی گردنیں چھڑانے میں، اور قرضداروں کے قرضے میں اور خدا کی راہ میں، اور مسافروں کے زادِ راہ میں یہ اللہ کے ٹھہرائے ہوئے ہیں، اور اللہ خوب جاننے والا بڑا باتدبیر ہے۔

اور انہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ والی، سلطان کے وہ حقوق جو ان لوگوں پر واجب ہیں روک لیں۔ اور نہ دیں، اگرچہ سلطان ظالم ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، اور یہ اس وقت ارشاد فرمایا تھا جب والیانِ ملک کے ظلم و جور کی شکایت کی گئی تھی فرمایا۔

أَدُّوْا إِلَيْهِمُ الَّذِيْ لَهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ۔

جو انکا تم پر حق ہے، ادا کر دیا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ رعیت کے حقوق کا سوال انسے کرے گا۔

اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

كَانَتْ بَنُوْا إِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ۔ وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَسَيَكُوْنُوْا خُلَفَاءَ۔ وَيَكْثُرُوْنَ قَالُوْا فَمَا تَامُرُنَا قَالَ أَوْفُوْا بَيْعَةَ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ۔ ثُمَّ أَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ۔ فَإِنَّ اللّٰهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ۔

(صحیح بخاری و مسلم)

بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کرام کیا کرتے تھے، جب کسی پیغمبر کی وفات ہوتی تھی دوسرے پیغمبر کو خلیفہ بنا لیتے، اور میرے بعد کوئی نبی و پیغمبر نہیں ہوگا، خلفاء ہونگے، اور بہت ہوں گے صحابہ نے عرض کیا ایسے وقت میں آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا، تم اپنی بیعت کو پوری دیانتداری سے پورا کرو، جس سے پہلے بیعت کی ہے اسے پورا کرو، جو حقوق تم پر ہیں ان کو دے دو، رعایا کے حقوق اللہ تعالیٰ ان سے پوچھ لے گا۔

اور صحیح بخاری۔ اور صحیح مسلم کے اندر حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

Marfat.com

اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِیْ اَثْرَةً ۔ وَتُنْكِرُوْنَهَا ۔ قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَدُّوْا اِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ ۔ وَاسْئَلُوا اللّٰهَ حَقَّكُمْ ۔

میرے بعد دولت وثروت تم بہت دیکھو گے اور ایسے امور بھی دیکھو گے اور ایسی باتیں دیکھو گے جنہیں تم برا سمجھو گے، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسے وقت میں آپ ہمیں کیا فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا ان کے حقوق جو تم پر ہیں تم ادا کر دیا کرو، اور اپنے حقوق تم اللہ تعالےٰ سے مانگا کرو۔

پس والیان مال کو کسی طرح حق نہیں پہنچتا کہ وہ مال کو اپنی خواہشات کے مطابق تقسیم کریں، جس طرح کہ مال کے مالک اپنا مال تقسیم کر لیتے ہیں اور جس طرح چاہتے ہیں لیتے دیتے ہیں، کیونکہ والیان مال اس مال کے مالک نہیں ہیں بلکہ امین۔ نائب اور وکیل ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

اِنِّیْ وَاللّٰهِ لَا اُعْطِیْ اَحَدًا وَلَا اَمْنَعُ اَحَدًا اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ۔ اَضَعُ حَيْثُ اُمِرْتُ۔ (رواہ البخاری)

قسم خدا کی میں نہ کسی کو دیتا ہوں، نہ کسی سے مال کو روکتا ہوں میں تو حقداروں پر اسی طرح تقسیم کرتا ہوں جیسا کہ مجھے حکم کیا گیا ہے۔

غور کیجئے پیغمبر خدا رب العالمین کے رسول اور پیغمبر ہیں، لیکن فرماتے ہیں دینے اور نہ دینے میں اپنے ارادہ کو کوئی دخل نہیں، اور تقسیم کرنے میں کسی قسم کا اختیار نہیں، جس طرح کہ مال کے مالکوں کو حق اور اختیار رہوا کرتا ہے، ہر طرح اس میں تصرف کر سکتے ہیں، اور سلاطین شاہان دنیا بغیر کسی حق اور بغیر استحقاق کے جس سے محبت کرتے ہیں انہیں دیتے ہیں، اور جس سے ناراض ہوتے ہیں اسے محروم کر دیتے ہیں، بلکہ پیغمبر خدا، خدا کے بندے ہیں، اور جہاں خدا کا حکم ہوتا ہے وہاں خرچ کرتے ہیں۔

اسی طرح حضرت عمر بن الخطابؓ بھی کیا کرتے تھے کسی نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے کہا اگر آپ کچھ اپنے لئے وسعت کر لیا کریں تو بہتر ہے، اللہ تعالےٰ کے مال میں سے کچھ زیادہ لے لیا کریں تو اچھا ہے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے کہا میری اور ان لوگوں کی مثال تمہیں معلوم نہیں ہے، ان کی مثال ایسی ہے کہ کچھ لوگ سفر کر رہے ہیں، ان لوگوں نے اپنا مال جمع کر کے ایک کے سپرد کیا کہ یہ مال ہمارے لئے مناسب طریقہ سے خرچ کرنا، تو کیا اس کے لئے جائز ہوگا کہ وہ اپنے لئے اس مال میں سے لے لیوے، اور جس طرح چاہے خرچ کرے؟

Marfat.com

ایک مرتبہ خمس میں بہت سا مال حضرت عمرؓ کے پاس آیا، حضرت عمرؓ مال دیکھ کر بولے انھوں نے امانتیں دے دیں خوب کیا، بعض حاضرین بولے آپ امانت کو اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرتے ہیں تو لوگوں نے امانتیں آپ کو دے دیں، اگر آپ اس میں خرد برد کرتے تو یہ لوگ بھی خرد برد کرتے۔

اور سزاوار اور لائق یہ ہے کہ لوگ اس حقیقت کو سمجھیں کہ اولی الامر کیا ہے اور اسکی حیثیت کیا ہے، اولی الامر کی مثال بازار کی سی ہے، بازار میں جیسا کرو ویسا لو، جیسے دام ویسا مال۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرمایا کرتے تھے، اگر تم صدق و صداقت بر و نیکی، عدل و انصاف امانداری کروگے تو تمہیں اس کے بدلہ میں یہی چیزیں ملیں گی، اگر تم کذب و جھوٹ، ظلم و جور خیانت بد دیانتی کروگے تو تمہیں اس کے جواب میں یہی ملے گا، اسی لئے ولی امر، سلطان کا فرض ہے کہ حلال وطیب طریقہ سے حاصل کرے، اور جہاں حق ہو وہاں خرچ کرے، اور مستحق، حقداروں کو محروم نہ کرے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ایک مرتبہ اطلاع ہوئی کہ آپ کے بعض نائب رعایا پر ظلم و جور کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا:۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّی لَمْ اٰمُرْهُمْ اَنْ یَّظْلِمُوْا خَلْقَكَ وَلَا یَتْرُكُوْا حَقَّكَ۔

اے اللہ میں نے ان کو ظلم وجور کا حکم نہیں دیا، نہ تیرا حق چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔

Marfat.com

# چھٹی فصل کے مضامین

سلطانی مال جس کا کتاب وسنت میں ثبوت موجود ہے، مال تین قسم کا ہے، مال غنیمت، مال صدقہ وخیرات، مال فئی، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پانچ چیزیں تمام انبیاء کے مقابلہ میں زیادہ دی گئی ہیں، تمہارے کمزوروں کی وجہ سے تمہیں روزی اور نصرت ملتی ہے، مال غنیمت غانمین میں تقسیم کیا جائے، بنوامیہ، بنوعباس نے بھی ایسا کیا:

وہ سلطانی مال جس کی اصل کتاب وسنت میں ہے، تین قسم کا ہے، مال غنیمت، مال صدقہ وزکوٰۃ، مال فئی، مال غنیمت وہ مال ہے جو کافروں سے قتال وجنگ کرکے لیا جائے، اس کا ذکر خدا نے سورۂ انفال میں کیا ہے، اور یہ سورۃ غزوۂ بدر کے موقع پر نازل ہوئی ہے، خدا نے اس سورت کو انفال اس لئے کہا ہے کہ مسلمانوں کے مال میں زیادتی ہو رہی ہے، چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ط قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ط اِلٰى قَوْلِهٖ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى ۔ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (الآیۃ)

(انفال از ابتدا ر سورۃ تا ع ۵)

اے پیغمبر! مسلمان سپاہی تم سے مال غنیمت کا حکم دریافت کرتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ مال غنیمت تو اللہ اور رسول کا ہے (الیٰ قولہ) اور جان رکھو کہ جو چیز تم لڑائی میں لوٹ کر لاؤ، اس کا پانچواں حصہ خدا کا اور رسول کا اور رسول کے قرابتداروں کا اور یتیموں کا، محتاجوں کا، اور مسافروں کا ہے۔

اور فرماتا ہے:

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (انفال ع ۹)

تو جو کچھ تم کو غنیمت سے ہاتھ لگا ہے اس کو حلال طیب سمجھ کر کھاؤ، اور اللہ سے ڈرتے رہو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور صحیح بخاری، اور مسلم کے اندر حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے، آنحضرت صلے اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم نے فرمایا:۔

أُعْطِيتُ خَمْسًا. لَمْ يُعْطِهِنَّ نَبِيٌّ قَبْلِي. نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ. وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ. فَلْيُصَلِّ. وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ. وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي. وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ. وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً.

مجھے پانچ چیزیں دی گئی ہیں، مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں، ایک یہ کہ ایک مہینہ کی مسافت سے میرا رعب پڑتا ہے، اور مجھے فتح دی گئی ہے، اور تمام زمین میرے لئے مسجد اور پاک کرنے کی جگہ بنائی گئی پس میری امت میں سے جس کو نماز کا وقت آجائے نماز پڑھ لیوے، اور میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا ہے، مجھ سے پہلے کسی کیلئے حلال نہیں تھا، مجھے شفاعت کا حق دیا گیا ہے، اور مجھ سے پہلے نبی اور پیغمبر اپنی قوم کیلئے بھیجے جاتے تھے اور میں تمام لوگوں کیلئے بھیجا گیا ہوں۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

بُعِثْتُ بِالسَّيْفِ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ. حَتَّى يُعْبَدَ اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ. وَجُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي. وَجُعِلَ الذُّلُّ وَالصَّغَارُ عَلَى مَنْ خَالَفَ أَمْرِي. وَمَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ. (رواہ احمد فی المسند)

میں قیامت کے قریب تلوار لیکر مبعوث ہوا ہوں، تاکہ لوگ اللہ وحدہٗ کی عبادت کریں، جس کا کوئی شریک نہیں، اور میرا رزق میرے نیزے کے سایہ کے نیچے کر دیا ہے، اور جو میری مخالفت کرے گا اس کے لئے ذلت و خواری ہے، اور جو کسی قوم سے مشابہت کرے گا وہ انھیں میں سے ہو گا۔

پس فرض ہے کہ مال غنیمت میں سے خمس، پانچواں حصہ نکال لیا جائے، اور اس خمس کو اللہ تعالےٰ کے حکم کے بموجب خرچ کیا جائے، اور باقی کا مال غانمین یعنی غنیمت کا مال جمع کرنے والوں پر تقسیم کر دیا جائے، حضرت عمرؓ کا قول ہے "مال غنیمت ان لوگوں کے لئے ہے جو جہاد میں شریک ہیں" اور وہ ایسے لوگ جو قتال و جہاد کے لئے حاضر اور موجود ہے، قتال و جنگ کریں یا نہ کریں، اور غنیمت کا مال تقسیم کرنے میں نہ کسی کی ریاست و حکومت سے ڈرنا چاہیئے۔ نہ خاندان ونسب کی افضیلت سے مرعوب ہونا چاہیئے، اور پورے عدل و انصاف سے تقسیم کر دینا چاہیئے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

اور آپ کے خلفاء کیا کرتے تھے، چنانچہ صحیح بخاری کے اندر ہے، کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے اوروں کے مقابلہ میں اپنے کو افضل و اولیٰ سمجھا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَ تُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ۔ — تم لوگوں کو نصرت اور رزق تمہارے کمزوروں کی وجہ سے دیا جاتا ہے۔

اور مسند احمد میں سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ ایک آدمی قوم کی حمایت و سرداری کی حیثیت سے لڑ رہا ہے، تو اس کا حصہ دوسروں کے برابر ہی ہونا چاہیے؟ آپ نے فرمایا:۔

ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ اِبْنَ اُمِّ سَعْدٍ — اے ابن ام سعد، تمہاری ماں تم پر روئے

وَهَلْ تُرْزَقُوْنَ وَ تُنْصَرُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ۔ — کیا تم کو رزق اور نصرت تمہارے کمزوروں کی وجہ سے نہیں دی جاتی؟

چنانچہ دولت بنی امیہ، اور دولت بنی عباس میں مال غنیمت غانمین۔ غنیمت حاصل کرنے والوں پر تقسیم ہوتا رہا۔ جبکہ مسلمان روم اور ترکوں اور بربر کے خلاف جنگ وجہاد کرتے تھے، ہاں امام کے لئے یہ جائز ہے کہ کوئی خطرناک اور اہم کام کوئی انجام دیوے، مثلاً بلند قلعے پر چڑھ گیا، اور اس کی وجہ سے فتح و نصرت حاصل ہوئی، یا دشمنوں کے سردار پر ٹوٹ پڑا۔ اور دشمن کو شکست ہوئی، اس کے مثل کوئی دوسرا کام کیا تو اس کو نفل یعنی زیادہ دیوے، کیونکہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء نے نفل دیا تھا، چنانچہ سریہ بدایہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس کے علاوہ ایک ربع اور دیا تھا، اور غزوہ رجعہ میں خمس کے بعد ایک ثلث دیا تھا، اور اس نفل و اضافہ کے متعلق علماء کرام کے اقوال مختلف ہیں، بعض کہتے ہیں یہ نفل اور زیادتی خمس کے مال میں سے دی جائے، اور بعض کہتے ہیں خمس کے پانچویں حصہ میں سے دی جائے، تاکہ بعض غانمین کو بعض پر فضیلت و برتری نہ ہوسکے، اور صحیح یہ ہے کہ خمس کے چوتھے حصہ میں سے نفل و زیادتی دی جائے۔ گو بعض لوگ افضل و برتر ہی کیوں نہ ہوں، لیکن یہ نفل کسی دینی مصلحت کی بنا پر ہونا چاہیئے۔ خواہش نفس کو اس میں دخل نہ ہو، جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کئی مرتبہ مصلحت کی بنا پر نفل دیا ہے، اور یہی قول فقہاء شام، اور امام ابو حنیفہ؟، امام احمد؟ وغیرہ کا ہے، اور اسی قول کے مطابق کہا گیا ہے کہ بلا کسی شرط کے ربع اور ثلث دیا جائے، اس سے زیادہ کیلئے

Marfat.com

شرط لگائی جائے، مثلاً امام یا سپہ سالار لشکر یہ کہے کہ جو شخص فلاں قلعہ سر کرے گا، یا جو فلاں کا سر لائے گا اس کو یہ یہ دیا جائے گا۔

اور بعض کہتے ہیں ایک ثلث سے زیادہ نفل نہ دیا جائے، ہاں شرط لگا کر دیا جا سکتا ہے، یہ ہر دو قول امام احمدؒ وغیرہ کے ہیں۔

اور اسی طرح صحیح قول کے بموجب امام کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ یہ کہے جس شخص نے جو چیز لے لی وہ اس کی ہے، جیسا کہ غزوۂ بدر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا، لیکن یہ اس وقت جبکہ مصلحت راجح ہو، اور مفسدہ کی امید کم ہو۔

جب امام مال غنیمت جمع کرے، یا اسے تقسیم کرے تو کسی کو حق نہیں کہ اس میں کسی قسم کا غلن کرے، اور جو شخص غلن کرے گا قیامت کے دن اس کی پوچھ ہوگی، کیونکہ غلول اور غلن بھی خیانت ہے، نیز مال غنیمت میں نہب و غارتگری بھی جائز نہیں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہب و غارتگری کو روکا ہے۔

جب امام نے مال غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے عام اجازت دے دی کہ جس کے ہاتھ لگے وہ اس کا ہے، تو اس صورت میں خمس ادا کرنے کے بعد ایسا کرنا حلال و جائز ہے، اور اذن و اجازت کے لئے کوئی خاص الفاظ نہیں ہیں۔ بلکہ جس طرح بھی اور جس طور پر بھی اذن و اجازت دی جائے وہ اذن و اجازت ہے، اور جب عام اذن و اجازت نہ دی گئی ہو، اور اس صورت میں کوئی شخص کچھ لے لیوے تو وہ قسمت اور حصہ میں آئے اتنی ہی مقدار عدل و انصاف کو ملحوظ رکھتے ہوئے لے سکتا ہے۔

اگر امام نے مال غنیمت جمع کرنے سے روک دیا ہے، اور حالات کچھ ایسے ہی ہیں۔ اور امام نے حالات کی بنا پر یہ طے کر لیا کہ وہ جو چاہے گا کرے گا۔ تو اس وقت دو قول متقابل ہوتے ہیں۔ تو دونوں قول چھوڑ دئے جائیں[1]۔ اور درمیانی راہ اختیار کی جائے، اس لئے کہ دِیْنُ اللّٰہِ وَسَطٌ۔ اللہ کے دین کی راہ متوسط ہے۔

اور مال کی تقسیم میں عدل و انصاف یہ ہے کہ پیادہ کو ایک حصہ، اور سوار کے لئے جو عربی گھوڑا رکھتا ہے تین حصے، ایک حصہ اس کا اور دو حصے گھوڑے کے، جنگ خیبر کے موقعہ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا۔

---

[1] اذا تعارضا تساقطا جب دونوں متعارض ہوں تو دونوں ساقط ہو جاتے ہیں۔

بعض فقہاء کہتے ہیں سوار کو دو حصے دئے جائیں ایک حصہ اس کا، اور ایک اسکے گھوڑے کا مگر پہلا قول صحیح ہے، صحیح حدیث اس پر دلالت کرتی ہے، اس لئے کہ گھوڑے کے ساتھ اس کا سائیس وغیرہ بھی ہوا کرتا ہے۔ اس لئے گھوڑا زیادہ امداد کا محتاج ہے، اور پیادہ کے مقابلہ میں سوار سے بہت زیادہ فائدہ پہنچتا ہے،

بعض فقہاء کا قول ہے عربی گھوڑے اور ہجین گھوڑے کو برابر حصہ دیا جائے، اور بعض کا قول ہے عربی گھوڑے کو دو حصے دئے جائیں اور ہجین کو ایک حصہ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے مروی ہے، اور ہجین اس گھوڑی کو کہتے ہیں جس کی ماں نبطیہ ہو، اسے برذون بھی کہتے ہیں، بستری بھی کہتے ہیں۔ خصی اور غیر خصی گھوڑے کا یہی حکم ہے۔

سلف امت اس گھوڑے کو جو کسی گھوڑے پر نہ کودا ہو، کچھ حیثیت سمجھتے ہیں، کیونکہ اس میں قوت اور تیزی زیادہ ہوا کرتی ہے، اس کا کوئی صہیل نہیں ہے، اور اس کی رفتار بھی تیز ہوتی ہے۔

اگر مال غنیمت میں مسلمان کا مال ہے خواہ زمین ہو یا مال منقولہ اور تقسیم سے پہلے لوگ اسے جانتے بھی تھے، تو یہ مال اسے واپس کر دیا جائے، اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

مال غنیمت کے متعلق بہت سی تفریعات اور بہت سے احکام ہیں۔ اور بہت سے آثار اور اقوال سلف موجود ہیں۔ بعض متفق علیہ ہیں بعض میں اختلاف ہے، لیکن موقع اس کے بیان کا نہیں ہے۔ یہاں چند جامع جملے ہم نے پیش کر دئے ہیں۔

Marfat.com

# ساتویں فصل کے مضامین

## صدقہ زکوٰۃ آٹھ قسم کے لوگوں کو دی جائے، دینے میں اللہ تعالےٰ کے حکم کی ضرورت ہے۔

صدقہ وزکاۃ ان لوگوں کے لئے ہے، جن کا ذکر اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ ایک آدمی نے آپ سے زکوٰۃ مانگی تو آپ نے فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَرْضَ فِی الصَّدَقَۃِ تَقْسِیْمُ نَبِیٍّ وَلَاغَیْرِہٖ وَلٰکِنْ جَزَّاَہٗ ثَمَانِیَۃَ اَجْزَاءٍ فَاِنْ کُنْتَ مِنْ تِلْکَ الْاَجْزَاءِ اَعْطَیْتُکَ۔

صدقہ وزکات کی تقسیم میں اللہ تعالےٰ نہ کسی نبی سے راضی ہے نہ غیر سے، بلکہ اس نے خود آٹھ قسم کے لوگوں میں تقسیم کردی ہے۔ اگر تم ان آٹھ قسموں سے کسی میں ہو تو تم کو بھی دونگا۔

آٹھ قسمیں یہ ہیں:۔

۱۔ اَلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاکِیْنِ۔ فقراء اور مساکین ہیں۔ ان کو اس قدر دیا جائے جو انکی ضرورت وحاجت کے لئے کافی ہو، غنی مالدار کے لئے صدقہ وزکوٰۃ جائز نہیں ہے، قوی طاقتور کما کر کھا سکے اس کے لئے بھی جائز نہیں ہے۔

۲۔ وَالْعَامِلِیْنَ عَلَیْھَا۔ اور عاملین زکوٰۃ، یہ صدقہ وزکوٰۃ وصول کرنے والے، اس کو جمع کرنے والے، اس کی حفاظت کرنے والے، اس کے لکھنے والے وغیرہ تمام اس میں شامل ہیں۔

۳۔ وَالْمُؤَلَّفَۃِ قُلُوْبُھُمْ۔ تالیف قلوب کے لئے، اور ہم اس کا ذکر مال فئی میں کریں گے،

۴۔ وَفِی الرِّقَابِ۔ گردنیں آزاد کرانے کے لئے۔ مکاتب غلام آزاد کرانے، قیدیوں کو چھڑانے، اور غلاموں کو آزاد کرانے میں صرف کی جائے، یہ قوی ترین قول ہے۔

۵۔ وَالْغَارِمِیْنَ۔ غارمین وہ لوگ ہیں جو قرضدار ہوں، اور کسی طرح وہ اس کو وفانہ کر سکتے ہوں۔ ان کو اتنا دیا جائے کہ ان کا قرض ادا ہو جائے۔ اگرچہ قرض بہت زیادہ کیوں نہ ہو ہاں اگر معصیت خداوندی کی وجہ سے قرض ہو گیا ہے تو جب تک وہ اس معصیت سے

توبہ نہ کرلیوے نہ دیا جائے۔

۶۔ وَفِی سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ اور جو اللہ کی راہ میں ہیں انہیں دی جائے۔ اس میں وہ لوگ ہیں جو غازی ہیں جنہیں اللہ کے مال میں سے اتنا نہیں ملا۔ جو ان کو کافی ہو سکے۔ اور جہاد کر سکیں، تو ان کو اتنا دیا جائے کہ جہاد میں شرکت کر سکیں، یا پورا پورا جہاد و غزوہ کا سامان مثلاً گھوڑے اسلحہ اور دوسرا خرچ اور اجرت ادا کر سکیں، اور حج بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

۷۔ وَابْنِ السَّبِیْلِ۔ اور ابن سبیل وہ آدمی ہے جو شہر بشہر پھرا کرتا ہے۔

Marfat.com

# آٹھویں فصل کے مضامین

مال فئی کسے کہتے ہیں! اس کا مصرف کیا ہے؟ عہد نبوی میں مال کا کوئی دیوان و دفتر نہیں تھا۔ نہ حضرت ابوبکر صدیق کے زمانہ میں تھا۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں جب فتوحات ہوئیں، اور بے شمار مال و دولت آنے لگی تو حضرت عمرؓ نے دیوان و دفتر بنانے کا حکم فرمایا۔ رشوت قطعاً حرام ہے جو امرار حکام کو ہدیہ کے نام سے دیا جاتا ہے رشوت ہے۔

فئی کی اصل سورۂ حشر کی یہ آیتیں ہیں، غزوہ بنی النضیر کے وقت جو غزوۂ بدر کے بعد ہوا ہے، یہ آیتیں نازل ہوئیں ہیں، اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ مَآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَاۗءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ لِلْفُقَرَاۗءِ

اور جو مال خدا نے اپنے رسول کو بے لڑے مفت میں ان سے دلوایا، تو مسلمانو! تم نے اس کیلئے کچھ دوڑ دھوپ تو کی نہیں، نہ گھوڑوں سے نہ اونٹوں سے مگر اللہ اپنے پیغمبروں کو جس پر چاہے قابض کر دے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے، جو مال اللہ اپنے رسولوں کو ان بستیوں کے لوگوں سے مفت میں دلوادے[1] تو وہ اللہ کا حق ہے، اور رسول کا، اور رسول کے قرابتداروں کا، اور یتیموں کا، اور محتاجوں کا اور بے توشہ مسافروں کا، یہ حکم اسلئے دیا گیا کہ جو لوگ تم میں مالدار ہیں یہ مال ان ہی میں دائر نہ رہے، اور مسلمانو! جو چیز پیغمبر تم کو ہاتھ اٹھا کر دے دیا کریں لے لیا کرو، اور جس چیز کے لینے سے تم کو منع کریں

[1] مال دو قسم کا ہے ایک وہ جو کافروں سے لڑ کر ہاتھ آئے اس کو غنیمت کہتے ہیں ایک وہ جو بے لڑے ہاتھ لگے جیسا کہ بنی نضیر یہودیوں سے ملا تھا اسے فئی کہتے ہیں جس کا ترجمہ مفت ہوتا ہے (ابوالعلاء محمد اسمٰعیل)

المہاجرین الذین اخرجوا من
دیارہم واموالہم یبتغون فضلا
من اللہ ورضوانا وینصرون
اللہ ورسولہ اولئک ہم الصادقون
والذین تبوؤا الدار والایمان
من قبلہم یحبون من ہاجر
الیہم ولا یجدون فی صدورہم
حاجۃ مما اوتوا ویؤثرون
علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ
ومن یوق شح نفسہ فاولئک
ہم المفلحون ۝ والذین جاءوا
من بعدہم یقولون ربنا اغفر لنا
ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان
ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین
امنوا ربنا انک رءوف رحیم ۝

(سورہ حشر ع ۱)

اس سے دست کش رہو، اور خدا کے غضب سے ڈرتے رہو، کیونکہ خدا کی مار بڑی سخت ہے، وہ مال جو بے لڑے مفت میں ہاتھ لگا منجملہ اور حقداروں کے محتاج مہاجرین کا بھی حق ہے جو کافروں کے ظلم سے اپنے گھر اور مال سے بے دخل کر دیئے گئے اور اب وہ خدا کے فضل اور خوشنودی کی طلبگاری میں لگے ہیں، اور خدا اور اس کے رسولوں کی مدد کو کھڑے ہو جاتے ہیں اور یہی تو سچے مسلمان ہیں اور ہاں وہ مال جو بے لڑے ہاتھ آیا ہے انکا بھی حق ہے کہ ان سے پہلے مدینہ میں بستے اور اسلام میں داخل ہو چکے ہیں، جو ان کی طرف ہجرت کر کے آتا ہے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، اور مال غنیمت میں سے مہاجرین کو جو کچھ بھی دیا جائے اسکی وجہ سے یہ اپنے دل میں کوئی طلب نہیں پاتے اور اپنے اوپر تنگی ہی کیوں نہ ہو اپنے سے مقدم رکھتے ہیں، اور بخل تو سب ہی کی طبیعتوں میں ہوتا ہے مگر جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے تو ایسے ہی لوگ فلاح پائینگے اور ہاں جو مال بغیر لڑے ہاتھ آیا ہے انکا بھی حق ہے جو مہاجرین اولین کے بعد ہجرت کر کے آئے اور دعائیں مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے اور ہمارے ان بھائیوں کے گناہ معاف کر جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ان کو جو ایمان لا چکے ہیں انکی طرف سے ہمارے دلوں میں کسیطرح کا کینہ نہ آنے پائے ای ہمارے پروردگار تو بڑا شفقت رکھنے والا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں مہاجرین اور انصار اور ان لوگوں کا بھی ذکر فرمایا ہے جو بعد میں ان اوصاف سے متصف ہیں، پس تیسری قسم میں ہر وہ شخص داخل ہے جو ان اوصاف سے متصف ہو۔ اور یہ حکم قیامت تک کے لئے ہے جس طرح کہ اس قول خداوندی میں داخل ہیں۔

Marfat.com

وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡ بَعۡدُ وَ هَاجَرُوۡا وَجَاهَدُوۡا مَعَكُمۡ فَاُولٰٓئِكَ مِنۡكُمۡ۔ (انفال ع ۱۰)

اور جو لوگ بعد کو ایمان لائے، اور انہوں نے ہجرت کی، اور تم مسلمانوں کے ساتھ ہو کر جہاد بھی کئے تو وہ تم ہی میں داخل ہیں۔

اور جس طرح اس قول خداوندی میں داخل ہیں۔

وَالَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡهُمۡ بِاِحۡسَانٍ۔ (توبہ ع ۱۲)

اور وہ جو ان کے بعد خلوص دل سے داخل ایمان ہوتے۔

اور جس طرح اس قول خداوندی میں داخل ہیں۔

وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ وَهُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ ۝ (جمعہ ع ۱)

اور دوسرے وہ لوگ جو ابھی تک ان میں شامل نہیں ہوئے مگر آخر کار ان میں آملینگے خدا زبردست اور حکمت والا ہے۔

اور "اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب" کے معنی یہ ہیں کہ تم نے گھوڑوں اور اونٹوں کو حرکت نہیں دی۔ نہ جہاد کے لیئے ان کو چلایا اور دوڑایا ہے۔ اور فقہاء کرامؒ نے اسی معنی کے لحاظ سے کہا ہے "مال فیٔ وہ ہے جو کفار سے بغیر قتال و جنگ لیا گیا ہو" اوجفتم کا مصدر ایجاف ہے اور "ایجاف" کے معنی قتال و جنگ ہے، اِیۡجَافُ الۡخَیۡلِ وَالرِّکَابِ کے معنی ہی قتال و جنگ کے ہیں۔ یعنی تم نے گھوڑوں اور اونٹوں کو حرکت نہیں دی نہ چلایا۔

اور اس قسم کے مال کو "فیٔ" اس لئے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالٰے نے مسلمانوں کو کفار سے یہ مال بلا قتال و جنگ دلوایا ہے۔

پس اصل یہ ہے کہ اللہ تعالٰے نے مال و دولت اسی لئے دی ہے کہ اس کی عبادت کے لئے معین و مددگار رہنے۔ اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالٰے نے مخلوق کو اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا فرمایا ہے۔ پس جبکہ کفار خدا کی عبادت نہیں کرتے نہ اپنے مال کو عبادت خداوندی میں خرچ کرتے ہیں۔ تو یہ مال مسلمانوں کے لئے حلال و جائز کر دیا۔ تاکہ یہ اس مال سے قوت حاصل کریں۔ اور خدا کی عبادت کریں۔ کیونکہ مسلمان بندے خدا ہی کی عبادت کیا کرتے ہیں اور اس لئے "مال فیٔ" ان کو دیا گیا جس کے وہ حقدار اور مستحق تھے۔ اس طرح جس طرح کسی کی میراث دبا کر غصب کر لیا جاتا ہے۔ اور پھر اُسے واپس دلوایا جاتا ہے۔ اگرچہ اس سے پیشتر

وہ دوسروں کے قبضے میں تھا۔ اس کا قبضہ نہیں تھا، یا جس طرح کہ یہود ونصاریٰ سے جزیہ لیا جاتا ہے، یا وہ مال جس سے دشمن کے ساتھ صلح کی جاتی ہے، یا وہ مال جو سلطان کو غیر مسلموں سے ہدیہ میں ملتا ہے، یا جس طرح کہ نصاریٰ وغیرہ آبادیوں سے گذرتے وقت سواری کا انتظام کیا کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ غرض! یہ کہ مال فیٔ مسلمانوں کے لیے حلال وجائز کر دیا۔ تاکہ مسلمان اس مال سے قوت حاصل کریں۔ اور خدا کی عبادت کیا کریں۔

اور سوداگران اور تجار اہل حرب سے جو کچھ لیا جاتا ہے، وہ مال کا دسواں حصہ یعنی عشر ہے۔ اگر یہ سوداگر ذمّی ہیں اور اپنی آبادیوں سے نکل کر دوسروں کی آبادیوں میں تجارت کرتے ہیں تو ان سے نصف عشر یعنی بیسواں حصہ لیا جائے، خلیفۂ دوم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

اور وہ مال بھی اس میں داخل ہوگا۔ جو عہد شکنی کرنے والوں سے لیا جاتا ہے۔ اور خراج کا مال بھی اس میں شامل ہوگا۔ جو کفار پر لاگو کیا گیا ہے، اگرچہ اس میں سے کچھ حصہ بعض مسلمانوں پر بھی لاگو ہو جائے گا [1]۔

اور پھر یہ کہ مال فیٔ کے ساتھ ہمہ قسم کا مال جمع کر دیا جائے گا۔ اور جس قدر بھی سلطانی مال ہے وہ سب مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کر دیئے جائیں گے، مثلاً وہ مال جس کا کوئی مالک نہیں، اور اس کی صورت مثلاً یہ ہے کہ کوئی مسلمان مر گیا اور اس کا کوئی وارث نہیں ہے، یا مال مغصوب، یا مال عاریت یا مال ودیعت کہ جن کے مالکوں کا پتہ نہیں اور یہ مال زمین ہے یا مال منقولہ۔ اور اس قسم کے دوسرے مال۔ یہ سب کے سب مسلمانوں کا مال ہے۔ اور بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔

اور قرآن مجید میں صرف مال فیٔ کا ذکر ہے، دوسرے مال کا ذکر نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ عہد نبوی میں جس قدر موتیں ہوئیں ان کے وارث موجود تھے۔ صحابۂ کرامؓ کا نسب تمام کو معلوم تھا [2]۔

---

[1] اس کی صورت مثلاً یہ ہے کہ پہلے کافر کے پاس کوئی زمین تھی اور اب وہ مسلمان کے پاس آگئی تو اصل چونکہ خراجی زمین ہے۔ مسلمان پر بھی وہی خراج ہوگا۔ جو اصل زمین پر مقرر کیا گیا تھا۔

[2] صحابۂ کرامؓ کا نسب سب کو معلوم تھا۔ علاوہ ازیں، اسلام عرب ہی میں تھا اور عربوں کا نسب سب کو معلوم اور سب پر واضح تھا اس لئے ایک ہی سے مال کا ذکر کیا گیا۔ قرآن مجید میں فقط فیٔ کا ذکر ہے۔ (ابو العلاء محمد اسمٰعیل کان اللہ لہٗ)

Marfat.com

ایک مرتبہ کسی قبیلہ کا ایک آدمی مرگیا تو آپ نے اس کی میراث و ترکہ اس قبیلہ کے سردار کے حوالہ کر دیا جو نسب کے اعتبار سے دادا کے قریب تر تھا۔ اور یہی مسلک علماء کے ایک گروہ کا ہے، مثلاً امام احمدؒ وغیرہ، امام احمدؒ نے اس کی تصریح کر دی ہے، اور ایسا آدمی اگر مر جائے جس کا کوئی وارث نہیں ہے تو اس کی میراث و ترکہ اس کے آزاد کردہ غلام کو دیا جائے گا۔ امام احمدؒ کے شاگردوں میں ایک بڑی جماعت کا یہی قول ہے۔

اور اگر کوئی مرجائے اور کوئی بھی وارث نہ ہو تو اس کا ترکہ اس آبادی میں رہنے والوں کو دے دیا جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدینؓ کا یہ طریقہ تھا کہ میراث و ترکہ کے لئے ادنیٰ سے ادنیٰ سبب کافی تھا جو میت میں اور اس میں پایا جائے۔

اور مسلمانوں سے باقاعدہ جو مال لیا جاتا تھا وہ صدقہ زکوٰۃ تھا۔ صدقہ زکوٰۃ کے سوا ان سے کچھ نہیں لیا جاتا تھا۔ اور آپ مسلمانوں کو یہ فرماتے مسلمان فی سبیل اللہ مال وجان سے غزوہ وجہاد میں شرکت کریں اور حکم خداوندی بجا لائیں۔

عہد نبوی اور عہد ابو بکر صدیقؓ میں مال مقبوضہ جو تقسیم کیا جاتا تھا اس کا کوئی جامع دیوان و دفتر نہیں تھا، بلکہ مناسب طریقہ سے مسلمانوں کو بانٹ دیا جاتا۔ عہد عمر بن الخطابؓ میں مال اور ملک کی وسعت بہت زیادہ ہوگئی تو مقاتلین، مجاہدین اور اہل بخشش کے لئے دیوان و دفتر بنائے گئے، اور خود حضرت عمرؓ نے یہ دیوان و دفتر بنوائے، جن میں اکثر مجاہدین اور فوج کے نام درج تھے، یہ دیوان اور دفتر آج مسلمانوں کے لئے نہایت اہم اور شاندار ہیں۔
شہروں اور آبادیوں سے جو خراج اور فیٔ وغیرہ کا مال لیا جاتا تھا اس کے دیوان و دفتر علیحدہ تھے۔

عہد فاروقی میں اور اس سے پہلے جو مال آتا تھا تین۳ قسم کا تھا، جن میں ایک قسم کے مال پر امام وامیر کا قبضہ ہوتا تھا۔ اور امام و امیر ہی اس کا حقدار سمجھا جاتا تھا۔ کتاب اللہ اور سنت نبوی اور اجماع سے اس کا ثبوت ملتا ہے، اور ایک قسم کا مال وہ ہے جس کا لینا امام و امیر کے لئے حرام تھا۔ جیسے جنایات اور گناہ کی وجہ سے کوئی آدمی قتل کر دیا گیا، اس کا مال اور کسی آبادی سے بیت المال کے لئے مال وصول کیا جائے گو اس کے وارث موجود ہوں یا کوئی حد کا مستحق ہے۔ اور کسی وجہ سے مال لے کر حد ساقط کر دی گئی۔
اور ایک قسم وہ ہے جس کے متعلق اجتہاد کو دخل ہے، اور علماء کرام نے اس میں اختلاف کیا ہے؛

Marfat.com

مثلاً کوئی آدمی مرگیا اس کا مال ہے، اس کے ذی رحم موجود ہیں، لیکن ذوی الفروض میں کوئی نہیں ہے، نہ کوئی عصبہ موجود ہے، اور اس کے مثال اور واقعات، تو اس میں علماء کی راہ اور مسلک علیحدہ علیحدہ ہیں۔

اکثر والیان ملک اور رعیت مظالم سے دوچار ہوتے ہیں۔ والی۔ اور امیر حلال وحرام کا پاس نہ رکھتے ہوئے رعایا سے مال وصول کرتے ہیں، اور رعایا اپنے فرض سے غافل رہتے ہوئے مال کو روک لیتی ہے، مثلاً جند ولشکر اور فلاحین زراعت پیشہ لوگوں میں ظلم ہوتا ہے یا مثلاً لوگ فرض جہاد کو ترک کر دیتے ہیں، اور والیان ملک بیت المال میں خداوندی مال جمع کرتے ہیں۔ لیکن حلال وحرام کا قطعاً پاس و لحاظ نہیں کرتے، اور مال نہ ادا کرنے پر عقوبت وسزا دی جاتی ہے، مباح یا واجب چیز کو چھوڑ کر ایسے کام کر گذرتے ہیں جو والیان ملک کے لئے کسی طرح جائز اور حلال نہیں ہیں۔

اور اصل یہ ہے کہ جس آدمی کے پاس ایسا مال ہے جس کا ادا کرنا اس کے لئے فرض ہے، مثلاً اس کے پاس کسی کی ودیعت و امانت رکھی ہوئی ہے، یا کسی سے مضاربت یا شرکت ہے یا مؤکل کا مال ہے، یا کسی یتیم کا یا وقف مال ہے، یا بیت المال کا مال ہے، یا مثلاً قرض دار ہے، اور اس کے پاس اتنا مال ہے کہ قرض ادا کرسکتا ہے، جب ایسا آدمی واجب و حق کو روک لیوے، اور نہ دیوے خواہ بعینہٖ ہو، یا قرض ہو اور امام جان لیوے کہ یہ آدمی قرض ادا کرنے پر قدرت رکھتا ہے، تو ایسے آدمی کو عقوبت اور سزا دی جائے گی، تا آنکہ وہ اپنا مال بنا دے، یا مال کی جگہ بتلا دیوے کہ فلاں مقام پر مال ہے، جب یہ یقین و باور ہو جائے کہ اس کے پاس مال ضرور ہے، اس کو قید و بند میں رکھ دیا جائے، اور اس وقت تک قید میں رکھا جائے کہ وہ مال ظاہر کرے، اور بتلا دیوے، مار مارنے کی ضرورت نہیں، اگر مال بتانے اور ادائے دین سے انکار کرے تو اسے مارا پیٹا جائے تا آنکہ حقداروں کا حق ادا کرے۔ یا ادا کرنا ممکن ہو جائے۔ اور یہی حکم نفقۂ واجبہ کا ہے، جبکہ وہ نفقہ دینے پر قدرت رکھتا ہو جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عروہ بن شرید عن ابیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔

لَیُّ الْوَاجِدِ یُحِلُّ عِرْضَہٗ وَعُقُوْبَتَہٗ۔ (رواہ اہل السنن)

جو پائے اور نہ دیوے اسکا مال عزت و آبرو اور اسکو عقوبت وسزا دینا حلال ہے۔

پانے والے کا مال لے لینا، اس کو عقوبت و سزا دینا حلال اور جائز ہے۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر ہے:۔

مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ. (رواہ الصحیحین) مالدار نادہند ظالم ہے۔

اور حقدار کے حق کی ادائیگی میں دیر کرنا سراسر نادہندگی اور ظلم ہے، اور ظالم عقوبت و سزا کا مستحق ہے۔ اور یہ متفق علیہ اصول وکلیہ ہے کہ حرام کا مرتکب اور واجب کا ترک کرنے والا مستحق عقوبت و سزا ہے، پس اگر شریعت میں اس کی سزا مقرر نہیں ہے تو ولی الامر اجتہاد سے کام لیوے، اور اسے تعزیر کرے۔ اور نادہند مال دار کو سزا دیوے۔ اگر وہ نہ دینے پر مُصر ہے تو مار ماری جائے۔ تا آنکہ وہ واجب ادا کرنے پر مجبور ہو جائے۔ اس پر فقہا کی صریح نص و تصریح ہے۔ امام مالکؒ کے شاگردوں۔ اور امام شافعیؒ، امام احمدؒ نے اس کی پوری طرح تصریح کر دی ہے، اور اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں، سب کے سب اس پر متفق ہیں۔

اور امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں ابن عمرؓ سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے سونا، چاندی اور اسلحہ و ہتھیار کے عوض صلح کی اور یہودیوں نے اس کا وعدہ کیا۔ تو بعض یہودیوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اور پوچھنے والا سعید حیی بن اخطب کا چچا تھا۔ اس نے حیی بن اخطب کے خزانے کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، آپ نے فرمایا:۔

اَذْهَبَتْهُ النَّفَقَاتُ وَالْحُرُوْبُ. مال خرچ ہو گیا اور لڑائیاں لے گئیں۔

اس نے کہا آپ نے ابھی تو معاہدہ ہوا، اور معاہدہ کی رو سے یہ مال بہت زیادہ ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سعید کو حضرت زبیرؓ کے پاس بھیج دیا۔ انھوں نے اس کو سزا دی۔ راوی کہتا ہے میں نے حیی بن اخطب کو فلاں خرابے میں گھومتے دیکھا ہے، لوگ وہاں پہنچے، اور خرابے کو گھوم پھر کر دیکھا، ٹٹولا تو بہت سا مشک اس خرابے سے نکلا۔ ظاہر ہے کہ یہ آدمی ذمی تھا۔ اور ذمی کو بغیر گناہ اور حق کے عقوبت و سزا نہیں دی جاتی۔ اور یہ حکم ہر واجب اور ضروری چیز کو چھپانے والے کا ہے، جب کہ وہ واجب و ضروری چیز کے بتلانے میں کوتاہی کرے، ترک واجب کی بنا پر اسے سزا دی جائے گی۔

وہ مال جو والیان اموال نے مسلمانوں کا مال بغیر حق بلا استحقاق لے لیا ہو۔ ولی الامر

Marfat.com

عادل کا فرض ہے کہ اس مال کو ان سے وصول کرے، مثلاً وہ ہدایا اور تحفے جو انہوں نے اپنے عمل اور عہدے کے ذریعہ حاصل کئے ہیں، چنانچہ حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں:۔

هَدَايَا الْعُمَّالِ غُلُولٌ ۔ عمال کے ہدایہ غلول و غبن ہیں۔

اور ابراہیم حربی رح اپنی کتاب الہدایا کے اندر حضرت ابن عباس رضہ سے روایت کرتے ہیں:۔

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَدَايَا الْاُمَرَاءِ غُلُولٌ ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امراء کے ہدایا اور تحفے غلول و غبن ہیں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر ابی حمید ساعدی رضؓ سے مروی ہے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ ازد کے ایک آدمی کو جس کا نام ابن اللتبیہ تھا، صدقہ زکوٰۃ وصول کرنے پہ عامل مقرر کیا، اس نے آکر مال پیش کیا اور کہنے لگا یہ مال آپ کا ہے۔ اور یہ مجھے ہدیے میں ملا ہے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَا بَالُ الرَّجُلِ نَسْتَعْمِلُهُ عَلَى الْعَمَلِ مِمَّا وَلَّانَا اللّٰهُ ۔ فَيَقُولُ هٰذَا لَكُمْ وَهٰذَا اُهْدِيَ اِلَيَّ فَهَلَّا جَلَسَ فِي بَيْتِ اَبِيهِ اَوْ بَيْتِ اُمِّهِ فَيَنْظُرَ يُهْدٰى اِلَيْهِ اَمْ لَا۔ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَا يَاْخُذُ مِنْهُ شَيْئًا اِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُهُ عَلٰى رَقَبَتِهٖ۔ اِنْ كَانَ بَعِيرًا لَهُ رُغَاءٌ اَوْ بَقَرَةً لَهَا خُوَارٌ اَوْ شَاةً تَيْعَرُ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى رَاَيْنَا عُفْرَةَ اِبْطَيْهِ۔ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ ثَلَاثًا۔

کیا حال اس شخص کا جس کو ہم عمل اور کام سپرد کرتے ہیں اور وہ کام جو اللہ تعالےٰ نے ہمارے سپرد کیا ہے، اور وہ آکر کہتا ہے، یہ تمہارا مال ہے اور یہ مجھے ہدیے میں ملا ہے کیوں وہ باپ یا ماں کے گھر میں بیٹھا رہا پھر دیکھتا کہ یہ تحفے اور ہدایا اسے ملتے ہیں؟ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو چیز بھی وہ لے گا قیامت کے دن اس کی گردن پر سوار ہوگی اگر اونٹ ہے تو وہ چلا رہا ہوگا، اگر گائے ہے تو وہ بلبلاتی چیختی ہوگی، اور بکری ہے تو وہ میں میں کرتی ہوگی، اسکے بعد آنحضرتؐ نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر کو اٹھائے اتنے اٹھائے کہ آپ کی بغل ہم نے دیکھی اور فرمایا اے اللہ میں نے پہونچایا، اے اللہ میں نے پہنچا دیا۔ تین دفعہ آپ نے یہ فرمایا۔

اور یہی حکم ان والیان امر کا ہے جو معاملات میں ہدایا اور تحفے لے کر کسی کی امداد و اعانت

Marfat.com

کریں۔ مثلاً بیع و شراء، مواجرۃ، مضاربت مساقات، مزارعۃ وغیرہ۔ اس قسم کے معاملات میں کسی قسم کا بھی ہدیہ اور تحفہ لے کر کام کریں، تو اس کا بھی یہی حکم ہے، اور اسی بنا پر حضرت عمر بن الخطابؓ نے بعض عمال سے کہ جن کے پاس مال بھی تھا، اور قرض بھی تھا، اور خیانت سے بھی وہ متہم نہیں تھے، آدھا آدھا کر دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے بعض عمال کے ساتھ ایسا سلوک اس لئے کیا کہ انھوں نے ولایت امر کی وجہ سے ہدایا اور تحفے لئے تھے۔ اور حضرت عمرؓ نے ان کو والی و عامل مقرر کیا تھا، اور یہ امر اس کا مقتضی بھی تھا۔ کیونکہ حضرت عمرؓ امام عادل تھے، اور مال کی صحیح تقسیم انہی کا کام تھا۔

جب امام اور رعایا دونوں میں تغیر آجائے تو ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اپنے مقدور کے مطابق اپنے فرض کو انجام دیوے، حرام کو چھوڑ دے، اور جو چیز اللہ تعالےٰ نے مباح کی ہے اسے حرام نہ کرے،

کبھی لوگ والیان ملک سے اس لئے ابتلا و مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں کہ یہ ہدایا اور تحفے نہیں دیتے، کہ ہدایا اور تحفے دے کر ان کے مظالم سے چھوٹیں، اور جو فرض والی امر کا ہے، وہ چھوڑ دیتا ہے، پھر بھی کف ظلم کے عوض ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنا ان کے نزدیک محبوب ہے۔ اور باوجود اس کے کف ظلم کے عوض وہ مال لیتا ہے۔ اور اپنی آخرت دوسرے کی دنیا کے لئے بیچتا ہے، اور ایسا آدمی زیادہ خسران اور ٹوٹے میں ہے جو دوسرے کی دنیا کے لئے اپنی آخرت خراب کرتا ہے۔ اس کا تو فرض یہ تھا کہ حسب قدرت و طاقت ظلم کو روکتا، اور لوگوں کی حاجتیں اور ضرورتیں پوری کرتا۔ ان کی مصلحتوں کو ملحوظ رکھتا، سلطان تک ان کی حاجتیں اور ضرورتیں پہنچاتا، اور سلطان کو ان امور سے آگاہ و باخبر کر دیتا۔ ان کے مصالح سے بھی آگاہ کر دیتا، اور ان کو مفاسد سے بچاتا، اور اس بارے میں مختلف طریقے لطیف غیر لطیف اختیار کرتا جس طرح کہ کاتب منشی وغیرہ اپنی اغراض کے لئے کیا کرتے ہیں، جیساکہ حدیث ہند بن ابی ہالہؓ کے اندر ہے۔ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

| | |
|---|---|
| اَبْلِغُوْنِیْ حَاجَۃَ مَنْ لَا یَسْتَطِیْعُ اِبْلَاغَھَا فَاِنَّہٗ مَنْ اَبْلَغَ ذَا السُّلْطَانِ حَاجَۃَ مَنْ لَا یَسْتَطِیْعُ | ان لوگوں کو جو اپنی حاجتیں اور ضرورتیں مجھ تک نہیں پہنچا سکتے، مجھ تک پہنچا دو کیونکہ جو شخص صاحب سلطنت تک ایسے لوگوں کی حاجتیں |

Marfat.com

إِبْلَاغَهَا۔ ثَبَّتَ اللّٰهُ قَدَمَيْهِ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ الْأَقْدَامُ۔ پہنچائیں جو خود نہیں پہنچا سکتے تو اللہ تعالےٰ پلصراط پر اسے ثابت قدم رکھے گا کہ جس دن بڑوں بڑوں کے قدم لڑکھڑا جائیں گے۔

اور امام احمدؒ سے، اور سنن ابی داؤد کے اندر ابی امامہ باہلیؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ شَفَعَ لِأَحَدٍ شَفَاعَةً فَأَهْدَى لَهُ عَلَيْهَا هَدِيَّةً فَيَقْبَلُهَا فَقَدْ أَتَى بَابًا عَظِيمًا مِنْ أَبْوَابِ الرِّبَا۔ جس نے اپنے کسی بھائی کی سفارش کی، اور اس کے بدلہ اس نے ہدیہ بھیجا، اور اس نے اسے قبول کر لیا، تو وہ سود کے بڑے دروازے میں داخل ہو گا۔

اور ابراہیم حربیؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں، کسی آدمی نے کسی سے اپنی حاجت پوری کرنے کو کہا، اور اس نے اس کی حاجت پوری کر دی، اور دوسرے نے ہدیہ بھیجا اور اس نے قبول کر لیا تو یہ حرام ہے۔

حضرت مسروقؓ سے روایت ہے انہوں نے ابن زیاد سے کسی مظلمہ کے متعلق بات چیت کی، اور انہوں نے ظلم کو دفع کر دیا۔ اس نے تحفہ میں ایک غلام دیا۔ انہوں نے اُسے مسترد کر دیا، اور کہا میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے سُنا ہے وہ فرماتے تھے جس مسلمان کا ظلم دُور کیا، اور اس نے اس کے مقابلہ میں تھوڑا یا بہت کچھ دیا تو یہ حرام ہے، تو وہ کہتے ہیں میں نے کہا اے ابو عبدالرحمانؓ ہم تو سحت رشوت کے سوا کسی چیز کو نہیں سمجھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا "رشوت تو کفر ہے"

پس اگر والی، امیر، اپنے لئے ایسی چیز عمال سے نکلواتا ہے جو انہوں نے اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے مخصوص کر رکھی ہے، تو اس صورت میں دونوں میں سے کسی کی اعانت نہیں کرنی چاہئے، دونوں کے دونوں ظالم ہیں، جس طرح کہ ایک چور دوسرے چور کا مال چرا لیتا ہے، یا دو گروہ عصبیت اور ریاست کے لئے لڑتے ہیں تو یہ کسی طرح جائز نہیں کہ آدمی ظلم کی اعانت و امداد کرے، کیونکہ تعاون و امداد دو طرح کی ہے، ایک نیکی، اور تقویٰ کا تعاون و امداد مثلاً جہاد کرنا، حدود قائم کرنا، حقوق العباد دلوانا، مستحق اور حقداروں کے حقوق دلوانا وغیرہ۔ ایسی اعانت و امداد ایسا تعاون تو مامور من اللہ ہے۔

Marfat.com

اللہ اور اس کے رسول ؐ نے ایسا تعاون فرض قرار دیا ہے، اور اگر ڈر کے مارے نیکی اور نیک کام سے رک جائے، اور ظالم سے ڈر جائے مظلوم کی اعانت و امداد نہ کرے تو یہ بھی فرض عین یا فرض کفایہ کا تارک ہے، اور تارک فرض کا مجرم ہے، اگرچہ اپنی خوش فہمی سے وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ میں ورع و تقویٰ کا پابند ہوں۔ اور یہ اس لئے کہ اکثر جبن بزدلی، اور ورع و تقویٰ میں اشتباہ ہو جاتا ہے، اور جبن و بزدلی اور ورع دونوں میں انسان حق کی اعانت سے رُک جاتا ہے۔

دوسرا تعاون اثم و عدوان کا تعاون ہے، مثلاً معصوم بے گناہ کا خون کیا جائے، یا اس کا مال لے لیا جائے، اور جو مار کا حقدار نہیں اسے مارا پیٹا جائے، یہ اور اس قسم کے گناہوں میں اعانت و امداد کرنا اثم و عدوان کی اعانت و امداد ہے، اور اللہ تعالے اور اس کے رسول ؐ نے ایسی اعانت و امداد کو حرام قرار دیا ہے۔

البتہ جبکہ کسی کا مال بلا استحقاق لے لیا گیا یا چھین لیا گیا، اور مال کے مالکوں تک اس کا پہنچانا کسی وجہ سے دشوار ہے مثلاً سلطانی مال کہ ایسا مال مسلمانوں کے مصالح پر خرچ کرنا چاہئے جیسے جہاد، اور لڑائی کے مورچے وغیرہ قائم کرنے پر خرچ کیا جائے۔ یا مجاہدین اور جنگ کرنے والوں پر خرچ کیا جائے تو یہ نیکی و تقوی کی اعانت و امداد ہوگی، کیونکہ سلطان پر واجب و لازم ہے کہ اس قسم کا مال جبکہ اصل مالکوں کی وجہ سے نہ پہنچا سکے، اور نہ دے سکے، اور اس کے وارثوں کو نہ دے سکے تو سلطان کا فرض ہے کہ اگر اسی نے ظلم کیا ہے تو پہلے توبہ کرے، اور پھر مال کو مسلمانوں کی مصلحتوں پر مسلمانوں کے کاموں میں خرچ کرے، اور یہ جمہور علماء کا قول ہے، امام مالکؒ۔ امام ابوحنیفہؒ، امام احمدؒ وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں، اور بہت سے صحابہؓ سے بھی ایسا منقول ہے، اور ادلۂ شرعیہ بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں، جیسا کہ دوسری جگہ منصوص ہے۔

اگر وہ مال دوسروں نے لے لیا ہے تو سلطان کا فرض ہے کہ وہ اس مال کو اسی طرح خرچ کرے، اگر وہ مال جو سلطان نے کسی وجہ سے اصل مالک کو نہ دیا ہو تو مالک مال کی مصلحتوں پر خرچ کرنے میں اعانت کرے، کیونکہ مال ضائع کرنے کے مقابلہ میں مسلمانوں کی مصلحتوں میں خرچ کرنا اولیٰ اور بہتر ہے۔ اس لئے کہ شریعت کا دارومدار خدا کے اس قول پر ہے:۔

Marfat.com

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ۔ (تغابن ع ۲) مسلمانو! جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو۔

جو۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ (آل عمران ع ۱۱) اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

کی تفسیر کرتا ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر دار و مدار ہے۔

اِذَا اَمَرْتُكُمْ بِاَمْرٍ فَاْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ (اخرجاہ فی الصحیحین) جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو تم اپنی طاقت کے مطابق اسے انجام دو۔

اور اس قول پر دار و مدار ہے ،،مصالح کی تحصیل و تکمیل کرنا، اور مفاسد کو کلیتہً دور کرنا یا کم کرنا واجب و ضروری ہے۔

جب مصالح اور مفاسد میں باہم ٹکر ہو تو دو مصلحتوں میں سے جو بڑی ہو اختیار کی جائے۔ اور ادنیٰ کو چھوڑ دیا جائے۔ اور جو بڑا مفسدہ ہو اسے دُور کیا جائے، ادنیٰ مفسدہ کے احتمال کے مقابلہ میں یہی مشروع ہے [1]۔

اور اثم، عدوان کی اعانت کرنے والا وہ ہے جو ظالم کی اعانت کرے، لیکن وہ شخص جو

---

[1] اصلاح کے لئے پہلے اصول اصلاح کی اعانت فرض ہے، جب کوئی شخص کسی غیر مشروع منکر کی اصلاح کا قصد کرے تو پہلے اسے سوچ لینا چاہئے کہ غیر مشروع منکر کس درجہ کا ہے، اگر اس کی اصلاح کی گئی تو کیا اس کی بجائے کوئی دوسرا غیر مشروع منکر تو نہیں پیدا ہوتا، جو اس سے بڑھ کر ہو۔ اگر اس سے بڑھ کر نہیں تو پھر اس کے مساوی اور باعتبار ثمرات و مفاسد اس سے بڑھ کر تو نہیں ہے، ان ہر دو صورتوں میں اصلاح کا قصد کرنا قطعاً جائز نہیں ہے، کیونکہ ایک مفسدہ کی جگہ اس سے بڑھ کر مفسدہ پیدا ہو رہا ہے، جیسے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ کی اصلاح کا ارادہ رکھتے تھے، حطیم کے حصہ کو کعبۃ اللہ میں داخل کر کے پورا کر لینا چاہتے تھے، اور دو دروازے بنانا چاہتے تھے، ایک سے کعبۃ اللہ میں داخل ہوں دوسرے سے نکل جائیں لیکن اس اصلاح سے مفاسد پیدا ہونیکا اندیشہ تھا۔ تو مسلم لوگ طرح طرح کے خیالات دوڑانے لگتے اور بری طرح کی خرابیاں پیدا ہونیکا اندیشہ تھا، اس لئے آپ نے اصلاح کا خیال ترک فرما دیا۔

اگر اصلاح کی یہ صورت ہے کہ اس کی اصلاح سے دوسرا منکر اس کے مساوی پیدا ہوتا ہے لیکن باعتبار مفاسد اس سے کم درجہ رکھتا ہے، یا اس کی جگہ کم درجہ کا مفسدہ پیدا ہوتا ہے، یا جو مفاسد پیدا ہوئے ہیں کم درجہ کے ہوتے ہیں۔ یا امر مستحسن پیدا ہوتا ہے، ان تین صورتوں میں اصلاح کے لئے اقدام فرض ہے، اور اقدام میں کوتاہی کرنا گناہ ہے۔

(ابو العلاء محمد اسمٰعیل کان اللہ لہ)

Marfat.com

مظلوم کی اعانت کرتا ہے، یا جو ظلم ہو رہا ہے اس میں کمی ہو اس کی اعانت کر رہا ہے، یا جو ظلم ہوا ہے اس کا بدلہ دلوانے کی کوشش کر رہا ہے تو یہ مظلوم کا وکیل ہوگا۔ نہ ظالم کا۔ اور یہ بمنزلہ اس شخص کے ہوگا جس نے قرض دیا۔ یا ظالم کے ظلم سے بچانے کے لئے کسی کے مال کا وکیل ہوا۔ مثلاً یتیم کا مال، یا وقف کا مال ہے، اور یتیم اور وقف کے مال میں سے کسی ظالم نے خواہ مخواہ طلب کیا، اور اس کے ولی نے بدرجہ مجبوری کم سے کم دینے کی کوشش کی، ظالم کو دیا، یا ظالم نے دلوایا، اور ولی نے پوری پوری کوشش کر کے کم سے کم دیا تو یہ محسن ہوگا۔ وَمَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ۔

اور اس حکم میں وہ وکیل بھی داخل ہیں جو مال ادا کرانے میں شہادت دیتے ہیں۔ اور اس کے لکھنے میں شریک ہیں۔ اور جو عقد میں قبضہ کرنے میں اور بمال دلوانے میں شریک ہیں ان کا بھی یہی حکم ہے۔

اس ظلم کے متعلق جو کسی آبادی، قریہ، یا راستہ، یا بازار، یا کسی شہر پر کیا جاتے اور کوئی محسن شخص اس ظلم کو دفع کرنے میں درمیانگی کرنے کے لئے کھڑا ہو جائے، اور ہر امکانی کوشش عدل و انصاف کے ساتھ برتنے، اور بقدر طاقت بلا خوف، بلا لومۃ لائم۔ بلا رشوت لئے مال دلوانے اور دینے میں کوشش کرے تو وہ بھی محسن ہوگا۔

لیکن آج کل غالب یہ ہے کہ جو شخص بھی مداخلت کرتا ہے ظالم لوگوں ہی کی وکالت کرتا ہے، ان سے ڈرتا ہے، اور جو رشوت ملتی ہے، اس پر فخر کرتا ہے، اور جن سے جو چاہتا ہے لیتا ہے، اور یہ اکثر و بیشتر ظالم ہیں۔ جن کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ ان کے اعوان، و مددگار بھی جہنمی ہیں یقیناً ایسے لوگ جہنم میں جھونک دئے جائیں گے۔

Marfat.com

# نویں فصل کے مضامین

مال کی تقسیم اہم فالاہم کے اصول کے مطابق ہونی چاہئے۔ اہل نصرت و جہاد تمام سے زیادہ مستحق ہیں۔ مال فیٔ میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا یہ تمام مصالح مسلمین میں خرچ کیا جائے یا خاص مجاہدین کے لئے ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مؤلفۃ القلوب کو بھی فیٔ سے دیا کرتے تھے

اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا کی صحیح راہ۔

مال کے مصارف اور اس کی تقسیم مسلمانوں کے مصالح میں ہونی چاہئے۔ اور اہم فالاہم کے اصول کو مدنظر رکھنا واجب اور ضروری ہے، مثلاً عام مسلمانوں کو عمومی نفع اور فائدہ پہنچے، انہی لوگوں میں ارباب نصرت و جہاد بھی ہیں، اور مال فیٔ میں تمام سے زیادہ مستحق مجاہدین اسلام ہیں، کیونکہ مجاہدین کے بغیر مال فیٔ کا حاصل ہونا ناممکن ہے، انہی مجاہدین کے ذریعہ ہی یہ مال وصول ہوتا ہے، اور اسی لئے فقہاء اسلام نے اختلاف کیا ہے کہ مال فیٔ انہیں مجاہدین پر صرف کیا جائے، یا یہ کہ ہر قسم کے مصالح میں صرف کیا جائے؟ مال فیٔ کے علاوہ جس قدر بھی مال ہے اس میں تمام مسلمان، اور مسلمانوں کے تمام مصالح شامل ہیں، اور اس میں تمام کا اتفاق ہے۔ اور یہ کہ صدقات، زکوٰۃ، اور مال غنیمت کو مخصوص کر دیا ہے، اور مستحقین و حقدار یہ لوگ ہیں عاملین، صاحب ولایت وغیرہ، مثلاً والیان امر۔ قضاۃ، علماء، اور وہ لوگ جو مال جمع کرنے، اس کی حفاظت اور تقسیم وغیرہ جن کے سپرد ہے، تاآنکہ نماز کے امام اور مسجدوں کے مؤذن وغیرہ بھی ان میں شامل ہیں، اسی طرح وہ اجرت بھی اس میں داخل ہے جس سے عوام کو فائدہ پہنچتا ہے، مثلاً سرحدوں پہ مورچے باندھنا، اسلحہ وغیرہ کے لئے خرچ کرنا۔ اور وہ عمارتیں بنوانی جن کی تعمیر ضروری ہے، لوگوں کے لئے راستے درست و ہموار کرنا، چھوٹے بڑے پل تعمیر کرنا، پانی کے راستے ہموار کرنا، نہریں وغیرہ بنوانا، یہ تمام چیزیں مال کے مصارف میں شامل ہیں، صاحب ضرورت اور مستحق لوگ بھی اس میں شامل ہیں۔

فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔ صدقہ زکوٰۃ کے علاوہ مال فیٔ وغیرہ میں ضرورت مند لوگوں کو مقدم رکھا جائے، یا نہیں؟ امام احمدؒ وغیرہ کے مذہب میں دو قول ہیں، کچھ لوگ

Marfat.com

ان کو مقدم رکھتے ہیں۔ اور کچھ لوگ کہتے ہیں نہیں بلکہ اسلام کا استحقاق رہے گا۔ یہ لوگ سب کو مشترک اور برابر کے حقدار مانتے ہیں، جس طرح کہ وارث میراث و ترکہ میں مشترک ہیں۔

لیکن صحیح مسلک یہی ہے کہ ضرورت مندوں کو مقدم رکھا جائے، اس لئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حاجت مندوں، کو مقدم رکھتے تھے، مثلاً بنی نضیر کے مال میں حاجت مندوں اور ضرورت مندوں کو آپ نے مقدم رکھا تھا، چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب رضؓ نے فرمایا:-

| | |
|---|---|
| لَیْسَ اَحَدٌ اَحَقُّ بِهٰذَا الْمَالِ | یہ مال سب میں مشترک ہے یہ مال اس آدمی کو ملیگا |
| مِنْ اَحَدٍ اِنَّمَا هُوَ الرَّجُلُ وَسَابِقَتُهٗ | جس نے جہاد میں سبقت کی، اسکو ملیگا جسنے مشقت |
| وَالرَّجُلُ وَعِنَايَتُهٗ وَالرَّجُلُ وَبَلَاءُهٗ | برداشت کی، اس آدمی کا حق ہے جو ابتلاء میں پھنس |
| وَالرَّجُلُ وَحَاجَتُهٗ۔ | گیا، اور وہ حقدار ہے جو ضرورت مند ہے، |

حضرت عمرؓ نے مال چار قسم کے لوگوں پر تقسیم فرمایا ہے،

۱۔ سوابق پر جن کی مسابقت کی وجہ سے مال وصول ہوا ہے۔

۲۔ ان لوگوں پر جو مسلمانوں کے لئے خاص قسم کی سعی و کوشش کرتے ہیں، مثلاً والیان امر، اور وہ علماء جو لوگوں کو دین و دنیا کے منافع حاصل کرنے کے راستے بتلاتے ہیں اور جو نقصان اور ضرر کی مدافعت کے لئے مصائب برداشت کرتے ہیں۔ مثلاً مجاہدین فی سبیل اللہ جو اسلام کے لشکر میں موجود ہیں۔

۳۔ اور وہ خاص خاص لوگ جو جہاد و قتال کے طریقے بتلاتے ہیں اور انہیں وعظ و نصیحت کرتے ہیں۔ اور ان کے مثل۔

۴۔ وہ لوگ جو حاجت مند اور ضرورت مند ہیں۔

جس وقت ان چار قسم کے لوگوں کی جانب سے اطمینان ہو جائیگا تو سمجھ لو اللہ تعالے نے اس مال سے لوگوں کو غنی کر دیا۔ اس کے بعد کفایت کے مطابق دیا جائے، یا اس کے عمل کے مطابق۔

جب ہمیں معلوم ہو گیا کہ مال باعتبار آدمی کی منفعت اور بلحاظ اس کی ضرورت و حاجت کے دیا جائے گا اور یہ مال ہوگا جو مسلمانوں کے مصالح کے لئے ہے، صدقہ و زکوٰۃ کا بھی یہی حال ہے۔ اور اگر اس سے زیادہ مال ہے، اس میں بھی اسی قدر استحقاق ہے جس قدر اس جیسے مال میں حقداروں کا حق ہے، مثلاً مال غنیمت، اور مال میراث، ان کے حقدار بھی متعین و منفرد ہیں۔

Marfat.com

امام المسلمین کو کسی طرح یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے نفس کی خاطر یا قرابت کی وجہ سے یا دوستی اور محبت کی وجہ سے غیر مستحق، غیر حقدار کو کچھ دیوے، چہ جائیکہ حرام میں خرچ کرے مثلاً مخنث لڑکوں اور امرد آزاد اور غلاموں کو دیا جائے، طوائف بازاری عورتوں گویوں، مسخروں کو دیا جائے، یا عرافین کاہنوں، منجموں وغیرہ کو دیا جائے، ہاں تالیف قلوب کے لئے جن کی تالیف ضروری ہے ان کو دینا فرض و واجب ہے، اگرچہ فی نفسہٖ لینے والا ایسا شخص ہے کہ اس کے لئے یہ مال لینا حرام و ناجائز ہے، قرآن مجید میں مؤلفۃ القلوب کے لئے صدقہ زکوٰۃ دینا بھی مباح کر دیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مؤلفۃ القلوب کو فئی کے مال میں سے دیا کرتے تھے، اور ان لوگوں کو بھی دیا جائے، جو اپنے قبیلہ کے مانے ہوئے سردار ہوں، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اقرع بن حابس سردار بنی تمیم۔ اور عیینہ بن حصن سردار بنی فزارہ، اور زید الخیر الطائی سردار بنی نبہان، اور علقمہ بن علاثہ سردار بنی کلاب کو دیا تھا، اور جیسا کہ سرداران قریش اور خلفاء وغیرہ کو دیا تھا۔ مثلاً صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابی جہل رض، ابوسفیان بن حرب، سہیل بن عمرو رض، حرث بن ہشام رض اور بہت سے لوگوں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا، چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر ابوسعید خدری رض سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں حضرت علی رض نے یمن سے ایک سونے کا ہار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس ہار کو چار آدمیوں میں تقسیم کر دیا۔ اقرع بن حابس الحنظلی، عیینہ بن حصن فزاری، علقمہ بن علاثۃ العامری، اور بنی کلاب کے آدمی زید الخیر الطائی جو بنی نبہان کا سردار تھا۔

وہ کہتے ہیں اس تقسیم سے قریش اور انصار بہت خفا ہوئے اور کہنے لگے، آپ صنادید نجد کو دیتے ہیں، اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا یہ میں نے اس لئے کیا ہے کہ ان کی تالیف قلوب منظور ہے، اس وقت ایک آدمی آیا جس کی ڈاڑھی بہت گھنی تھی، رخسارے اُٹھے ہوئے آنکھیں چمکدار، اور پیشانی بڑی، اور سر منڈا ہوا تھا اور کہنے لگا

اِتَّقِ اللّٰہَ یَا مُحَمَّدُ۔ — اے محمد خدا سے ڈرو!

آپ نے فرمایا

فَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ اِنْ عَصَیْتُہٗ أَیَاْمَنُنِیْ اَھْلُ الْاَرْضِ وَلَا تَاْمَنُوْنِیْ۔ — اگر میں خدا کی نافرمانی کرتا ہوں تو پھر کون اس کی اطاعت کرتا ہے؟ کیا سارے اہل زمین مجھے امین سمجھیں اور تم مجھے امین نہ سمجھو۔

Marfat.com

راوی کہتا ہے یہ آدمی اتنا کہہ کر چلتا ہوگیا، اس وقت قوم میں سے ایک شخص کھڑا ہوگیا کہ اسے قتل کردیوے، صحابہ کہتے ہیں یہ آدمی خالد بن ولیدؓ تھے، غیرت اسلامی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے اٹھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اُسے قتل کرنے کی اجازت مانگی، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمًا يَقْرَؤُنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَقْتُلُوْنَ اَهْلَ الْاِسْلَامِ وَيَدَعُوْنَ اَهْلَ الْاَوْثَانِ. يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَئِنْ اَدْرَكْتُهُمْ لَاَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ۔

اس کی نسل میں سے ایک قوم ہوگی جو قرآن پڑھے گی۔ لیکن انکے حنجرے سے نیچے نہیں اترتا مسلمانوں سے جنگ کریں گے اور بت پرستوں کو دعوت دیں گے اسلام سے وہ اس طرح نکل بھاگیں گے جس طرح کمان سے تیر نکل بھاگتا ہے اگر میں انہیں پاؤں گا تو انہیں اسی طرح قتل کرونگا جس طرح قوم عاد قتل ہوئی تھی۔

رافع بن خدیجؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان بن حربؓ، اور صفوان بن امیہؓ، اور عیینہ بن حصن، اور اقرع بن حابسؓ کو سَو سَو اونٹ دیئے، اور عباس بن مرداسؓ کو کچھ کم دیئے تھے، عباس بن مرداس نے یہ اشعار پڑھے۔

اَتَجْعَلُ نَهْبِيْ وَنَهْبَ الْعُبَيْـ  دِ بَيْنَ عُيَيْنَةَ وَالْاَقْرَعِ

کیا آپ میری اور میرے گھوڑے عبید کی لوٹ عیینہ اور اقرع کو دیتے ہیں؟

وَمَا كَانَ حِصْنٌ وَلَا حَابِسٌ  يَفُوْقَانِ مِرْدَاسَ فِي الْمَجْمَعِ

حصن اور حابس اجتماع میں مرداس سے فوقیت نہیں لے جاتے تھے

وَمَا كُنْتُ دُوْنَ امْرِئٍ مِنْهُمَا  وَمَنْ تَخْفِضِ الْيَوْمَ لَا يُرْفَعِ

ان دونوں میں میں کسی سے کم تھا؟ وہ پلہ جو اٹھایا نہیں جاتا کس نے جھکا دیا؟

یہ سن کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی سَو اونٹ دے دیئے، مسلم کے اندر یہ روایت موجود ہے اور عبید مرداس کے گھوڑے کا نام تھا۔

اور مؤلفۃ القلوب دو قسم کے ہیں، کافر اور مسلمان، کافر کی تالیف یہ ہے کہ اس سے فائدہ کی امیدیں وابستہ کی جائیں، کہ یہ اسلام لے آئیں گے، یا جو نقصان ان سے پہنچتا ہے وہ کم ہوجائیگا کہ دیئے بغیر یہ نقصان دور نہیں ہوتا۔

Marfat.com

اور مسلمان مؤلفۃ القلوب وہ ہیں جنہیں دینے سے فائدہ کی امیدیں وابستہ ہوں۔ مثلاً وہ مسلمان ہیں، مال دیا جائیگا تو پختہ اسلام، سچے مسلمان بن جائیں گے، یا ان جیسے لوگ اسلام میں پختہ اور اچھے بن جائیں گے، یا دشمنوں سے مال وصول کرادیں گے، دشمنوں کو ڈراکر ان سے مال نکلوائیں گے، یا جن مسلمانوں کو نقصان اور ضرر پہنچ رہا ہے اس سے بچالیں گے۔ کہ دیئے بغیر یہ ممکن نہیں ہے۔

اس قسم کے عطیات گو بظاہر رئیسوں، مالداروں کو دیئے جاتے ہیں، اور ضعیف اور کمزور چھوڑ دئے جاتے ہیں جیساکہ بادشاہوں کا دستور ہے، لیکن نیتیں مختلف ہوتی ہیں کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ اگر دینے سے دینی مصلحت، اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود مقصود ہے تو یہ دینا اسی قبیل سے ہوگا جیساکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاءؓ دیا کرتے تھے، اور اگر اس دینے سے مقصود علو فی الارض کبر و غرور اور فساد مقصود ہے تو یہ دینا اسی قبیل سے ہوگا جیساکہ فرعون اپنے لگے بندھے لوگوں کو دیا کرتا تھا۔

ان عطیات کو وہی لوگ برا سمجھتے ہیں جو فاسد دین رکھتے ہیں۔ اور بدنیت ہوتے ہیں جیسے ذی الخویصرہ کہ اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عطیئے کو برا سمجھا تاآنکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا، اور بد دعا کی۔ اور جیسے کہ اس کے گروہ خوارج نے حضرت امیرالمؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف علم بغاوت بلند کردیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حکم بنا کر فیصلہ کیا، کسی مصلحت کی بنا پر کیا تھا، لیکن خوارج کھڑے ہوگئے، بگڑ گئے اور بغاوت شروع کردی، اور حضرت علی رضؓ کا نام تک اس تحکیم و فیصلہ سے مٹا دیا۔ مسلمانوں کی عورتوں، بچوں کو اسیر بنا کر لے گئے۔ یہی لوگ تھے جن کے خلاف جہاد و جنگ، قتال اور لڑائی کرنے کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا، کیونکہ ان کے پاس فاسد اور باطل دین تھا جس سے نہ ان کی دنیا درست ہوتی تھی نہ آخرت۔

بسااوقات ورع فاسد اور جبن و بزدلی اور بخل میں اشتباہ ہوجاتا ہے، کیونکہ ترک عمل دونوں میں پایا جاتا ہے، خشیت خداوندی سے فساد کو ترک کرنے اور بوجہ جبن و بزدلی۔ اور بخل کے جہاد مامور میں خرچ نہ کرنے میں اشتباہ ہوجاتا ہے، جیساکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

شَرُّ مَا فِي الْمَرْءِ شُحٌّ هَالِعٌ　　　آدمی میں بُری سے بُری بدی بخل اور حرص

Marfat.com

وَجُبْنٌ خَالِعٌ۔ (رواہ الترمذی حدیث صحیح) اور جبن و بزدلی ہے۔

اسی طرح بسا اوقات انسان عمل ترک کر دیتا ہے، اور گمان کرتا ہے، یا ظاہر کرتا ہے کہ یہ ورع و تقوی ہے حالانکہ یہ کبر و غرور اور اپنے کو بلند درجہ پر لے جانے کا قصد ہوتا ہے۔

اور اس بارے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا جامع کامل، مکمل جملہ فرمایا ہے جو ترازو کا حکم رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔ اعمال نیتوں کے مطابق ہوا کرتے ہیں۔

عمل کے لئے نیت ایسی چیز ہے جیسی جسم کے لئے روح، اگر ایسا نہیں ہے تو ایک شخص اللہ کے سامنے سجدہ کرتا ہے، دوسرا شخص سورج اور چاند کے سامنے سجدہ کرتا ہے کیا فرق ہے؟ دونوں اپنی پیشانی زمین پر رکھ دیتے ہیں، دونوں کی صورت اور وضع ایک ہی ہے، غور کرو کہ خدا کے سامنے پیشانی ٹیکنے والا تو اللہ تعالے کے نزدیک اقرب الخلق ہے، اور سورج و چاند کے سامنے ٹیکنے والا خدا سے بعید سے بعید ہے، یہ نیت ہی کا تو فرق ہے، اور خدا کا فرمان ہے۔

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝ (سورۂ بلد ع ۱) اور ایک دوسرے کو صبر کی ہدایت کرتے رہے اور نیز ایک دوسرے کو رحم کرنے کی ہدایت کرتے رہے۔

اور اثر میں ہے:۔

أَفْضَلُ الْإِيمَانِ السَّمَاحَةُ وَالصَّبْرُ۔ بہترین ایمان سماحت اور صبر ہے۔

حقیقت یہ ہے مخلوق خدا کی نگرانی۔ رعایا پروری، ان کی سیاست بغیر جود و سخا کے جس کو عطیات کہتے ہیں اور بلا تجرد شجاعت۔ بہادری۔ دلیری کے ہو ہی نہیں سکتی بلکہ کہنا چاہئے کہ دین و دنیا کی اصلاح فلاح و بہبود ان دو چیزوں کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے، پس جو شخص ان دو چیزوں میں قائم اور مستقیم نہیں ہے اس سے امر و حکومت اور ولایت چھین لینی چاہئے۔ اور دوسرے کو دے دینی چاہئے، جیسا کہ اللہ تعالے کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ ۚ أَرَضِيتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ مسلمانو! تم کو کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ راہ خدا میں لڑنے کے لئے نکلو تو تم زمین پر ڈھیر ہوئے جاتے ہو، کیا آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی پر قناعت کر بیٹھے ہو، اگر یہ بات

الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا ۝ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

(توبہ ع ۶)

تو یہ تمہاری سخت غلط فہمی ہے کیونکہ آخرت کے فائدوں کے مقابلے دنیا کی زندگی کے فائدے محض بے حقیقت ہیں، اگر تم بلائے جانے پر بھی راہ خدا میں لڑنے کیلئے نہ نکلو گے تو خدا تم کو بڑی دردناک مار دے گا، اور تمہارے بدلے دوسرے لوگوں کو لا موجود کر دیگا، اور تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکو گے، اور اللہ ہر چیز پہ قادر ہے۔

اور اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ۝

(سورہ محمد ع ۴)

تم لوگ سن رکھو کہ خدا کو تو تم کیا دو گے تم تو ایسے تنگ دل ہو کہ تم کو خدا کے راستے میں اپنے قومی فائدے کیلئے خرچ کرنے کو بلایا جاتا ہے، اس پر بھی تم میں ایسے بہتیرے ہیں جو بخل کرتے ہیں، اور جو بخل کرتا ہے تو حقیقت میں خود اپنے لئے بخل کرتا ہے، ورنہ اللہ تو بے نیاز ہے، تم اس کے محتاج ہو، اگر تم روگردانی کرو گے تو خدا تمہارے سوا دوسرے لوگوں کو لا بٹھائے گا اور وہ تم جیسے تنگ دل کبھی نہیں ہوں گے۔

اور اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؎۱

(حدید ع ۱)

تم مسلمانوں میں سے جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں مال خرچ کئے اور دشمنوں سے لڑے وہ دوسرے مسلمانوں کے برابر نہیں ہو سکتے یہ لوگ درجے میں ان مسلمانوں سے بڑھ کر ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے پیچھے خرچ کئے ہیں اور حسن سلوک کا وعدہ تو اللہ نے سب ہی سے کر رکھا ہے۔

---

؎۱ فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں خرچ کرنے اور جہاد کرنے کا اجر و ثواب اس لئے بہت بڑا تھا کہ اسلام صرف مدینہ طیبہ ہی میں محدود تھا۔ اور مدینہ طیبہ بھی منافقوں اور اسلام کے دشمنوں سے بھرا ہوا تھا (باقی بر صفحہ ۱۴۷)

Marfat.com

پس اللہ تعالٰی نے اعظم ترین درجہ کو انفاق و بغاوت، قتال و جنگ، شجاعت و بہادری کے ساتھ معین کر دیا

(بقیہ ص۱۴۶) مدینہ کی ہجرت سے پیشتر کفار مکہ آپ کے خلاف جیسی جیسی سازشیں کرتے تھے وہ ظاہر ہے۔ مجبوراً طائف کا ارادہ کرتے ہیں کہ وہاں کچھ کامیابی نصیب ہو، لیکن وہاں کے لوگوں کی سرکشی سے مایوس ہو کر واپس لوٹتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء کا بائیکاٹ کیا گیا شعب ابی طالب میں تین سال نظربند رکھا گیا۔ چند صحابہ کو مجبوراً ہجرت حبشہ کی اجازت دی، تو کفار مکہ کا وفد ان کے خلاف بھیجا گیا۔ کفار مکہ دارالندوہ میں جمع ہو کر آپ کے خلاف تدبیریں سوچا کرتے ہیں اور بالآخر سرداران مکہ آپ کو قتل کر دینے کا ارادہ کرتے ہیں۔ آپ ہجرت کے لئے مجبور ہوتے ہیں ہجرت کرتے ہیں تو آپ کی گرفتاری کے لئے بڑے بڑے انعامات کے وعدے ہوتے ہیں۔ مکہ میں آپ اور آپ کے رفقاء خدا کی عبادت بھی کھلی طور پر نہیں کر سکتے تھے، آپ باہر تبلیغ کے لئے تشریف لے جاتے ہیں تو آپ کے پیچھے پیچھے کفار کے نمائندے چلے جاتے ہیں اور آپ کے خلاف آوازیں کستے ہیں، جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے جاتے ہیں تو یہود و نصاریٰ اور منافقوں سے آپ کو پالا پڑتا ہے یہ لوگ شب و روز مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے ہیں، کفار مکہ کو روزانہ یہاں کی خبریں بھیجتے ہیں۔ کفار مکہ دارالندوہ میں جمع ہو کر آپ کے خلاف تدبیریں سوچا کرتے ہیں۔ غزوہ بدر۔ غزوہ احد ان کی تدبیروں کا ادنیٰ سا کرشمہ تھا۔

غرض! اسلام محدود جگہ میں محدود تھا۔ اور مسلمان ہر طرح بے بس تھے، مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ کھانے پینے کے سامان سے بھی قاصر تھے، کفار ہر قسم کے ساز و سامان سے آراستہ اور طاقتور تھے، کفار سارے ملک میں پھیلے پڑے تھے۔ اور سارا ملک یہ سوچ رہا ہے کہ اسلام کو کس طرح مٹا دیا جائے، فتح مکہ سے پہلے اسلام کا خاتمہ صرف یہی ہے کہ صرف چند مسلمان ہیں ان کو ختم کر دیا جائے، اسلام عام طور پر پھیلا نہیں تھا۔ کہ اگر ایک جگہ کے مسلمانوں کو ختم کر دیا جائے تو دوسری جگہ باقی ہیں، آج اگر چین میں ختم کر دیئے جائیں تو ہندوستان، پاکستان، افغانستان اور ملک کے دوسرے خطوں میں موجود ہیں لیکن فتح سے قبل یہ صورت نہیں تھی، کفار یہ چاہتے تھے اسلام کا خاتمہ کر دیں، اور وہ یہ دیکھ رہے ہیں کہ چند نفر ہیں ان کو مٹانا کیا دشوار ہے؟ لیکن خدا ان کی حمایت کر رہا تھا، مسلمان پیغمبر اسلام کے وعدوں پر یقین رکھتے ہوئے اسلام کی سربلندی کے لئے کوشاں تھے۔ کفار یہ یقین کئے بیٹھے تھے کہ ان چند مسلمانوں کو مٹا دینا اور اسلام کا خاتمہ کر دینا کیا مشکل ہے اگر آج نہیں تو کل ہم انہیں ختم کر دیں گے، لیکن خدا کی امداد و اعانت مسلمانوں کے ساتھ تھی۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ٥ (توبہ ع ۵)

اور وہی ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے گو مشرکوں کو بُرا ہی کیوں نہ لگے۔

غرض ان حالات میں ایسی بے بسی و بے کسی میں جہاد کرنا جہاد کے لئے خرچ کرنا، جان و مال کی (باقی برص۱۴۸)

Marfat.com

اور قرآن مجید میں بہت سے مقامات میں اس کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔

وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ (توبہ ع ۳)

اور اپنے جان و مال سے اللہ کے رستے میں جہاد کئے۔

اور بخل کو کبیرہ گناہ کہا ہے۔ فرماتا ہے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ ۔ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ط (آل عمران ع ۱۸)

اور جن لوگوں کو خدا نے اپنے فضل و کرم دیا ہے اور وہ اسکے خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں، وہ اسکو اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں، بلکہ وہ ان کے حق میں بدتر ہے کیونکہ جس مال کا بخل کرتے ہیں عنقریب قیامت کے دن اسکا طوق بنا کر ان گلے میں پہنایا جائیگا۔

اور فرماتا ہے:۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (توبہ ع ۵)

اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے رہتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو ان کو روز قیامت کے عذاب دردناک کی خوش خبری سُنا دو۔

اسی طرح جبن اور بزدلی کی مذمت فرمائی ہے مثلاً فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَى فِئَةٍ ۔ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللهِ ۔

اور جو شخص ایسے موقع پر کافروں کو اپنی پیٹھ دیگا تو سمجھنا وہ خدا کے غضب میں آگیا اور اسکا ٹھکانا دوزخ ہے، اور وہ بہت بری جگہ ہے

---

(بقیہ ص ۱۴۱) کی بازی لگا دینا جس قدر دشوار اور قابل قدر ہو سکتی ہے، وہ ظاہر ہے اور یہی وجہ ہے جو فتح مکہ سے پہلے جہاد کرنے والوں، خرچ کرنے والوں کا درجہ بہت بڑا ہے خدائے قدوس ان سربلندوں۔ اور بزرگوں، ایمان و یقین اور احسان کے ستونوں کے نقش قدم پر چلنے کی ہمیں توفیق دے۔ ان بزرگوں کا ہم پر بڑا احسان ہے۔ آج ہم انہیں کی کوششوں کی وجہ سے اسلام کا کلمہ پڑھ رہے ہیں۔ اور قیامت تک دنیا میں اسلام کو قائم کر دیا۔ اور اسلام ہمیشہ کے لئے باقی رہے گا۔ سربلند رہے گا۔ کوئی اسے مٹا نہیں سکتا۔ بلکہ وہ ہمیشہ پھلتا۔ پھولتا ہی رہے گا۔ اور انہیں بزرگوں کی کوششوں کی وجہ سے پھلتا پھولتا رہے گا۔

(ابو العلاء محمد اسمٰعیل کان اللہ لہ)

Marfat.com

وَمَأْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ‏(انفال ع ۲) — مگر ہاں لڑائی کے لیے کسی کا کٹنا ہو یا اپنے لوگوں میں جا شامل ہونے کیلئے ٹل جائے تو مضائقہ نہیں۔

اور فرماتا ہے:۔

وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ‏(توبہ ع ۷) — اور مسلمانو! یہ منافق تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ بھی تم ہی میں کے ہیں۔ حالانکہ وہ تم میں کے نہیں ہیں۔ بلکہ وہ بزدلے لوگ ہیں۔

اور کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر بے شمار جگہ اس چیز کا بیان ہے اور یہ تو ایک ایسی چیز ہے کہ روئے زمین کے بسنے والے اس پر متفق ہیں۔ تا آنکہ عام ضرب المثل ہو گئی ہے کہ

لَا طَعْنَةَ وَلَا جَفْنَةَ۔ — نہ نیزہ چلانا جانتا ہے نہ سخی مرد ہے۔

اور کہا کرتے ہیں:۔

لَا فَارِسَ الْخَيْلِ وَلَا وَجْهَ الْعَرَبِ۔ — نہ گھوڑے کی سواری جانتا ہے نہ عرب کا وجیہ انسان ہے۔

یہاں تین قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جن پر حب دنیا غالب ہے۔ ان کا مقصد صرف زمین خداوندی پر اپنی برتری، علو اور بڑائی۔ غرور و کبر، فساد و افساد ہے۔ آخرت کا انہیں مطلق خیال نہیں ہے۔ اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ عطیہ اور انعام و اکرام کے بغیر ان کی سلطنت باقی نہیں رہ سکتی، اور یہ اس کی قدرت نہیں رکھتے، اور اس لئے وہ حرام مال وصول کرنا اپنے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ اور ایسے لوگ غارتگر، اور لٹیرے بن جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ولایت و امارت سلطنت و حکومت اسی کو ملتی ہے جو کھاتے کھلاتے دیتے دلاتے رہتے ہیں۔ عفیف پاک دامن لوگ قطعاً محروم رکھے جاتے ہیں، اور اس پر اس کے امراء رؤسا خفا ہو جاتے ہیں۔ بگڑ جاتے ہیں اور اسے معزول کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگ دنیا ئے عاجل کو دیکھتے ہیں۔ اور کل آنے والی دنیا کو بھول جاتے ہیں۔ اور آخرت کو بھی بھول جاتے ہیں۔ ان کی عاقبت اور انجام برا ہوتا ہے، دنیا اور آخرت دونوں خراب ہو جاتے ہیں۔ اگر انہیں توبہ نصیب نہ ہوئی۔ اصلاح آخرت کی توفیق میسر نہ آئی تو خسر الدنیا والآخرۃ کے مصداق بن کر رہ جاتے ہیں۔

دوسرا فریق وہ ہے جو خوف خدا رکھتا ہے، مخلوق و رعایا پر ظلم کرنا بُرا سمجھتے ہیں حرام مال سے بچنے کا اعتقاد بھی رکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں یہ عمدہ سے عمدہ اور اچھا سے اچھا فرض ہے، باوجود اس کے وہ یہ اعتقاد بھی رکھتے ہیں کہ سیاست پوری طرح انجام نہیں پاتی جب تک حرام نہ لیا جائے۔ اور حرام نہ کھایا جائے اور اس لئے وہ سیاست ہی سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ اور اس قسم کے کاموں سے مطلقاً علیحدہ رہتے ہیں۔ اور بسا اوقات ان میں قدرتی جبن۔ بزدلی اور مخلوق خدا سے چڑ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ان کے پاس ایسا دین ہوتا ہے کہ واجب کو ترک کر دیتے ہیں۔ اور یہ ترک بعض محرمات سے زیادہ مضر ہوا کرتا ہے۔ فرض چیز کو چھوڑ دینا۔ راہ خدا میں جہاد کرنے سے رُک جاتا، ترک جہاد کے مترادف ہوا کرتا ہے۔ کبھی یہ لوگ غلط تاویل کر لیتے ہیں، اور تاویل کر کے اچھے اور فرض کام سے رُک جاتے ہیں۔

اور کبھی یہ اعتقاد رکھتے ہیں اس کام سے انکار واجب ہے۔ اور یہ انکار قتال و جنگ کے بغیر پورا نہیں ہوتا۔ اور اس لئے وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں بھی قتال و جنگ کر لیتے ہیں جیسا کہ خوارج نے کیا۔ یہ ایسے لوگ ہیں جن سے نہ دنیا بنتی ہے، اور نہ دین بنتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی ان لوگوں سے دین کے بعض گوشے، اور بعض امور دنیا اصلاح پذیر ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی ان کی اجتہادی غلطی معاف بھی ہو جاتی ہے۔ ان کا قصور اور خطا بخش دی جاتی ہے۔ اور کبھی ایسے لوگ سب سے زیادہ خسران اور ٹوٹے میں پڑ جاتے ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہوا کرتے ہیں جن کی سعی و کوشش ضلالت و گمراہی کے سوا کچھ نہیں ہوتی۔ اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔ اور یہ طریقہ ان لوگوں کا ہوتا ہے جو نہ تو اپنے لئے کچھ حاصل کرتے ہیں نہ غیر کو کچھ دیتے ہیں۔ صرف فاسق فاجر لوگوں کی تالیف قلوب کرتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں مولفۃ القلوب کو دینا ایک قسم کا ظلم و جبر ہے۔ ان کو دینا حرام ہے۔

تیسرا گروہ امت وسط کا ہے۔ اور یہ دین محمدی اور خلفاء کا ہے جو خواص و عوام اور ساری امت کے لئے اور قیامت تک کے لئے ہے۔ اور وہ یہی ہے کہ مال خرچ کیا جائے اور رعایا کے فائدہ کے لئے خرچ کیا جائے۔ مال دیا جائے اگرچہ وہ جن کو مال دیا جاتا ہے رؤسا اور مالدار ہی کیوں نہ ہوں۔ ان کی ضروریات اور احتیاجات پوری کی جائیں۔ اور حالات کی اصلاح اور اقامت دین و دنیا عفت نفس کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی ضروریات و احتیاجات پوری کرنی چاہیے۔ بلا استحقاق مال نہ لیا جائے۔ اور تقویٰ اور احسان دونوں کو

Marfat.com

جمع کر لیا جائے۔ کیونکہ سیاست شرعیہ ان دو کے بغیر پوری نہیں ہوسکتی۔ دین و دنیا کی اصلاح ان کے بغیر ناممکن ہے۔ خدا کا فرمان ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ٥ | کیونکہ جو لوگ پرہیزگاری کرتے ہیں اور جو حسن سلوک سے پیش آتے ہیں اللہ ان کا ساتھی ہے۔ (نحل ع ۱۶)

اور یہ وہی ہے کہ لوگوں کی روٹی کپڑے کا انتظام کیا جائے۔ ان کی ضرورتیں پوری کی جائیں۔ اور خود حلال و طیب کھائیں۔ اور یہ کہ اوپر کے لوگ خرچ کم کر دیں کیونکہ قدرتی بات ہے کہ اوپر کے بسنے والے سے لوگ لینے کی تمنا زیادہ رکھتے ہیں عفیف سے اتنی تمنا نہیں رکھتے [1]۔ اور جس قدر عفیف سے لوگ اپنی اصلاح کر لیتے ہیں غیر عفیف سے نہیں کر سکتے۔ کیونکہ قدرت و امکان کے ساتھ عفت سے کام لینا۔ یہی تقوی اور دین کی حرمت ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر ابوسفیان بن حرب سے روایت ہے کہ

[1] مثلاً سلاطین اور بادشاہ، وزراء اور ان کے نائب گورنر اور ان کے نائب، اگر آج کل کی نمائش جمہوری حکومت کے صدر جمہوریہ۔ غرض طبقۂ بالا کا پورے ملک پر پوری سلطنت پر اثر پڑا کرتا ہے، اگر اوپر کا طبقہ صالح ہے تو سارا ملک ساری سلطنت صالح ہو جائے گی۔ اور برا ہے تو ساری سلطنت پر اس کا اثر پڑے گا۔

رعایا پروری کا اقتضاء یہ ہے کہ رعیت کی فلاح و بہبود کو سب سے زیادہ پیش نظر رکھا جائے شیخ سعدی رح کا مقولہ ہے۔

گوسپند از برائے چوپان نیست | بلکہ چوپان برائے خدمت اوست

اگر بالائی طبقہ کے لوگ لینگے کھائیں گے تو ماتحتوں سے کفایت شعاری کی امیدیں بیکار ہیں۔ سب لینگے کھائیں گے۔ شیخ سعدیؒ نے کیا اچھا کہا ہے۔

بہ بیضہ کہ سلطان ستم روا دارد | زنند لشکریانش ہزار مرغ بسیخ !

غرض یہ کہ رعایا پروری کا اقتضا یہ ہے کہ رعیت کا پورا پورا خیال رکھا جائے شیخ سعدیؒ نے کیا اچھا کہا ہے۔

بر رعیت ضعیف رحمت کن تا از دشمن قوی زحمت نہ بینی۔ ضعیف شکر و رعیت پر رحم کرو تاکہ قوی دشمن سے زحمت نہ اٹھاؤ

اور سچ تو یہ ہے کہ خدا کا ملک ہے، اس پر خدا کا ہی دستور اور حکومت چلنی چاہیئے، اسی سے دنیا و عقبیٰ درست ہو سکتی ہے اور تمام کی ذمہ داری دو گروہ پر ہے، امراء اور علماء اگر یہ دو گروہ درست ہیں تو ساری خدائی درست ہو جائیگی اگر یہ ناہموار ہیں تو ساری خدائی ناہموار ہوگی۔ وَهَلْ أَفْسَدَ الدِّيْنَ إِلَّا الْمُلُوْكُ وَأَحْبَارُ سُوْءٍ وَرُهْبَانُهَا (ابو العلا محمد اسمٰعیل)

Marfat.com

ہرقل شاہِ روم نے ابوسفیان کو جواب دیتے ہوئے کہا یہ پیغمبر کیا بتلاتے ہیں؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا وہ ہمیں نماز پڑھنے کو کہتے ہیں صدق وعفاف اور صلہ رحمی کا حکم کرتے ہیں۔

اور ایک اثر میں ہے، اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی اتاری کہ اے ابراہیم تمہیں خبر ہے کہ میں نے تم کو اپنا خلیل کیوں بنایا ہے؟ اس لئے بنایا ہے کہ تم کو دینا زیادہ محبوب ہے اور لینا کم محبوب ہے۔

اور ہم عطا اور بخشش دینے کا ذکر کرچکے ہیں کہ سخاوت اور قومی فوائد کو پیش نظر رکھنا ہر حال میں ضروری ہے۔ اور صبر وغضب میں دفع مضرت کا خیال رکھنا شجاعت وبہادری ہے اسے پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ اور غضب وغصہ کے بارے میں لوگ تین قسم کے ہیں، ایک وہ جو اپنے لئے اور پروردگار عالم کے لئے غضب وغصہ کرتے ہیں۔ دوسرے وہ جو نہ اپنے لئے غضب وغصہ کرتے ہیں نہ پروردگار کے لئے۔ تیسرے وہ جس کو امت وسط کہتے ہیں ان کا غضب وغصہ صرف پروردگار عالم کے لئے ہی ہوتا ہے، اور اس لئے وہ غضب وغصہ سے آشنا ہی نہیں ہوتے۔ جیسا کہ صحیحین کے اندر حضرت عائشہ صدیقہ رض سے مروی ہے وہ کہتی ہیں۔

مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ خَادِمًا لَهٗ وَلَا امْرَاَةً۔ وَلَا دَابَّةً وَلَا شَيْئًا قَطُّ۔ اِلَّا اَنْ يُّجَاهِدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا نِيْلَ مِنْهُ شَيْءٌ فَانْتَقَمَ لِنَفْسِهٖ قَطُّ۔ اِلَّا اَنْ تُنْتَهَكَ حُرُمَاتُ اللّٰهِ فَاِذَا انْتُهِكَتْ حُرُمَاتُ اللّٰهِ لَمْ يَقُمْ لِنَفْسِهٖ شَيْءٌ حَتّٰى يَنْتَقِمَ لِلّٰهِ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی اپنے خادم کو مارا۔ نہ عورت کو، نہ جانور کو، اور نہ کسی کو، مگر جہاد فی سبیل اللہ کے وقت، اور آپ کو نہیں دیکھا گیا کہ اپنے لئے آپ نے انتقام لیا ہو۔ مگر ہاں جبکہ حرمات خداوندی توڑی جائیں۔ جب حرمات خداوندی توڑی جائیں تو آپ کا غصہ کوئی تھام نہیں سکتا تھا۔ تاآنکہ آپ اللہ کا انتقام لے لیتے۔

جس کا غضب وغصہ اپنے لئے۔ اپنی جان کے لئے ہے۔ پروردگار عالم کے لئے نہیں یا جو اپنے لئے وصول کرتا ہے، پروردگار عالم کے لئے نہیں۔ اور دوسروں کو نہیں دیتا۔ تو یہ چوتھی قسم کے لوگ مخلوق میں شریر ترین لوگ ہیں۔ نہ ان سے دین کی اصلاح ممکن ہے نہ دنیا کی۔

Marfat.com

صالح اور نیک بندوں کی سیاست کامل تھی، ان کا طریقہ یہ تھا کہ واجبات پر پورا پورا عمل کرتے تھے، محرمات سے قطعاً بچتے تھے، یہ ایسے مقدس لوگ تھے کہ ان کے عطیہ سے دین کی اصلاح ہوتی تھی۔ اور وہی چیز وہ لیتے تھے جو ان کے لئے مباح تھی۔ ان کا غضب و غصہ پروردگار عالم کے لئے ہوتا تھا۔ اور اس وقت ہوتا تھا جبکہ محارم الٰہیہ توڑے جاتے تھے، اور اپنا حصہ، اپنا حق معاف کردیتے تھے۔

یہ اخلاق نبوی تھے، مال خرچ کرنے میں مال کے لینے میں اور جو کچھ آپ کرتے تھے کامل اور مکمل تھا۔ اور جو شخص ان اخلاق کے قریب ہوگا وہ افضل و برتر ہوگا۔ پس مسلمانوں کا فرض اولین ہے کہ پوری پوری کوشش کریں۔ اور طریق نبوی کے قریب تر ہوجائیں اور کوشش کے بعد اپنے قصور، تقصیر، اور خطا کے لئے بارگاہ خداوندی میں توبہ و استغفار کریں۔ اور سمجھ لیں کہ اللہ تعالٰی نے جو دین دے کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے کامل و مکمل ہے، اور یہ امور اللہ تعالٰی کے اس قول میں موجود ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا۔ (نساء ع ۸) مسلمانو! اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت رکھنے والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو۔

---

لہ یہ ہے وہ اسلامی حکومت جسے خدا کی حکومت کہا جاتا ہے۔ اور وہ سرمدی دردین ماخد مت گریست" اسکا نام ہے، آج کرۂ زمین پر بڑی بڑی حکومتیں قائم ہیں، لیکن کھوج لگاؤ کہ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا۔ کا وجود بھی ملتا ہے، اسلامی اسٹیٹوں پر نگاہ ڈالو کہ کہیں بھی لا للنفسہ و لکن للربہ حکومت ہوتی ہے، ساری دنیا ایک ہی رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ ساری دنیا پر آج وہی رنگ چڑھا ہوا ہے جو اسلام سے قبل روم و عجم پر چڑھا ہوا تھا بلکہ اس سے کہیں زیادہ،

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ کے اندر باب ارتفاقات و صلاح الرسوم میں رومیوں اور عجمیوں کا حال لکھا ہے، ہم اس کی تلخیص یہاں پیش کر دیتے ہیں۔ اس پر غور کیجئے، اور اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا کی بحث سامنے لے آئیے، اور غور کیجئے کہ خدا کیا چاہتا ہے، اور دنیا کدھر جا رہی ہے اور دنیا کس قسم کا انقلاب چاہتی ہے، شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

رومیوں اور عجمیوں کو جب خلافت ملی اور طویل مدت تک وہ اس منصب پر سرفراز رہے۔ تو لذات دنیا میں گم ہو کر رہ گئے۔ اور شیطان ان پر ایسا مسلط ہو گیا کہ زیادہ سے زیادہ اسباب عیش فراہم کرنا اور ایک دوسرے سے بڑھ کر اپنی خوش حالی کی نمائش کرنا۔ (باقی بر ۱۵۴)

Marfat.com

# دسویں فصل کے مضامین

اللہ تعالٰے کا فرمان ہے وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ ۔ حدود و حقوق کسی ایک قوم کے لئے خاص نہیں ہیں، حدود میں سفارش حرام و ناجائز ہے۔ رشوت دینے والا رشوت لینے والا اور رشوت دینے دلانے والا دلال سب گنہگار ہیں۔

اللہ تعالٰے کا ارشاد ہے :۔

وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ ط (پ ۵ ع ۸) اور جب لوگوں کے باہمی جھگڑے فیصل کرنے لگو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

لوگوں کو حکم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حدود و حقوق میں حکم کیا جائے، یہ حدود و حقوق دو قسم کے

(بقیہ صفحہ ۱۵۳) ان کی زندگی کا مقصد قرار پا گیا عقل و حکمت کا استعمال بھی ان کے یہاں بس یہی تھا کہ معاشی انتفاع کے دقیق سے دقیق وسائل تلاش کئے جائیں، اور پھر ان سے لطف اندوزی کے عجیب عجیب طریقے نکالے جائیں، ان کے رؤسا اپنی شان ریاست کے اظہار میں جس طرح دولت صرف کرتے تھے اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جس شخص کا شمار رئیسوں میں ہوتا اس کے لئے دو لاکھ درہم سے کم قیمت کا تاج پہننا عار کی بات تھی، اس کے لئے ضروری تھا کہ ایک عالی شان محل میں رہے، جس کے ساتھ آبزن، حمام اور باغ بھی ہوں۔ غلاموں کی ایک فوج اس کی خدمت میں اور قیمتی گھوڑوں کی ایک کثیر تعداد اس کے اصطبل میں ہو۔ اس کا دسترخوان نہایت وسیع ہو۔ اور بہتر سے بہتر کھانے اس کے مطبخ میں ہر وقت تیار رہیں۔ غرض یہ کہ یہی چیزیں ان کے اصول معاش میں گھس گئیں اور ایسی جم گئیں کہ دلوں سے ان کا نکلنا محال ہو گیا۔ یہ ایک بیماری تھی جو ان کے تمدن کی رگ رگ میں اتر گئی۔ اس کے اثرات بازاروں اور گھروں تک میں پھیل گئے، مزدور اور کسان تک ان سے نہ بچ سکے۔ اس نے چند محلوں میں عیش و عشرت کے سامان جمع کرنے کے لئے ملکوں اور اقلیموں کی بے شمار مخلوق کو مصائب میں مبتلا کر دیا۔ اس لئے کہ یہ سامان جمع نہیں ہو سکتے تھے جب تک کہ ان کے لئے پانی کی طرح روپیہ نہ بہایا جائے، اور اتنی کثیر دولت فراہم کرنے کی اس کے سوا کوئی صورت نہ تھی کہ تاجروں اور کاشتکاروں اور دوسرے محنت پیشہ طبقوں پر زیادہ سے زیادہ ٹیکس لگائے جائیں (باقی برصفحہ ۱۵۵)

Marfat.com

ہیں۔ حدود و حقوق کی ایک قسم وہ ہے جو کسی ایک خاص قوم کے لئے معیّن اور خاص نہیں ہے۔ بلکہ اس کی منفعت مطلقاً مسلمانوں کے لئے ہے، مثلاً قطاع الطریق ڈاکو۔ راہزن۔ چور۔ زانی وغیرہ

(بقیہ ص۱۵۴) پھر اگر ٹیکسوں کی زیادتی سے تنگ آکر یہ غریب طبقے روپیہ دینے سے انکار کریں تو ان کو فوجوں سے پامال کرایا جائے، اور اگر طاقت سے ڈر کر وہ اطاعت میں سر جھکا دیں تو ان کو گدھوں اور بیلوں کی طرح محنت میں جوت دیا جائے کہ وہ دن رات رئیسوں کے لئے دولت پیدا کریں اور ان کو دم لینے کی بھی فرصت نہ ملے، کہ خود اپنی سعادت دنیا اور آخرت کے لئے بھی کچھ کر سکیں، اس کا نتیجہ تھا کہ لاکھوں کروڑوں کی آبادی میں مشکل ہی سے کوئی ایسا شخص ملتا تھا جس کی نگاہ میں دین و اخلاق کی کوئی اہمیت ہو، وہ بڑے بڑے کام جن پر نظام عالم کی بناء قائم ہے، اور جن پر انسانی فلاح و ترقی کا مدار ہے قریب قریب معطل ہو گئے تھے، لوگ زیادہ تر یا تو ان صنعتوں میں لگ جاتے تھے جو رؤساء کے لئے لوازم عیش پیدا کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ یا پھر ان فنون اور ان پیشوں کو اختیار کرتے تھے جن سے رئیسوں کو عموماً دلچسپی ہوا کرتی ہے، اس لئے کہ ان کے بغیر کوئی شخص رؤساء کے ہاں درخور حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اور رؤساء کے ہاں درخور حاصل کرنے کے لئے سوا خوشحالی کے دوسرا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ ایک اچھی خاصی جماعت شاعروں۔ مسخروں۔ نقالوں۔ گویوں۔ مصاحبوں، شکاریوں اور اسی طرح کے لوگوں کی پیدا ہو گئی تھی جو درباروں سے وابستہ رہتی تھی، اور ان کے ساتھ اگر اہل دین تھے بھی تو وہ حقیقت میں دیندار نہ تھے۔ بلکہ کسب معاش کے لئے دین کا پیشہ کرتے تھے۔ تاکہ اپنے زہد کی نمائش سے یا شعبدوں سے یا اپنے مکر و فریب سے کچھ کما کھائیں۔ اس طرح یہ مرض ان ممالک میں انسانی جماعت کو اوپر سے نیچے تک گھن کی طرح کھا گیا تھا۔ اس نے پوری پوری قوموں کے اخلاق گرا دئے تھے۔ اور ان کے اندر رذیل خصلتیں پیوست کر دی تھیں۔ اس کی بدولت ان کی سرزمین میں اتنی صلاحیت ہی نہ رہی تھی کہ خدا پرستی اور مکارم اخلاق کا بیج اس کے اندر جڑ پکڑ سکے۔ . . . . . .

. . . . . جب روم و عجم کے ممالک پر یہ مصیبت حد سے زیادہ بڑھ گئی اور حد سے متجاوز ہو گئی۔ تو اللہ تعالیٰ کا غضب بھڑک اٹھا۔ اور اس نے اس مرض کا علاج کرنے کا فیصلہ کر دیا۔ کہ مرض کی جڑ کاٹ ڈالی جائے چنانچہ ایک نبی امی کو مبعوث فرمایا جو نہ رومیوں اور عجمیوں سے گھلا ملا نہ تھا۔ اور جس تک ان کی عادات اطوار، خصائل کا کوئی اثر نہ پہنچا تھا۔ اس کو صحیح اور غلط۔ صالح اور فاسد۔ میں امتیاز کرنے والی میزان بنا دیا۔ اس کی زبان سے عجمی اور رومی عادات قبیحہ کی مذمت کرائی۔ حیات دنیا میں استغراق اور لذات دنیوی میں انہماک کو مردود ٹھیرایا۔ عجمی عیش پرستی کے ارکان میں سے (باقی بر ص۱۵۶)

پر حد جاری کرنا۔ اور مثلاً اموال سلطانی، اموال اوقاف اور وصایا کہ یہ کسی ایک قوم کے لئے متعین اور مخصوص نہیں ہیں۔ اور یہ چیزیں حکومت۔ ولی الامر اور حاکم کے لئے خاص توجہ کے محتاج ہیں۔

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے اسی لئے فرمایا تھا:۔

لَابُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ إِمَارَةٍ۔ بَرَّةً كَانَتْ أَوْ فَاجِرَةً۔ لوگوں کے لئے امارت قائم کرنا ضروری ہے نیک ہو یا بری۔

---

(بقیہ صفحہ ۱۵۵) ایک ایک کو چن چن کر حرام کیا۔ مثلاً سونے اور چاندی کے برتن۔ سونے اور جواہر کے زیور، ریشمی کپڑے، تصاویر اور مجسمے وغیرہ ذالک۔ غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس نبی امی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سرداری سے روم و عجم کی سرداری کا استیصال کر دیا۔ اور اعلان کرا دیا کہ۔ هَلَكَ كِسْرَىٰ فَلَا كِسْرَىٰ بَعْدَهُ۔ وَهَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهُ۔ (انتہی ملخصاً از باب اقامۃ الارتفاقات و اصلاح الرسوم)

غرض! بعثت نبوی کے وقت جو حال روم و عجم کا تھا کہ معمورۂ دنیا پر چھائے ہوئے تھے، ساری دنیا انہی دو سلطنتوں کی غلامی کے جوئے میں جتی ہوئی تھی، آج دنیا امریکہ اور روس کی غلامی کے جوئے میں جتی ہوئی ہے، کہنے کو آزاد ہیں لیکن حقیقت میں غلام ہیں۔ انہی کی سیاست غیر صالحہ کو سیاست سمجھتی ہے انہی کے غیر صالح تمدن و تہذیب میں ڈھلتی ہے انہی کے غیر صالح تمدن و تہذیب میں آرائش و نمائش کی جاتی ہے، انہی کے مفرطانہ عیش پرستی، عیش کوشی کو زندگی کا ڈھانچہ سمجھتی ہے، انہی کے اخلاق و کردار کی غلامی میں زندگی گذارتی ہے، اور آج انہی کی سائنس نے دنیا کو عذاب الیم میں مبتلا کر رکھا ہے۔

اگر دنیا آج اپنے لئے امن چاہتی ہے، روٹی چاہتی ہے، امن و سکون کی زندگی گذارنا چاہتی ہے۔ دنیا اور آخرت بنانا چاہتی ہے۔ دنیا میں امن و چین سے رہ کر خدا کو یاد کرنا چاہتی ہے، دنیا اور آخرت دونوں بنانا چاہتی ہے، تو اسلام کے دستور کو اپنائے، کہ یہ آسمانی دستور ہے، قرآنی دستور العمل ہے، ملک خدا کا ہے تو حکومت بھی خدا کی ہونی چاہیئے إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ۔ قواعد و ضوابط بھی خدا کے ہی نافذ ہونے چاہئیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاءؓ نے انہی قواعد و ضوابط کی طاقت سے ایسا انقلاب پیدا کر دیا کہ دنیا کا رنگ تبدیل کر دیا۔ روم و عجم کا تختہ الٹ دیا اور دنیا پر خدا کی حکومت قائم کر دی۔ نصف صدی بھی نہ گذرنے پائی تھی کہ قرآنی حکومت دنیا پر قائم کر دی۔ اور دنیا کے لئے رحمت و رافت امن و چین رحمت و سکون کی حکومت کھڑی کر دی۔ اور أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا کی ہمہ گیر طاقت ساری دنیا پر چھا گئی۔ کاش مسلمان جاگیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدینؓ کی پیروی کریں۔ تو پھر یہ دنیا۔ دنیا والوں کے لئے جنت بن جائے۔ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَالِكَ أَمْرًا ○

(ابو العلاء محمد اسمٰعیل گودھروی کان اللہ لہٗ)

Marfat.com

لوگوں نے کہا۔ امیرالمؤمنین نیک تو ٹھیک ہے۔ بُرا امیر کیوں مقرر کیا جائے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواب دیا۔

يُقَامُ بِهَا الْحُدُودُ۔ وَ تَأْمَنُ بِهَا السُّبُلُ وَ يُجَاهَدُ بِهَا الْعَدُوُّ وَ يُقْسَمُ بِهَا الْفَيْئُ۔

اس امارت سے حدود کا اجراء ہوتا ہے راستوں میں امن ملتا ہے، دشمنوں سے اسکے ذریعہ جہاد کیا جاتا ہے اور اسکے ذریعہ مال فئی تقسیم ہوا کرتا ہے

یہ وہ قسم ہے کہ والیان ملک، امراء ولایت پر اس سے بحث کرنا، اس پر غور کرنا فرض ہے اور بلا کسی دعویدار کے دعوے اور مطالبہ کے یہ حدود قائم کرنی چاہئے۔ اور یہی حکم شہادت کا ہے بغیر کسی کے دعوے کے لینی چاہئے۔ اگرچہ فقہاء نے چور کے ہاتھ کاٹنے میں اختلاف کیا ہے۔ کہ جو مال چوری ہو گیا کیا اس کے مطالبہ کی ضرورت ہے کہ جس کا مال چوری ہوا ہے وہ اپنا مال طلب کرے تو چور پر حد جاری ہوگی ورنہ نہیں۔ اور امام احمدؒ وغیرہ کہتے ہیں کہ مطالبہ کے بغیر حد جاری نہیں کی جائے گی، لیکن تمام اس پر متفق ہیں کہ جس کی چوری ہوئی ہے حد جاری کرنے کے لئے اس کے مطالبہ کی ضرورت نہیں ہے۔ بعض علماء مال کے مطالبہ کی شرط لگاتے ہیں تاکہ چور کو کسی قسم کا شبہ نہ رہے۔

یہ جرائم کی وہ قسم ہے کہ جس میں حدود جاری کرنا واجب ہے، شریف ہو یا کمین، جتھے والا ہو یا بغیر جتھے والا۔ قوی ہو یا ضعیف سب پر حد جاری کرنا فرض ہے۔ کسی کی شفاعت وسفارش سے یا ہدیہ اور تحفہ لے کر، یا کسی دوسری وجہ سے حد کو معطل کرنا قطعاً جائز نہیں ہے، اور جو شخص قدرت رکھتے ہوئے اس حد کو معطل اور ساقط کرے گا اس پر اللہ اور اس کے رسول، اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی، اس میں کسی کی سفارش مقبول نہیں ہوگی۔ اور سفارش کرنے والا اس قبیل سے ہوگا۔ مَنِ اشْتَرٰی بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ثَمَنًا قَلِیْلًا۔ (اللہ کی آیتوں کو تھوڑے داموں بیچتا ہے)

اور ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ حَالَتْ شَفَاعَتُهُ دُوْنَ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ۔ فَقَدْ ضَادَّ اللّٰهَ فِيْ اَمْرِهِ وَمَنْ خَاصَمَ فِيْ بَاطِلٍ وَهُوَ

جس کی شفاعت وسفارش حدود اللہ میں سے کسی حد کے آڑے آئی تو وہ خدا کا مقابلہ کرتا ہے اور جو شخص باطل پر جھگڑتا ہے اور وہ جانتا ہے

Marfat.com

يَعْلَمُ. لَمْ يَزَلْ فِي سَخَطِ اللهِ حَتّٰى يَنْزِعَ وَمَنْ قَالَ فِي مُسْلِمٍ مَا لَيْسَ فِيهِ حُبِسَ فِي رَدْغَةِ الْخَبَالِ حَتّٰى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ. قِيْلَ يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا رَدْغَةُ الْخَبَالِ؟ قَالَ عُصَارَةُ اَهْلِ النَّارِ۔

(رواہ ابوداؤد)

کہ باطل ہے تو وہ خدا کی خفگی میں رہے گا۔ تا آنکہ وہ اس جھگڑے کو چھوڑ دیوے، اور جس نے کسی مسلمان کے خلاف ایسی بات کہی جو اس ........ میں نہیں ہے، تو ایسے لوگ ردغۃ الخبال میں مقید ہوں گے، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ردغۃ الخبال کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا اہل دوزخ کا نچوڑا ہوا خون اور پیپ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکام اور گواہوں۔ اور جھگڑنے والوں کا ذکر اسی لئے فرمایا ہے کہ یہی لوگ حکم کے اصل ارکان ہیں اور فیصلہ انہی کی منصفی پر ہوتا ہے۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے، اور سفارش وشفاعت کے بارے میں مہتم بالشان واقعہ اس عورت کا ہے، جو بنی مخزوم میں سے تھی۔ جس نے چوری کی تھی، کچھ لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، گفتگو کرنا چاہی تو لوگوں نے کہا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کون کریگا؟ گفتگو کی جرأت وہمت سوائے اسامہ بن زیدؓ کے کوئی نہیں کرسکتا، چنانچہ حضرت اسامہؓ نے یہ بات حضور نبویؐ میں پیش کی آپ نے فرمایا:۔

أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ؟ إِنَّمَا هَلَكَ بَنُوْا إِسْرَائِيْلَ لِأَنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ. وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ اَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ. وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا۔

کیا حدود الٰہی میں شفاعت وسفارش کرتے ہو؟ بنی اسرائیل اسی لئے ہلاک ہوئے ہیں کہ جب ان میں کوئی شریف آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے۔ جب کوئی ضعیف کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے، قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے۔ اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ کاٹ دیتا۔

یہ واقعہ بڑا عبرت انگیز، نصیحت خیز ہے۔ کیونکہ قریش میں اشرف ترین خاندان دو بطن دو خاندان ہی تھے، بنو مخزوم اور بنو عبد مناف۔ جب اس پر ہاتھ کاٹنا واجب ٹھہرا۔ اور ایسی چیز کے عوض کہ بعض علماء کے نزدیک عاریت لی گئی تھی۔ اور بعض کے نزدیک خاص چوری کی گئی تھی۔

Marfat.com

تو بدیگرچہ رسد۔ یہ قبیلہ سب سے بڑا قبیلہ تھا۔ سب سے زیادہ شریف۔ اور خاص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خادم اور دوست حضرت اسامہ بن زیدؓ نے سفارش کی تھی، ان پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خفا ہوئے۔ اس شفاعت و سفارش سے سخت برہم ہوتے اور کہا۔ تم ایک حرام و ناجائز بات لے کر آئے ہو۔ یہ حدود خداوندی کے بارے میں سفارش ہے۔ اور پھر آپ نے مثال میں سیدۃ النساء رب العالمین کی مثال پیش کی، کہ اگر یہ بھی چوری کرتیں تو میں اسکا ہاتھ کٹوا دیتا۔

روایت کی گئی ہے، جس عورت کا ہاتھ کاٹا گیا تھا۔ اس نے توبہ کی تھی۔ اور ہاتھ کٹنے کے بعد یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دیا کرتی تھی۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کی کوئی حاجت ہوتی پوری فرما دیا کرتے تھے۔

اور روایت کی گئی ہے:۔

إِنَّ السَّارِقَ إِذَا تَابَ سَبَقَتْهُ يَدُهُ إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنْ لَمْ يَتُبْ سَبَقَتْهُ يَدُهُ إِلَى النَّارِ۔

چور جب توبہ کرلیگا تو وہی ہاتھ جو کاٹا گیا ہے جنت میں داخل ہونے میں سبقت کریگا۔ اور اگر اس نے توبہ نہیں کی تو اس کا یہی ہاتھ دوزخ کی طرف سبقت کرے گا۔

اور امام مالکؒ نے اپنی مؤطا کے اندر روایت کی ہے۔ ایک جماعت نے ایک چور کو پکڑ لیا تاکہ اسے حضرت عثمانؓ تک پہونچائیں، راستہ میں حضرت زبیرؓ ملے، ان لوگوں نے درخواست کی کہ حضرت عثمانؓ سے آپ اس کی شفاعت و سفارش کردیں۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا "جب حدود کا معاملہ سلطان تک پہنچ جائے تو اللہ تعالٰے سفارش کرنے والے پر اور جس کے لئے سفارش کی جائے اس پر لعنت بھیجتا ہے"۔

حضرت صفوان بن امیہؓ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں سوئے ہوئے تھے۔ ایک چور آیا اور ان کی چادر لے کر چلتا بنا۔ حضرت صفوانؓ نے اسے پکڑ لیا۔ اور خدمت نبوی میں اسے پیش کیا۔ آپ نے مقدمہ سن کر چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ حضرت صفوانؓ نے کہا کیا میری چادر میں اس کا ہاتھ کاٹا جائیگا؟ میں اسے بخش دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا:۔

فَهَلَّا قَبْلَ أَنْ تَأْتِيَنِي بِهِ عَفَوْتَ عَنْهُ۔ ثُمَّ قَطَعَ يَدَهُ۔ (رواہ اہل السنن)

کیوں میرے پاس لانے سے پہلے اسے معاف نہیں کردیا؟ اسکے بعد آپنے اس کا ہاتھ کٹوا دیا۔

Marfat.com

جس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ اگر میرے پاس لانے سے پہلے تم معاف کر دیتے تو ایسا ہو سکتا تھا۔ جب میرے پاس لے آئے تو اب تعطیل حد کسی طرح بھی ممکن نہیں۔ نہ معاف کرنے سے ممکن ہے، نہ سفارش سے نہ بخشش سے۔ میرے علم کے مطابق علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ راہزن۔ ڈاکو، لٹیرے اور چور وغیرہ جب ولی الامر کے سامنے پیش کر دئے جائیں اور پھر ڈاکو۔ چور توبہ کرے تو حد ساقط نہیں ہو گی۔ بلکہ حد قائم رکھنا اور جاری کرنا واجب ولازم ہے۔ اگر ان لوگوں نے توبہ کی، اپنی توبہ میں سچے تھے۔ توبہ حد ان کے لئے کفارہ بن جائے گی۔ اور توبہ میں استقامت ان کی توبہ کو استوار اور مضبوط کر دے گی۔ اور یہ چیز حقدار کے حقوق پورا پورا قصاص وبدلہ۔ اور بدلہ کی قدرت پانے کے برابر ہے۔

اور خدا کے اس قول میں اس کی اصل موجود ہے:۔

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ مُّقِيْتًا ۝ (نساء ع ۱۱)

اور جو شخص نیک بات کی سفارش کرے اس نیک کام کے اجر میں سے اس کو بھی حصہ ملے گا اور جو بری بات کی سفارش کرے اس کے وبال میں وہ بھی شریک ہو گا۔ اور اللہ تعالے ہر چیز پر ضابط ہے۔

کیونکہ شفاعت کے معنی ہی طلب اعانت کے ہیں۔ شفیع اور شفع دو کو کہتے ہیں، اس کے مقابلہ میں وتر آتا ہے۔ تو شفیع اس وتر کے ساتھ ہو گیا تو گویا ایک تھا دو ہو گئے۔ پس اگر نیکی اور تقویٰ کی اعانت کرو گے تو یہ شفاعت حسنہ ہو گی۔ اگر اثم۔ گناہ اور عدوان کی شفاعت کرو گے تو یہ شفاعت سیہ ہو گی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ نیکی اور تقویٰ میں شفاعت اور سفارش کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ اور اثم وگناہ کی شفاعت وسفارش سے تمہیں روکا گیا ہے۔

پس اگر وہ اپنے عمل میں کاذب اور جھوٹے ہیں تو اللہ تعالے ان کے فریب دل کو پھولنے پھلنے نہیں دے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ۝ (سورۂ یوسف ع ۷)

اور یہ کہ خیانت کرنے والوں کی تدبیروں کو اللہ چلنے نہیں دیتا۔

اور اللہ تعالے کا ارشاد ہے:۔

اِنَّمَا جَزَآءُ الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (مائدہ ع ۵)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور فساد پھیلانے کی غرض سے ملک میں دوڑے دوڑے پھرتے ہیں ان کی سزا تو بس یہی ہے کہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کر دیئے جائیں یا ان کو سولی دے دی جائے یا ان کے ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کاٹ دیئے جائیں، یا ان کو دیس نکالا دیا جائے، یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی، اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے، مگر جو لوگ اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ توبہ کر لیں تو جانے رہو کہ اللہ معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں کو مستثنیٰ کر دیا ہے۔ جو قدرت پانے سے پہلے تائب ہو گئے ہیں۔ ولی الامر، حاکم کے پاس پہنچنے سے پہلے توبہ کر چکا ہو، وہی مستثنیٰ ہے فقط۔ جو قدرت کے بعد، اور حاکم کے سامنے پیش ہونے کے بعد توبہ کرے تو اس پر حد کا اجراء واجب اور ضروری ہے۔ اس پر حد جاری کی جائے گی۔ آیت کا عموم اور اس کا مفہوم اور علت جو خدا نے بیان کی ہے، اسی پر دلالت کرتی ہے۔ اور یہ اس وقت ہے جبکہ بینہ اور گواہ سے جرم ثابت ہو اور یا جب خود مجرم اپنے جرم کا اقرار کر لیوے، اور وہ آکر خود جرم و گناہ کا اقرار کر لیوے اور توبہ بھی کر لی ہے تو اس میں نزاع اور اختلاف ہے جو دوسرے مقام پر مذکور ہے۔ امام احمد بن حنبل کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ ایسی صورت میں حد جاری نہیں ہوگی۔ ہاں خود بخود حد کا طالب ہے تو اس پر حد جاری کی جائے گی۔ اور اگر وہ چلا گیا، اور حد جاری کرانا نہیں چاہتا تو حد اس پر جاری نہیں کی جائے گی۔ اور حضرت ماعز بن مالک کی حدیث اسی پر محمول ہے، جس وقت صحابہ نے رجم کے وقت کی ان کی کیفیت بیان کی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

هَلَّا تَرَكْتُمُوْهُ۔ کیوں ان کو تم نے چھوڑ نہیں دیا؟

اس کے علاوہ دیگر احادیث و آثار پائے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قدرت پانے سے پہلے، حاکم کے سامنے پیش ہونے سے پہلے توبہ کر چکا ہے تو اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔

اور سنن ابی داود۔ اور نسائی میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تَعَافُوا الْحُدُودَ فِيمَا بَيْنَكُمْ فَمَا بَلَغَنِي مِنْ حَدٍّ فَقَدْ وَجَبَ۔ (ابوداود۔ نسائی)

تم آپس میں ایک دوسرے کو معاف کر دیا کرو، کیونکہ جب میرے سامنے معاملہ پیش کر دیا جائیگا تو حد کا جاری کرنا واجب ہو جائے گا۔

اور سنن نسائی۔ اور ابن ماجہ کے اندر حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

حَدٌّ يُعْمَلُ بِهِ فِي الْأَرْضِ خَيْرٌ لِأَهْلِ الْأَرْضِ مِنْ أَنْ يُمْطَرُوا أَرْبَعِينَ صَبَاحًا۔

زمین پر حد جاری کرنا۔ چالیس دن برسات برسنے سے زمین والوں کے لئے بہتر ہے۔

اور یہ اس لئے کہ معاصی، کمی رزق، اور دشمن سے خوف کا سبب ہیں۔ جیسا کہ کتاب اللہ اور کتاب الرسولؐ اس پر دلالت کرتی ہیں۔ جب حدود کا اجرا و قیام ہوگا۔ اور طاعت الٰہی غالب اور ظاہر ہو جائے گی۔ تو معاصی خدا کی نافرمانی کم ہو جائے گی۔ اور جب معاصی اور گناہ کم ہو جائیں گے تو رزق بھی خوب ملے گا۔ اور خدا کی نصرت و امداد بھی نصیب ہوگی۔

اور زانی۔ چور اور شرابی۔ قاطع طریق، راہزن وغیرہ سے مال لے کر حد کو معطل کرنا کسی طرح جائز نہیں ہے، نہ بیت المال میں لینا جائز ہے۔ نہ کسی اور کے لئے لینا جائز ہے۔ اور جو مال بھی تعطیل حد۔ اور حد ساقط کرنے کے لئے لیا جائے گا۔ سُحت اور حرام ہوگا۔ اگر ولی الامر حاکم نے ایسا کیا تو اس نے دو خرابیاں جمع کر لیں۔ ایک تو یہ کہ اس نے حد ساقط کر دی، اور حرام مال لیا۔ دوسری یہ کہ اس نے واجب ترک کیا۔ اور حرام چیز کا مرتکب ہوا۔ اللہ تعالے کا ارشاد ہے۔

لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ۝ (مائدہ ع ۹)

ان کو ان کے مربی یعنی مشائخ۔ اور علمار جھوٹ بولنے اور مال حرام کے کھانے سے کیوں نہیں منع کرتے، البتہ بہت ہی بُری ہے وہ درگذر جو ان کے مشائخ اور علماء کرتے رہے ہیں۔

اور اللہ تعالے یہود کی کیفیت بیان فرماتا ہے۔

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ط (مائدہ ع ۶) — یہ لوگ جھوٹی باتوں کی کنسوئیاں لینے پھرتے ہیں اور مال حرام ڈکوسنے چلے جا رہے ہیں۔

کیونکہ یہود سحت حرام اور خبیث مال لیا کرتے تھے، رشوت کھاتے تھے، جس کا نام انھوں نے برطیل رکھا تھا۔ اور جیسے ہدیہ وغیرہ کہا کرتے تھے۔

جب ولی الامر۔ حاکم حرام مال لے گا تو ضرور وہ جھوٹی گواہی وغیرہ بھی لے گا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اَلرَّاشِیْ۔ وَالْمُرْتَشِیْ وَالرَّائِشُ الَّذِیْ بَیْنَهُمَا۔ (رواہ اہل السنن) — رشوت لینے والا، رشوت دینے والا، اور جو دونوں کے درمیان ذریعہ ہے سب برابر کے گنہگار ہیں۔

اور صحیح بخاری، اور صحیح مسلم کے اندر ہے دو آدمیوں نے اپنا مخاصمہ حضور نبویؐ میں پیش کیا، ان میں سے ایک نے کہا یا رسول اللہ ہمارا فیصلہ کتاب اللہ سے فرما دیجئے۔ دوسرا آدمی ذرا ہوشیار تھا اس نے بھی کہا ہاں یا رسول اللہ کتاب اللہ سے ہمارا فیصلہ فرما دیجئے۔ اور مجھے کچھ کہنے کی اجازت دیجئے۔ آپ نے فرمایا اچھا کہو۔ وہ بولا میرا لڑکا اس کے گھر پر اجرت سے کام کیا کرتا تھا، اور اس سے اس کی عورت کے ساتھ زنا ہو گیا ہے۔ اور اس کی جانب سے میں نے سو بکریاں فدیہ میں دے دی ہیں۔ اور ایک غلام بھی آزاد کر دیا ہے۔ میں نے علماء سے مسئلہ پوچھ کر ایسا کیا ہے آپ نے جواب دیا، تمہارے لڑکے کے لئے سو کوڑے اور ایک سال جلا وطنی ہے اور اس کی عورت کے لئے رجم کی حد جاری ہوگی۔ آپ نے فرمایا:۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَاَقْضِیَنَّ بَیْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ۔ اَلْمِائَةُ۔ وَالْخَادِمُ رَدٌّ عَلَیْكَ وَعَلٰی اِبْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِیْبُ عَامٍ۔ وَاغْدُ یَا اُنَیْسُ عَلٰی اِمْرَاَةِ هٰذَا فَاسْئَلْهَا۔ فَاِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا فَسَئَلَهَا فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا۔ — قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں کتاب اللہ سے تمہارا فیصلہ کروں گا سو بکریاں اور خادم تم واپس لے لو۔ تمہارے لڑکے کو سو کوڑے لگیں گے۔ اور ایک سال جلا وطن رہے گا۔ اے انیس تم صبح ہوتے ہی اس عورت کے پاس جاؤ اور پوچھو، اگر وہ گناہ کا اعتراف کرے تو تم اسے رجم کر دو۔ جب پوچھا گیا تو اس نے زنا کا اعتراف کر لیا۔ تو اسے رجم کر دیا گیا۔

غور کیجئے کہ مسلمانوں کو۔ مجاہدین اسلام کو، فقراء و مساکین کو مال مل رہا تھا آپ نے قبول

نہیں فرمایا۔ حد ساقط نہیں فرمائی۔ چنانچہ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ تعطیل حد۔ یعنی حد ساقط کرنے کے لیئے مال وغیرہ لینا جائز نہیں ہے۔ اور تمام مسلمانوں کا اسپر اجماع ہے کہ زانی۔ چور۔ شراب خوار۔ محارب اور قطاع الطریق۔ راہ زن۔ وغیرہ سے حد ساقط کرنے کے لئے جو مال لیا جائے وہ حرام اور خبیث ہے۔ اور عام طور پہ بے شمار لوگوں کے امور فاسد اور خراب ہی ہوا کرتے ہیں۔ مال اور جاہ کے ذریعہ حدود ساقط کرا دیتے ہیں۔ اور دیہات۔ قریے۔ شہر دیہاتی اعراب۔ ترکمان۔ کرد۔ فلاحین اور اہل ہوا و نفس۔ مثلاً قیس ویمن اور شہر کے رؤسا۔ امرار۔ بڑے بڑے اعیان فقرار وغربار ان کے سردار اور مقدم، عوام اور لشکروں کی خرابی کا موجب ہوتے ہیں۔ اور یہی چیز ولی الامر۔ حاکم کی عزت وحرمت بھی ختم کر دیتی ہے۔ دونوں سے اس کی عزت وحرمت محو ہو جاتی ہے۔ اور ولی الامر اور حاکم کی حکومت بھی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ جبکہ وہ رشوت لیتا ہے، اور رشوت لے کر حد ساقط کر دیتا ہے۔ جب ایک کی حد ساقط کر دی تو دوسروں پر حد جاری کرانا اس کے لئے دشوار ہو جاتا ہے، حد جاری کرنے میں اس کا دل اس کا ضمیر بالکل کمزور ہو جاتا ہے۔ اور پھر یہ ملعون یہودیوں کے قبیل سے ہو جاتا ہے جیسا کہ ایک اثر کے اندر ہے۔

| | |
|---|---|
| اِذَا دَخَلَتِ الرِّشْوَۃُ مِنَ الْبَابِ خَرَجَتْ اَمَانَۃٌ مِّنْ کُوَّۃٍ۔ | جب رشوت ایک دروازے سے داخل ہوتی ہے تو دوسرے راستے سے امانت چلی جاتی ہے۔ |

یہی حال اس مال کا ہے جو دولت وسلطنت باقی رکھنے کے لئے لیتے ہیں۔ جس کا نام ان لوگوں نے تادیبات رکھا ہے۔ یہ مال قطعاً حرام ہے، تم ان اعراب وبدو وگنوار مفسدوں کو دیکھو جب یہ اپنے لئے یا کچھ لوگوں کے لئے کچھ کر لیتے ہیں تو ولی الامر۔ حاکم کے یہاں کس شان سے پہنچتے ہیں۔ اور گھوڑے پیش کرتے ہیں۔ اس پیش کش کے بعد طمع لالچ اور فساد کا جذبہ کس قدر بڑھ جاتا ہے۔ ولایت وسلطنت اور حکومت کی حرمت وعزت کس طرح توڑ دیتے ہیں۔ اور رعایا کیسی خراب ہو جاتی ہے۔ یہی حال فلاحین کسانوں کا ہے۔ اسی طرح شراب نوش لوگوں کا ہے۔ جب کوئی شرابی پکڑا جاتا ہے اور کچھ مال پیسہ رشوت میں دے دیتا ہے تو وہ بھی کیسی کیسی اور کس کس قسم کی امیدیں قائم کر لیتا ہے شرابی کا یہ خیال ہوتا ہے کہ جب ہم پکڑے جائینگے کچھ دے دلا کر چھوٹ جائینگے پس جو مال ولی الامر (حاکم) لیتا ہے اس میں برکت نہیں ہوتی اور فساد بدستور قائم اور موجود رہتا ہے اسی طرح جب کوئی بڑا آدمی صاحب عزت وجاہ

کسی کی حمایت کرتا ہے۔ اور اس کو حد جاری کرنے سے بچالیتا ہے۔ مثلاً بعض فلاحین و کسان کسی جرم کا ارتکاب کرتے ہیں اور اس کے بعد نائب سلطان یا امیر کے پاس پہنچتے ہیں، اور اللہ اور رسول کے مقابلہ میں وہ مجرم کی حمایت و سفارش کرتے ہیں اور مجرم کو چھڑا لے جاتے ہیں یہ وہی سفارش و حمایت ہے جس پر اللہ اور اس کے رسول نے لعنت بھیجی ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم کے اندر حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ أَحْدَثَ حَدَثًا أَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا۔ فَكُلُّ مَنْ اٰوٰى مُحْدِثًا مِنْ هٰؤُلَاءِ الْمُحْدِثِيْنَ فَقَدْ لَعَنَهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ۔ | جس شخص نے کوئی بدعت ایجاد کی یا جو شخص گنہگار کو پناہ دے تو جو مجرم کو پناہ دے گا تو اللہ اور رسول کی اس پر لعنت ہوگی۔ |

اور یہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرما ہی چکے ہیں:۔

| | |
|---|---|
| مَنْ حَالَتْ شَفَاعَتُهُ دُوْنَ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ فَقَدْ ضَادَّ اللّٰهَ فِيْ حُكْمِهٖ۔ | جس کی شفاعت و سفارش حدود جاری کرنے میں آڑے آئی تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ خدا کا مقابلہ کرتا ہے۔ |

پس بتائیے کہ جن کے ہاتھ میں حدود کے اجراء و قیام کے اختیارات ہیں وہ ان مجرموں گنہگاروں سے معاوضہ لے کر چھوڑ دیں، اور ان کا جرم معاف کردیں کتنا بڑا فساد ہوگا؟ اور بڑا سے بڑا فساد تو یہ ہے کہ وہ معتدین، ظالموں کی حمایت کر رہا ہے۔ کسی کے جاہ و مرتبہ اور اثر و رسوخ کی وجہ سے حمایت کی جائے۔ یا مال اور رشوت لے کر دونوں برابر ہیں۔ اور پھر یہ کہ جو مال ان سے لیا جاتا ہے، بیت المال کا مال ہوتا ہے، یا والی کا۔ اور والی حاکم مخفی طور پر کبھی لیتا ہے اور کبھی علانیہ۔ اور ظاہر ہے کہ سب کا سب حرام مال ہے، اور اسکی حرمت پر سارے مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اور مثلاً خمر و شراب کی دوکانوں کی ضمانت وغیرہ کہ جو شخص بھی اس کی قدرت رکھتا ہے، اور اس کو جگہ دیتا ہے۔ یا دلواتا ہے۔ یا اس کی کسی قسم کی امداد و اعانت کرتا ہے، یا مال اور رشوت لے کر اسے اجازت دیتا ہے، سب کے سب مجرم ہیں۔ اور سب کے سب ایک ہی جنس کے لوگ ہوں گے۔ اور یہ مہر بغی زنا کی اجرت و معاوضہ کے برابر ہیں۔ کاہن اور کتے کی قیمت، اور حرام معاملہ کرانے والے

Marfat.com

قواد اور دلال کے مشابہ ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ثَمَنُ الْكَلْبِ خَبِيْثٌ ۔ وَمَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيْثٌ وَحُلْوَانُ الْكَاهِنِ خَبِيْثٌ ۔ (رواہ البخاری)

کتے کی قیمت خبیث اور ناپاک ہے، زنا کا معاوضہ لینا خبیث وناپاک ہے، اور اجرت کاہن خبیث وناپاک ہے۔

زنا کی اجرت ومعاوضہ۔ قحبہ عورتوں کی اجرت ومعاوضہ لینا قطعاً حرام ہے۔ اور یہی حکم ہے مخنث لڑکوں کا ہیجڑوں کا خواہ حر ہوں یا غلام اور ان کے ساتھ فجور کرنے والوں کا اور کاہن کا اور نجومیوں کا۔ ان حرام کاموں کے عوض مال لینا قطعاً حرام ہے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ جو ولی الامر، حاکم منکرات وجرائم کو رد کے گا نہیں۔ اور حدود کا اجراء نہیں کرے گا۔ اور مال لے کر چھوڑ دیگا۔ اس کا حال حرامیوں چوروں کے سردار کا سا ہوگا۔ اور یہ بمنزلہ فحش کام کرنے والوں کے دلال کے ہیں جو دو زانیوں کو باہم ملادیا کرتا ہے۔ اور ان سے مال لیا کرتا ہے اس کا حال وہی ہوگا جو لوط علیہ السلام کی بڑھیا عورت کا ہوگا۔ جو فاسق وفاجر لوگوں کو حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں کی خبر دیتی تھی جس کی شان میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَاَنْجَيْنَاهُ وَاَهْلَهٗ ۔ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِيْنَ ۝ (اعراف ع ۱۰)

پس ہم نے لوط کو۔ اور ان کے گھر والوں کو عذاب سے نجات دی مگر ایک ان کی بی بی کہ پیچھے رہ جانے والوں میں وہ بھی رہی۔

اور فرماتا ہے:۔

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ (ہود ع ۷)

تو تم اپنے اہل وعیال کو لیکر کچھ رات رہے سے نکل بھاگو۔ اور پھر تم میں سے کوئی مڑ کر بھی ادھر کو نہ دیکھے مگر تمہاری بی بی کہ وہ بے دیکھے رہنے کی نہیں۔ اور جو عذاب ان لوگوں پر نازل ہونے والا ہے وہ اس پر بھی ضرور نازل ہوگا۔

خدا نے اس بدترین بڑھیا کو جو دلالی کرتی تھی اسی عذاب میں مبتلا کیا۔ جو اس بدترین قوم خبیث وجرائم پیشہ لوگوں کو دیا۔ اور یہ اس لئے کہ یہ تمام کا تمام اثم وعدوان ہے، اور اس پر مال لینا اثم وعدوان کی اعانت وامداد ہے، اور ولی الامر اسی لئے قائم کیا گیا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض انجام دیوے، یہی ولایت وحکومت کا اصل مقصود ہے۔ ولی الامر حاکم

مال لے کر رشوت وصول کر کے کسی منکر کو پھلنے پھولنے دیگا۔ تو اصل مقصود کے خلاف اور اس کی ضد ہوگا۔ اور یہ اس کے مثل ہوگا کہ تم نے کسی کو دشمن کے خلاف لڑنے کو بھیجا۔ اور وہ تمہارے خلاف تمہارے دشمن کی اعانت وامداد کر رہا ہے۔ اور بمنزلہ اس مال کے ہوگا کہ تم نے کسی کو جہاد میں خرچ کرنے کو دیا۔ اور وہ اسے مسلمانوں کے قتل کرنے میں خرچ کر رہا ہے۔

اس کی مزید توضیح کے لئے یہ سمجھ لیجئے کہ بندوں کی اصلاح۔ فلاح وبہبود امر بالمعروف۔ اور نہی عن المنکر سے ہوتی ہے۔ اس لئے کہ بندوں کی معاش ومعاشرت اور اس کی فلاح وبہبود اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں ہے۔ اور یہ اسی وقت پوری ہوتی ہے جبکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا جائے۔ اسی امر بالمعروف، نہی عن المنکر سے یہ امت خیر الامم اور بہترین امت کہی گئی ہے۔ جو دنیا جہان کی اصلاح کے لئے کھڑی کی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران ع ۱۲)

لوگوں کی رہنمائی کے لئے جس قدر امتیں پیدا ہوئیں ان میں تم مسلمان سب سے بہتر ہو کہ اچھے کام کرنے کو کہتے اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہو۔

اور ارشاد ہے:۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران ع ۱۱)

اور تم میں ایک ایسا گروہ بھی ہونا چاہئے جو لوگوں کو نیک کاموں کی طرف بلائیں اور اچھے کام کرنے کو کہیں۔ اور بُرے کاموں سے منع کریں۔

اور خدا تعالیٰ بنی اسرائیل کی حالت بیان فرماتا ہے۔

كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوهُ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ○ (مائدہ ع ۱۱)

جو کام وہ کر بیٹھتے تھے اس سے باز نہیں آتے تھے۔ البتہ بہت ہی بُرے فعل تھے۔ جو وہ لوگ کیا کرتے تھے۔

اور فرماتا ہے۔

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنْجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ

توجب ان نافرمانوں نے وہ نصیحتیں جو ان کو کی گئی تھیں بھلا دیں تو جو لوگ بُرے کاموں سے منع کرتے تھے ان کو ہم نے بچا لیا۔ اور جو

Marfat.com

بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ○ (اعراف ع ۲۱)
شرارت کرتے رہے ان کی نافرمانیوں کی پاداش میں ہم نے ان کو سخت عذاب میں مبتلا کر دیا۔

اس آیت میں خدا نے خبر دی ہے کہ جب خدا کا عذاب اتر چکا تو خدا نے ان لوگوں کو نجات دی جو گناہوں سے بچتے رہے، اور بد عمل ظالموں کو سخت ترین عذاب میں مبتلا کر دیا۔

اور حضرت ثابتؓ سے مروی ہے، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے منبر نبوی پہ کھڑے ہو کر خطبہ دیا اثناء خطبہ میں فرمایا۔ مسلمانو! تم اس آیت کو پڑھتے ہو۔ اور غیر جگہ استعمال کرتے ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ (مائدہ ع ۱۴)
مسلمانو! تم اپنی خبر رکھو۔ جب تم راہ راست پہ ہو تو کوئی بھی گمراہ ہوا کرے تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

حال یہ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے:۔

اَنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوُا لْمُنْكَرَ فَلَمْ يُغَيِّرُوا ۔ اَوْشَكَ اَنْ يَعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ مِنْهُ ۔
جب لوگ منکر۔ ناجائز کام کو دیکھیں اور اس کی اصلاح نہ کریں تو قریب ہے۔ ان پر عذاب الٰہی عام ہو جائے۔

اور ایک دوسری حدیث کے اندر ہے۔

اِنَّ الْمَعْصِيَةَ اِذَا اُخْفِيَتْ لَمْ تَضُرَّ اِلَّا صَاحِبَهَا وَلٰكِنْ اِذَا ظَهَرَتْ فَلَمْ تُنْكَرْ ضَرَّتِ الْعَامَّةَ ۔
معصیت و گناہ مخفی طور پر کیا جائے تو معصیت و گناہ کرنے والے ہی کو ضرر پہونچتا ہے لیکن جب کھلی طور پہ کیا اور اس کی اصلاح نہ کریں تو عام لوگوں کو ضرر ہوتا ہے۔

اور اسی قسم کو ہم نے حدود الٰہی۔ اور حقوق اللہ کے اندر پیش کیا ہے۔ جس کا بڑا سے بڑا مقصود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔

اور امر بالمعروف مثلاً صلوٰۃ و نماز۔ زکوٰۃ۔ روزے۔ حج۔ صدق و امانت۔ والدین کے ساتھ نیکی اور بھلائی۔ صلہ رحمی۔ اہل و عیال، اور پڑوسیوں سے حسن معاشرت وغیرہ۔ پس ولی الامر۔ حاکم کا فرض ہے کہ جن پر قدرت رکھتا ہے فرض نماز کا حکم کرے۔ اور تارک نماز کو عقاب و عذاب دیوے۔ اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اگر تارک نماز ایک متمرد و سرکش گروہ ہے تو ان کے خلاف جہاد کرے، اس پر بھی مسلمانوں کا اجماع ہے۔

اسی طرح زکوٰۃ اور روزے ترک کرنے والوں کے خلاف بھی جہاد کیا جائے۔ یہی حکم ہے ان محرمات کا جن پر اجماع ہے۔ ان محرمات کو حلال جاننے والوں کے خلاف بھی جہاد کیا جائے مثلاً محارم سے نکاح کرنا۔ زمین خداوندی پر فساد پھیلانا وغیرہ۔ ان کے خلاف جہاد فرض ہے، ہر مضبوط اور سخت گروہ اگر التزام شریعت اور شرائع اسلام جو ظاہر اور متواتر ہیں۔ ان کا انکار کرے تو ان کے خلاف جہاد کرنا فرض ہے۔ تا آنکہ تمام دین اللہ تعالےٰ کا دین ہو جائے۔ اس مسئلہ پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

اگر تارک نماز ایک شخص ہے تو اس کے متعلق کہا گیا ہے۔ اسے سزا دی جائے مار ماری جائے۔ قید و حبس میں رکھا جائے۔ تا آنکہ وہ نماز کا پابند ہو جائے۔ اور جمہور علماء اس پر ہیں کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ اور اُسے قتل کرنا واجب ہے جبکہ وہ نماز ترک کرنے پر اڑ جائے۔ پہلے اسے کہا جائے۔ کہ توبہ کرو۔ اگر وہ توبہ کر لیوے اور نماز پڑھنے لگے تو فبہا وگرنہ قتل کر دیا جائے۔ اب اس کے بارے میں یہ فیصلہ باقی ہے کہ آیا یہ کافر ہو گیا اس لئے قتل کر دیا جائے۔ یا فاسق ہے اس لئے؟ دو قول ہیں۔ اور سلف کی اکثریت اس پر ہے کہ وہ کافر ہو گیا اس لئے قتل کر دیا جائے۔ اور یہ اس وقت ہے جبکہ وجوب کا اقرار کرتا ہو۔ لیکن جب وجوب ہی کا انکار کرے تو تمام مسلمان اس پر متفق ہیں کہ وہ اس انکار کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے۔ یہی حال تمام واجبات۔ اور محرمات کا ہے۔ جن کے خلاف اقدام کرنے پر اسے قتل کرنا واجب ہوگا۔ کیونکہ ترک واجبات اور فعل محرمات کی عقوبت و سزا جہاد فی سبیل اللہ کا اصل مقصود ہے۔ اور یہ جہاد امت مسلمہ پر بالاتفاق واجب ہے۔ جیسا کہ کتاب اللہ اور کتاب الرسول اس پر دلالت کرتی ہیں۔ اور یہ جہاد بندوں کا بہترین عمل ہوگا۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے درخواست کی کہ:-

| | |
|---|---|
| يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ يَعْدِلُ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ لَا تَسْتَطِيْعُهٗ اَوْلَا تُطِيْقُهٗ قَالَ اَخْبِرْنِيْ بِهٖ ـ قَالَ تَسْتَطِيْعُ اِذَا خَرَجَ الْمُجَاهِدُ اَنْ تَصُوْمَ وَلَا تُفْطِرَ وَتَقُوْمَ وَلَا تَفْتُرَ ـ | یارسول اللہ مجھے ایسا عمل بتلایئے جو جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہو۔ آپ نے فرمایا تم ایسے عمل کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس نے کہا مجھے بتلا تو دیجئے۔ آپ نے فرمایا کیا تم یہ طاقت رکھتے ہو کہ مجاہد جہاد کے لئے نکلے اس وقت سے تم روزہ رکھو اور |

قَالَ وَمَنْ يَسْتَطِيعُ ذَالِكَ فَذَا لَّذِيْ يَعْدِلُ الْجِهَادَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

کبھی ناغہ نہ کرو۔ اور رات بھر نماز پڑھو اور کبھی نہ چھوڑو۔ پھر فرمایا اس کی طاقت کون رکھتا ہے؟ پھر فرمایا یہ عمل جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہو سکتا ہے۔

اور آپ نے فرمایا ہے:۔

اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَمِأَةَ دَرَجَةً بَيْنَ الدَّرَجَةِ إِلَى الدَّرَجَةِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَعَدَّ اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِي سَبِيْلِهِ۔

جنت میں سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں میں آسمان و زمین کا فاصلہ ہے، اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے تیار رکھے ہیں۔

(یہ ہر دو حدیثیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہیں)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ۔ وَعَمُوْدُهُ الصَّلٰوةُ وَذُرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

اسلام راس الامر ہے۔ اور اس کا عمود و ستون نماز ہے۔ اور تمام سے افضل و برتر...... جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

اور اللہ تعالے کا ارشاد ہے:۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أُولٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُوْنَ ۝

(حجرات ع ۲)

پس سچے مسلمان تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ پھر کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کیا۔ اور اللہ کی راہ میں اپنے جان و مال سے جہاد کرتے رہے۔ حقیقت میں یہی سچے مسلمان ہیں۔

اور اللہ تعالے کا ارشاد ہے:۔

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوُوْنَ عِنْدَ اللّٰهِ۔

کیا تم لوگوں نے حاجیوں کے پانی پلانے اور حرمت والی مسجد آباد رکھنے کو اس شخص جیسا سمجھ لیا جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لاتا۔ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے، اللہ کے نزدیک تو یہ لوگ

Marfat.com

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○
اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ
اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ
بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ
فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا
اَبَدًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○

(توبہ ع ۳)

برابر نہیں۔ اور اللہ ظالم لوگوں کو راہ راست نہیں دکھایا کرتا جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اپنے جان و مال سے اللہ کے رستے میں جہاد کئے یہ لوگ اللہ کے ہاں درجے میں کہیں بڑھ کر ہیں۔ اور یہی ہیں جو منزل مقصود کو پہنچنے والے ہیں۔ انکا پروردگار ان کو اپنی مہربانی اور رضامندی، اور باغوں میں رہنے کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کو دائمی آسائش ملے گی۔ ان باغوں میں سدا کو رہیں گے، بیشک اللہ کے ہاں ثواب کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

Marfat.com

# گیارھویں فصل کے مضامین

قطاع الطریق۔ یعنی راہ زنوں۔ ڈاکوؤں۔ لٹیروں کی عقوبت وسزا۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کسی کو جہاد کے لیے بھیجتے تو نصیحت فرماتے کہ کافروں کو قتل کرو۔ لیکن غلو نہ کرنا۔ اپنا وعدہ اور عہد پورا کرنا۔ ناک کان وغیرہ کاٹ کر مثلہ نہ کرنا۔ چھوٹے بچوں کو قتل نہ کرنا۔ جو اپنے اپنے گھروں میں اسلحہ اور ہتھیار لے کر بیٹھے ہوں ان کو قتل نہ کرنا۔ اگر کافر مسلمانوں کو مثلہ کریں تو مسلمانوں کو اجازت ہے کہ وہ بھی ایسا کریں۔ لیکن نہ کرنا بہتر ہے۔

محارب۔ قطاع الطریق۔ راہزن۔ ڈاکو جو راستوں وغیرہ میں مسافروں۔ راہ چلتوں کو لوٹا کرتے ہیں۔ اور ان کا مال چھینا کرتے ہیں۔ اب وہ اعراب وبدو دیہاتی ہوں یا ترکمان۔ فلاحین کسان یا بدمعاش لشکری یا نوجوان شہری ہوں یا کوئی ہوں۔ ان کی عقوبت وسزا۔ ان قطاع الطریق۔ راہزنوں۔ ڈاکوؤں لٹیروں کے متعلق خدا فرماتا ہے۔

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا۔ أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ (۰مائدہ ع ۵)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور فساد کی غرض سے ملک میں دوڑے دوڑے پھرتے ہیں۔ ان کی سزا تو بس یہی ہے کہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کر دیے جائیں یا ان کو سولی دی جائے۔ یا انکے ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کاٹ ڈالے جائیں یا ان کو دیس نکالا دیا جائے یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں انکے لئے بڑا عذاب تیار ہے۔

امام شافعی رح اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رض سے قطاع الطریق۔ ڈاکوؤں، راہزنوں، لٹیروں کے متعلق فرماتے ہیں:۔

إِذَا قَتَلُوا وَأَخَذُوا الْمَالَ قُتِلُوا وَصُلِّبُوا وَإِذَا قَتَلُوا وَلَمْ يَأْخُذُوا الْمَالَ قُتِلُوا وَلَمْ يُصَلَّبُوا۔ وَإِذَا

جب وہ قتل کریں اور مال ومتاع لوٹ لیویں تو انہیں قتل کیا جائے اور سولی چڑھا دیا جائے اور جب وہ قتل کریں اور مال ومتاع نہیں لوٹا

Marfat.com

أَخَذُوا الْمَالَ وَلَمْ يُقْتَلُوا قُطِعَتْ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ وَإِذَا أَخَافُوا السَّبِيلَ وَلَمْ يَأْخُذُوا الْمَالَ نُفُوا مِنَ الْأَرْضِ ۔

تو انھیں قتل کیا جائے، اور سولی پر نہ چڑھایا جائے۔ اور جب مال لوٹ لیں اور قتل نہ کریں تو ان کے ہاتھ اور پاؤں، ایک ہاتھ، اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں، اور جب یہ لوگ مال و متاع نہیں لوٹتے اور صرف ڈراتے ہیں تو انھیں جلاوطن کر دیا جائے۔

یہی قول اکثر علماء کا ہے، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بھی یہی کہتے ہیں۔ اور یہی قول امام ابو حنیفہؒ کے قول کے قریب قریب ہے۔

اور انہیں لوگوں میں بعض ایسے بھی ہوں گے جن کے متعلق امام و امیر کو اجتہاد اور غور کرنا ہوگا۔ قتل کرنے اور نہ کرنے کی مصلحت سامنے رکھنی ہوگی۔ اگر رئیس و سردار، پیشوائے مطاع ہے تو اسے قتل نہ کیا جائے۔ دوسروں کو مصلحت دیکھ کر قتل کرا دیوے۔

اگر انہوں نے مال نہیں لوٹا۔ لیکن وہ شجاع اور بہادر اور قوی ہے۔ اور قوت وطاقت سے مال لے سکتا ہے۔ اس کا بھی یہی حکم ہے۔

بعض کا قول ہے اگر اس نے مال لوٹا ہے تو اسے قتل کر دیا جائے، اور اس کے ہاتھ کاٹے جائیں اور سولی پر لٹکا دیا جائے۔ پہلا قول اکثر علماء کا ہے۔

جو محارب ہیں اور انہوں نے قتل بھی کیا ہے، تو امام و امیر، اور حاکم ان پر حد جاری کرے، اور انہیں قتل کرا دیوے ایسے لوگوں کو معاف اور درگذر کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ اور کسی حال میں جائز نہیں ہے۔ ابن المنذرؒ کہتے ہیں اس پر علماء کا اجماع ہے۔ مقتول کے ورثہ پر اس کا دارو مدار نہیں ہوگا۔ بخلاف اس کے کہ کسی آدمی نے کسی باہمی عداوت و خصومت کی وجہ سے یا کسی اور وجہ خاص۔ اور اسباب کی وجہ سے قتل کیا ہے تو مقتول کے اولیاء اور ورثہ کو اختیار دے دیا جائے یہ چاہیں اسے قتل کر دیں چاہیں معاف کر دیں۔ اور چاہیں دیت و خونبہا لیویں۔ کیونکہ غرض خاص اور وجہ مخصوص کی بنا پر قتل کیا گیا ہے۔

محارب سب کے سب قتل کر دئے جائیں، کیونکہ انھوں نے مال لوٹا ہے اور ان کا ضرر و نقصان عام ہے۔ بمنزلہ چوروں کے ہیں۔ اور انہیں قتل کرنا حد کی بنا پر ہوگا۔ اور یہ مسئلہ تمام فقہاء کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

اگر مقتول کفو میں قاتل کے برابر نہیں ہے مثلاً قاتل حُر و آزاد ہے اور مقتول غلام ہے

یا قاتل مسلمان ہے۔ اور مقتول غیر مسلم ذمی یا مستامن ہے تو فقہار کا اس میں اختلاف ہے کہ محارب ہونے کی وجہ سے قتل کیا جائے۔ اور قوی قول یہی ہے کہ قتل کر دیا جائے کیونکہ فساد عام کے اعتبار سے بر بنائے حد قتل کیا جائے گا۔ جس طرح کہ لوگوں کا مال لینے کی وجہ سے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں۔ اور لوگوں کے حقوق کی بنا پر حبس و قید رکھا جاتا ہے۔

اگر محارب حرامی اور چوروں کی ایک جماعت ہے۔ اور ان میں سے ایک قتل کا مرتکب ہے اور دوسرے اس کے معاون و مددگار ہیں۔ تو کہا گیا ہے جو شخص قتل کا مرتکب ہے اسے قتل کیا جائے۔ فقط۔

اور جمہور علمار کا قول ہے کہ سب کو قتل کر دیا جائے، اگرچہ ان کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہو۔ خلفار راشدین سے یہی ماثور ہے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے محارب لوگوں کے اس نگران کو جو بلند مقام پر بیٹھ کر مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لیا کرتا تھا، اور کافروں کو اطلاع دیا کرتا تھا کہ کون آیا اور کون گیا قتل کرا دیا تھا۔ اس لئے کہ قتل کرنے والا ان کی معونت و امداد سے قتل کرنے پر قادر ہوتا ہے۔ اور ان کی اعانت و امداد سے ظفریاب اور متمتع ہوتا ہے۔ اور اس لئے ثواب و عقاب میں سب کے سب مشترک ہونگے، جیسے کہ مجاہدین ثواب اور مال میں سب مشترک ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

اَلْمُسْلِمُوْنَ تَتَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ وَيَسْعٰى بِذِمَّتِهِمْ اَدْنَاهُمْ وَهُمْ يَدٌ عَلٰى سِوَاهُمْ وَيَرُدُّ مُتَسَرِّيْهِمْ عَلٰى قَاعِدِهِمْ۔

مسلمانوں کے خون تمام برابر ہیں۔ اور ادنے آدمی کا ذمہ بھی پورا کیا جائیگا۔ اغیار کے مقابلہ میں تمام ایک ہاتھ کی مانند ہیں۔ اور مسلمان سریہ بھیجیں تو اس سریہ میں مال بھیجنے والے بیٹھنے والوں کے برابر ہیں۔

یعنی جب مسلمانوں کا لشکر چند آدمیوں کو بطور سریہ بھیجیں اور اس سریہ نے مال غنیمت حاصل کیا تو اس میں مسلمانوں کا لشکر بھی شریک رہے گا۔ کیونکہ اسی کے بل پر یہ غالب رہے ہیں۔ اور انہی کی قوت و تمکنت سے قدرت پائی ہے۔ ہاں کچھ نفل یعنی زائد دیا جائے۔ یہ دوسری بات ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نفل اور زائد سریہ کو دیا ہے۔ ابتدار میں خمس کے بعد ایک ربع دیا تھا۔ جب لوگ وطن واپس لوٹے اور وطن سے سریہ بھیجا تو خمس کے بعد ایک ثلث یعنی ایک تہائی حصہ دیا تھا۔

Marfat.com

اسی طرح اگر فوج و لشکر مال غنیمت حاصل کرے تو سریہ کو شریک کر لیا جائے کیونکہ سریہ مسلمانوں کی فوجی لشکری مصلحتوں کی وجہ سے بھیجا گیا ہے۔ جس طرح کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں حضرت طلحہ رضؓ۔ اور حضرت زبیر رضؓ کو دیا تھا۔ اس لئے کہ لشکر اسلام اور مسلمانوں کی فوجی مصلحت کی وجہ سے یہ بھیجے گئے تھے۔ تو اس گروہ کے اعوان و انصار معاون و مددگار وہی فائدہ اٹھائیں گے جو لوگ اٹھاتے ہیں۔ جو ان کے لئے ہوگا ان کے لئے بھی ہوگا اور جو ان پر ہوگا وہ ان پر ہوگا۔

یہی حال ان لوگوں کا ہے جو باطل پر لڑ مرے اور بلا تاویل کے قتل ہوئے۔ مثلاً عصبیت قبائلی یا ادعار جاہلیت کی بنا پر باہم لڑے اور قتل ہوئے۔ جیسے کہ قبیلہ قیس۔ اور قبیلہ یمن وغیرہ دونوں کے دونوں ان میں سے ظالم تھے جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

| | |
|---|---|
| إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا | جب دو مسلمان باہم تلواریں سونت |
| فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ كِلَاهُمَا فِي النَّارِ | لیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ |

(اخرجاہ فی الصحیحین)

ان میں سے ہر گروہ دوسرے گروہ کی جان و مال تلف کرنا چاہتا تھا۔ گو قاتل اور مقتول نہیں جانتے تھے کہ کون مرتا ہے اور کون مارتا ہے۔ ہر طائفہ، ہر گروہ اپنی مدافعت کرتا تھا۔ اور دوسرے کو مارتا تھا۔

لیکن اگر صرف مال لوٹ لیا ہے قتل نہیں کیا۔ جیسا کہ اکثر اعراب کا دستور ہے۔ تو اس صورت میں ہر ایک کا داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جائے گا۔ اکثر اہل علم کا یہی قول ہے، مثلاً امام ابو حنیفہ رح امام شافعی رح امام احمد رح وغیرہ کا یہی قول ہے۔ اور یہ خدا کا فرمان ہے۔

| | |
|---|---|
| أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ | یا ان کے ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے |
| مِنْ خِلَافٍ (مائدہ ع ۵) | کاٹ دئے جائیں۔ |

ہاتھ کاٹا جائے جس سے وہ پکڑتے اور چھینتے تھے۔ اور پاؤں کاٹا جائے جس سے یہ چلتے تھے ہاتھ پاؤں کاٹنے کے بعد کھولتے ہوئے زیتون کے تیل میں داغ دیے جائیں۔ تاکہ خون بند ہو جائے۔ اور اس کی جان تلف نہ ہو۔ چوروں کے ہاتھ کاٹے جائیں ان کا بھی یہی طریقہ ہے۔

اور یہ عمل یعنی ہاتھ پاؤں کاٹنا ایسا عمل ہے کہ قتل سے زیادہ موجب زجر و توبیخ ہوا

---

لہ خون بند کرنے کے آجکل مختلف طریقے ہیں۔ اس زمانے میں زیتون کے تیل میں داغ دیتے جاتے تھے۔

Marfat.com

کرتا ہے۔ کیونکہ اعراب و فساق۔ لشکری غیر لشکری (اور آبادیوں میں رہنے والے) ہمیشہ کٹے ہوئے ہاتھ اور پاؤں دیکھا کرتے ہیں اور باہم مذاکرہ کرتے رہتے ہیں کہ فلاں جرم کے عوض انہیں یہ سزا ملی ہے۔ اور اس سے ڈرتے رہتے ہیں[1]۔ بخلاف قتل کے کہ اکثر اسے بھول جایا کرتے ہیں۔ اور اسی لئے بعض لوگ ہاتھ پاؤں کاٹنے کے مقابلہ میں قتل ہونے اور مرنے کو پسند کرتے ہیں۔ یقیناً چوروں وغیرہ کے لئے یہ سزا نہایت عبرت آموز ہے۔

اور اگر یہ لوگ اسلحہ نکال لیں۔ مگر کسی کو گزند نہیں پہنچائی۔ اور نہ مال وغیرہ لوٹا ہے۔ اور پھر تلواریں نیام میں کرلیں یا بھاگ گئے۔ یا لوٹ مار اور جنگ چھوڑ دی تو ایسے لوگوں کو جلا وطن کر دیا جائے۔ کہا گیا ہے جلا وطن کرنے کے معنی یہ ہیں کہ کسی ایک شہر اور آبادی میں اجتماعی حیثیت سے انہیں نہ رہنے دیا جائے۔ بعض کہتے ہیں انہیں حبس و قید میں رکھا جائے، یہی ان کے لئے جلا وطنی ہے، بعض کہتے ہیں جلا وطن کرنے کے معنی یہ ہیں کہ امام و امیر اور حاکم جس بات کو قوم کے حق میں اصلح سمجھے وہ کرے، خواہ جلا وطن کرے۔ یا حبس و قید میں رکھے یا جو طریقہ بھی مناسب ہو معلوم کرے۔

اور شرعی قتل یہ ہے کہ تلوار یا کسی دوسری تیز چیز سے انسان کی گردن کاٹ دی جائے۔ کیونکہ قتل کا آسان ترین طریقہ یہی ہے۔ خدا نے آدمی۔ بہائم اور چوپایوں کو اسی طرح قتل کرنا مشروع فرمایا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ الْاِحْسَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوا الْقِتْلَۃَ وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذِّبْحَۃَ۔ وَلْیُحِدَّ اَحَدُکُمْ شَفْرَتَہٗ وَلْیُرِحْ ذَبِیْحَتَہٗ۔ (رواہ مسلم) | خدا نے ہر چیز پر احسان کرنا فرض کیا ہے جب تم کسی کو قتل کرو تو اچھے طریقے پر قتل کرو جب کسی جانور کو ذبح کرو تو اچھے طریقے پر ذبح کرو۔ اپنی چھری تیز کر لیا کرو اور ذبیحہ کو جلد سے جلد راحت پہنچاؤ۔ |

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

| | |
|---|---|
| اِنَّ اَعَفَّ النَّاسِ قِتْلَۃً اَھْلُ الْاِیْمَانِ۔ | اہل ایمان قتل کرنے میں سب سے زیادہ باعافیت ہوتے ہیں۔ |

[1] وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ یّٰاُولِی الْاَلْبَابِ۔

Marfat.com

سولی دینے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان کو اونچی جگہ لٹکا دیا جائے تاکہ لوگ اسے دیکھیں اور مشتہر ہو جائے۔ جمہور علماء کے نزدیک یہ قتل کرنے کے بعد ہوا کرتا ہے۔ اور بعض علماء کا قول ہے پہلے سولی پر لٹکا دیا جائے اور پھر قتل کر دیا جائے۔

بعض علماء نے تلوار کے علاوہ دوسرے طریقوں سے بھی قتل کو جائز رکھا ہے یہاں تک کہتے ہیں کہ کسی اونچی جگہ ایسے لوگوں کو رکھا جائے۔ تاکہ اپنی ناکیں رگڑ رگڑ کر بلا قتل کے وہ مرجائیں۔

اور جو لوگ قتل کیے جائیں تو انھیں مثلہ کرنا یعنی ناک، کان وغیرہ کاٹنا قطعاً جائز نہیں ہے۔ ہاں قصاص و بدلہ کی صورت میں جائز ہے۔ چنانچہ حضرت عمران بن حصین رض کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب کبھی ہم کو خطبہ دیا تو صدقہ و خیرات کا حکم فرمایا۔ اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا۔ یہاں تک کہ کفار کو ہم قتل کریں تو ان کو بھی مثلہ کرنے سے ہم کو منع فرمایا ہے۔ قتل کے بعد ان کو مثلہ نہیں کیا کرتے تھے۔ ان کے ناک اور کان نہیں کاٹتے تھے۔ اور نہ ہی ان کے پیٹ چیرا کرتے تھے۔ ہاں اگر مسلمانوں کے ساتھ انہوں نے ایسا کیا تو ہم بھی ایسا کرتے تھے۔ لیکن پھر بھی چھوڑ دینا بہتر سمجھتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالے کا ارشاد ہے

| | |
|---|---|
| وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ ۖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ۝ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ ۔ (نحل ع ۱۶) | مسلمانو! مخالفین کے ساتھ سختی بھی کرو تو ویسی ہی سختی کرو جیسی تمہارے ساتھ کی گئی ہو۔ اور اگر صبر کرو تو بہرحال صبر کرنے والوں کے حق میں صبر بہتر ہے، اور اے پیغمبر تم صبر کرو اور خدا کی توفیق کے بدوں تم صبر کر ہی نہیں سکتے۔ |

کہا گیا ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی ہے جب حضرت حمزہ رض اور شہداء اُحد کے ساتھ کفار نے ایسا کیا۔ ان کو مثلہ کیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انتہائی رنج کے مارے کہا۔

| | |
|---|---|
| لَئِنْ أَظْفَرَنِيَ اللَّهُ بِهِمْ لَأُمَثِّلَنَّ بِضِعْفَيْ مَا مَثَّلُوا بِنَا۔ | اگر اللہ نے مجھے ظفریاب کیا تو میں ان میں سے دگنے آدمیوں کو مثلہ کروں گا جیسا کہ انہوں نے ہمارے ساتھ کیا ہے۔ |

تو اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی۔ گو اس سے پہلے مکہ معظمہ میں یہ آیت نازل ہو چکی تھی جس طرح کہ یہ آیت دوبارہ نازل ہوئی ہے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ط قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ ط (بنی اسرائیل ع ۱۰)
اے پیغمبر! تم سے روح کی حقیقت دریافت کرتے ہیں تو کہہ دو کہ روح میرے پروردگار کا ایک حکم ہے۔

اور یہ آیت۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ط اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ط (ہود ع ۱۰)
اے پیغمبر! دن کے دونوں سرے صبح و شام اور اوائل شب نماز پڑھا کرو بیشک نیکیاں گناہوں کو دُور کر دیتی ہیں۔

وغیرہ آیتیں دوبارہ نازل ہوتی ہیں۔ پہلے مکہ میں نازل ہو چکی تھیں۔ پھر ضرورت پیش آئی تو پھر نازل کی گئیں۔

غرض! آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد فرمایا:۔

بَلْ نَصْبِرُ! [1]
بلکہ ہم صبر کریں گے!

اور صحیح مسلم کے اندر حضرت بردۃ بن الحصیبؓ سے مروی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] یہی وہ آپ کے اخلاق کریمانہ تھے جس نے عرب جیسے ملک کو اسلام کا گرویدہ بنا لیا تھا۔ اور یہی اخلاق و کردار تھے جس نے ساری دنیا کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ اور نصف صدی کے اندر اندر نصف دنیا کو اسلام کی گود میں لا کر بٹھا دیا تھا۔ نصف صدی میں نصف کرۂ زمین پر اپنا قبضہ جما لیا تھا۔

عرب ایک ایسا ملک تھا جہاں قبائلی عصبیت، قبائلی تعصب، ساری دنیا سے زیادہ تھا۔ ہر قبیلہ کا معبود جدا گانہ تھا۔ اپنے اپنے قبیلہ کی قومیت و عصبیت ایسی تھی کہ قبیلہ اور قوم کے مقابلہ میں عدل و انصاف۔ بلکہ انسانیت بھی کوئی چیز نہیں تھی۔ قبیلہ کا آدمی کیسا ہی جرم کرے دوسرے قبیلہ کے مقابلہ میں جرم نہیں تھا۔ نہ اس جرم کی کوئی سزا تھی۔ اور اسی لئے ایران و روم کی بڑی بڑی سلطنتیں بھی اپنا اقتدار اس ملک پر قائم نہ کر سکیں۔ کبھی ایک حکومت میں رہیں کبھی دوسری حکومت کے ماتحت رہیں۔ اور یہ وابستگی بھی برائے نام ہوا کرتی تھی۔ قبائل باہم متفق نہیں ہو سکتے تھے، کہ متفق ہو کر اپنا سلطان اپنے میں سے بنا لیں۔ اور سلطان کی نگرانی میں قبائلی تنظیم کریں اور حقیقت یہ ہے کہ قبائلی عصبیت نے انہیں متفق ہونے کا موقع ہی نہیں دیا۔ قبائلی عصبیت ایسی خطرناک تھی کہ خود قرآن حکیم پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہتا ہے:۔

لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ
اگر تم روئے زمین کے سارے خزانے بھی خرچ کر ڈالتے تو بھی ان کے دلوں میں الفت نہ پیدا کر سکتے مگر وہ تو اللہ ہی تھا (پارہ ۱۰ ع ۵)

Marfat.com

جب کبھی کسی کو امیر سریہ یا امیر لشکر بنا کر بھیجتے تو اسے اور اس کے ساتھیوں کو خاص نصیحت فرماتے اور تقویٰ و پرہیزگاری کی ہدایت فرماتے اور پھر فرماتے۔

اُغْزُوْا بِسْمِ اللّٰهِ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ. قَاتِلُوْا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ لَا تَغُلُّوْا وَلَا تَغْدِرُوْا. وَلَا تُمَثِّلُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِیْدًا. (رواہ مسلم)

اللہ کا نام لیکر جہاد کرو۔ اور خدا کی راہ میں لڑو اور جو لوگ کفر کرتے ہیں ان کو قتل کرو۔ غلوت کرو اور غدر نہ کرو۔ اور مثلہ نہ کرو۔ اور چھوٹے بچوں کو قتل نہ کرو۔

(بقیہ ص۱۷۸) بَيْنَهُمْ ط اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (انفال)

جس نے ان لوگوں میں الفت پیدا کر دی۔ بے شک وہ زبردست اور صاحب تدبیر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ساری دنیا سے زیادہ خطرناک عصبیت یہاں کام کر رہی تھی۔ اور یہی عصبیت تھی جس کی وجہ سے روم و عجم جیسی حکومتوں میں کبھی مدغم نہیں ہوئیں۔ اگر مدغم ہوئیں تو برائے نام۔ اقتدار کلی کسی کا قائم نہ ہوسکا۔ نہ ہی اپنی کوئی زبردست و طاقتور حکومت قائم کر سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بچپن ہی سے لوگوں میں امین مشہور تھے۔ اور آپ کے امین ہونے پر تمام متفق تھے، بلا لومتہ لائم سب کے ساتھ ایک سا سلوک تھا۔ جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو آپ کو خلافت کبریٰ خدا کی جانب سے عطا ہوئی اور چار پانچ سال کے اندر تمام قبائل کو ایک کر دیا۔ عصبیت جاہلیہ کو یکسر ختم کر دیا۔ اور سب کو شیر و شکر بنا دیا۔ اور یہی اتفاق واتحاد، وحدت قومی تھی جس نے روم و عجم کو اسلام کے قبضہ میں دے دیا۔

ذرا غور کیجئے کہ حضرت حمزہؓ کو کفار نے غزوہ احد میں مثلہ کر دیا۔ آپ نے انتہائی ملال اور رنج میں کہہ دیا اگر ہم کو ایسا موقع ملا تو ہم بھی ایسا کریں گے۔ خدا نے خطاب کر کے آپ کو فرمایا:۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ط وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ (نحل ع ۱۶)

مسلمانو! دین کے بارے میں مخالفین کے ساتھ سختی بھی کرو تو ویسی ہی سختی کرو جیسی تمہارے ساتھ کی گئی ہے۔ اور اگر صبر کرو تو بہر حال صبر کرنے والوں کے حق میں صبر بہتر ہے، اور ایذاؤں پر صبر کرو، اور خدا کی توفیق کے بدوں صبر کر ہی نہیں سکتے۔

تو آپ کی زبان اقدس سے یہ نکلتا ہے۔

بَلْ نَصْبِرُ

بلکہ ہم صبر کریں گے۔

آپ کے اخلاق کریمانہ تھے جس نے چار پانچ برس کے اندر سارے عرب کو جیت لیا۔ (باقی بر ص۱۸۰)

Marfat.com

اگر کفار بڑی آبادیوں میں اسلحہ۔ ہتھیار لے کر چڑھ دوڑیں۔ مال ومتاع لوٹنے کی غرض سے تو انھیں محارب کہا جائے گا یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں وہ محارب نہیں کہے جائیں گے۔ بلکہ وہ بمنزلہ اوچکوں۔ اور ڈاکوؤں کے ہوں گے۔ کیونکہ شہری آبادی میں امداد واعانت طلب کی جائے تو لوگ امداد کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔

---

(بقیہ صفحہ ۱۷۹) اور پورے جزیرۂ عرب پر اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ حدود اللہ میں کسی کی رعایت نہیں کی۔ اور اپنے معاملات میں بلند کرداری، بلند حوصلگی۔ وسیع الظرفی، وسیع الاخلاقی کا ثبوت دیا۔ حسد، کینہ، بغاوت سرکشی، ایذا و تکالیف کا جواب اور بدلہ احسان سے دیا۔ اور جس قدر ایذائیں و تکالیف زیادہ پہنچائی گئیں، آپ کی جانب سے احسان زیادہ ہی ہوتا گیا۔ اور قرآن مجید پر پورا پورا عمل کر دکھایا۔ قرآن مجید کے اندر ہے۔

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ط ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۔ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ۔ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ۝ (حم سجدہ ع ۵)

اے پیغمبر! نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتی، برائی کا دفعیہ ایسے برتاؤ سے کرو کہ وہ بہت ہی اچھا ہو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم میں اور کسی شخص میں عداوت ہے تو اب ایک دم سے گویا وہ تمہارا دل سوز دوست ہو جائیگا۔ اور حسن مدارات ان ہی لوگوں کو دی جاتی ہے جو صبر کرتے ہیں اور یہ ان ہی لوگوں کو دی جاتی ہے جن کے بڑے نصیب ہیں۔

اور قرآن مجید کے اندر ہے:۔

أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝ (قصص ع ۶)

یہی لوگ ہیں جن کو ان کے صبر کے بدلے دوہرا اجر دیا جائے گا۔ ادھر تورات پر ایمان لائے۔ ادھر قرآن پر اور نیکی سے بدی کا دفعیہ کرتے ہیں اور ہم نے جو ان کو دیا ہے اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر غور کیجئے۔ آپ کو آپ کی قوم طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتی ہے۔ آپ کو بری طرح ستاتی ہے، آپ پر حملے کئے جاتے ہیں۔ آپ کے قدموں سے خون بہایا جاتا ہے۔ لیکن آپ کی زبان سے بد دعا نہیں نکلتی۔ بلکہ دعائیں نکلتی ہیں، آپ انتہائی تکلیف کے بعد بھی یہ کہتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ — اے اللہ! میری قوم کو تو بخش دے یہ لوگ مجھے نہیں جانتے۔

آپ کی زبان سے نکلتا ہے تو یہی نکلتا ہے، جو ایمان و احسان میں بلند کردار انسان پیش کر سکتا ہے، ان کلمات پر غور کرو۔ مقامات احسان چار ہیں۔ جس سے قوم کی بدی کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ ایک عفو و درگذر (باقی صفحہ ۱۸۱ پر)

Marfat.com

اور اکثر لوگوں کا قول ہے کہ آبادیوں اور صحرا کا ایک ہی حکم ہے، اور یہ قول امام مالکؒ کا ہے اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے اکثر شاگردوں کا۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے بعض شاگردوں کا ہے بلکہ شہروں میں لوٹ وغارت گری کرنے والے صحرا میں لوٹ وغارتگری کرنے والوں کے مقابلہ میں زیادہ عقوبت وسزا کے حقدار ہیں۔ کیونکہ شہری آبادیاں امن واطمینان کے اعتبار سے زیادہ محفوظ ہوا کرتی ہیں۔ باہم ایک دوسرے کی نصرت وامداد اور تعاون زیادہ حاصل ہوا کرتا ہے۔ اور ایسی جگہ

(بقیہ صفحہ ۱۸۰) دوسرا ان کے لئے استغفار، تیسرا قوم کی بدعملی و بیہودگی کا عذر پیش کرتے ہیں کہ اے خدا یہ لوگ ایسا سلوک اس لئے کر رہے ہیں کہ سمجھتے نہیں اگر سمجھتے تو ایسا نہ کرتے۔ چوتھا یہ کہ آپ اس قوم پر اس قدر مہربان ہیں کہ مہربانی وکرم خداوندی کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ کہ یا اللہ یہ میری قوم ہے، جیسے کوئی اپنے لڑکے اور غلام یا اپنے کسی عزیز کیلئے کہتا ہے۔ یہ میرا لڑکا ہے، میرا غلام ہے، یا میرا عزیز ہے، اور اتنا کام کر دیجئے۔ اتنی بات سن لیجئے۔ غور کرو سامنے والا جب کہہ اس کی خوشامد کی جائے۔ اور کہا جائے کہ مہربانی اور کرم کیجئے کہ یہ میری قوم ہے یا میرا لڑکا ہے یا میرا غلام اور میرا عزیز و قرابتدار ہے، کس قدر اثر پڑے گا؟ یہ آپ کا احسان اور بلند کردار ہے۔ اور یہ آپ کا معجزہ آپ کا خلوص وایثار ہے۔ جس نے دنیا پر اپنا اثر ڈالا اور دنیا آپ کی گرویدہ بن گئی۔

مکہ فتح ہوتا ہے بڑی آن بان اور شان سے مکہ میں آپ داخل ہوتے ہیں۔ قریش مکہ اور تمام سرداران قریش آپ کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ وہ سب حضور نبویؐ میں پیش ہوتے ہیں جو نبوت ورسالت کے بعد ہر طرح آپ کو ستاتے اور ایذاء اور تکلیفیں پہنچاتے تھے۔ اور ایذا وتکالیف پہنچانے میں کسی قسم کی کمی نہیں کرتے تھے۔ ان میں وہ بھی تھے، جو نماز پڑھتے وقت سجدہ میں آپ کی پشت پر اونٹ کا اوجھ لاد دیتے تھے۔ ان میں وہ بھی تھے جو بیچارے ہجرت کر کے حبشہ نکے بادشاہ نجاشی کے پاس چلے گئے تھے ان کے خلاف وفد لے کر پہنچے تھے، ان میں وہ بھی تھے جنہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو صرف توحید کا وعظ کہنے پر اس قدر مارا پیٹا تھا کہ کئی روز آپ اس کی وجہ سے چارپائی پر پڑے رہے تھے، ان میں وہ بھی تھے جو ندوہ میں جمع ہو کر آپ کو قتل کرنے کے مشورے کیا کرتے تھے۔ اور معاہدہ قتل میں شریک تھے۔ ان میں وہ بھی تھے جنہوں نے تین سال تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو شعب ابی طالب میں نظر بند کر رکھا تھا۔ ان میں وہ بھی تھے جنہوں نے آپ کو وطن عزیز۔ گھر بار۔ رشتے ناطے ترک کر کے ترک وطن پر مجبور کیا تھا۔ ان میں وہ لوگ بھی تھے جو غزوۂ بدر۔ غزوۂ خندق۔ غزوۂ احد میں مکہ سے جا کر مدینہ طیبہ میں آپ سے لڑے۔ ان میں وہ بھی تھے جنہوں نے آپ کے پیارے چچا حضرت حمزہؓ اور دوسرے صحابہ کو غزوۂ احد میں شہید کیا تھا۔ اور حضرت حمزہؓ کا ناک، کان وغیرہ کاٹ کر مثلہ کیا تھا۔ ان میں وہ بھی تھے جو قبائل عرب کو آپ کے خلاف ورغلاتے (باقی بر صفحہ ۱۸۲)،

Marfat.com

اقدام کرنا سخت ترین محاربہ اور سخت ترین غلبہ کی دلیل ہے۔ ان کا جتھہ بہت قوی اور مضبوط ہے، اور اسی لئے وہ شہر اور آبادیوں پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ اور ان کے گھروں میں گھس کر سلب و غارتگری اور لوٹ مار کر رہے ہیں۔ ان کا مال ان کا اندوختہ لوٹ رہے ہیں۔ اور مسافر کیساتھ سارا مال و متاع

(بقیہ صفحہ ۱۸۱) اور بہکاتے رہے، ان میں وہ بھی تھے جو طرح طرح کی سازشیں آپ کے خلاف کرتے رہے۔

غرض! وہ لوگ موجود تھے جو نبوت و رسالت کے بعد آپ کے اور اہل ایمان کے سخت ترین دشمن تھے۔ اور آپ کو ہر قسم کی ایذا و تکلیف پہنچاتے تھے۔ سب کے سب قابل گردن زدنی تھے۔ آپ فاتحانہ مکہ میں پہنچتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں۔

مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِیْ سُفْیَانَ فَهُوَ اٰمِنٌ وَمَنْ اَغْلَقَ عَلَیْهِ بَابَهٗ فَهُوَ اٰمِنٌ۔ وَمَنْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَهُوَ اٰمِنٌ۔

جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا اس کو امن ہے جس شخص نے اپنے گھر کے دروازے بند کر لئے اس کو امن ہے، اور جو مسجد میں داخل ہو گیا اسے بھی امن ہے۔

اس کے بعد کعبۃ اللہ کے دروازے پر آپ کھڑے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں:۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ۔ وَ هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔ اَلَا كُلُّ مَاثِرَۃٍ اَوْ دَمٍ اَوْ مَالٍ یُدَّعٰی بِهٖ۔ فَهُوَ تَحْتَ قَدَمَیَّ هَاتَیْنِ۔ اِلَّا سَدَانَةَ الْبَیْتِ وَ سِقَایَةَ الْحَاجِّ۔

خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اور اپنے بندے کو نصرت بخشی اور تمام گروہوں کو تنہا اس نے ہزیمت دی۔ خبردار تمام مآثر اور خون یا مال کہ جس کا دعوے کیا جائے میرے ان دو قدموں کے نیچے ہیں مگر بیت اللہ کی سدانت اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت۔

اس کے بعد بڑی متانت و سنجیدگی سے قریش مکہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔

یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ مَا تَظُنُّوْنَ اِنِّیْ فَاعِلٌ بِكُمْ؟

اے گروہ قریش تمہارا کیا خیال ہے میں تمہارے ساتھ کیا کروں گا؟

اس کے جواب میں قریش مکہ کہتے ہیں۔

خَیْرًا۔ اَخٌ كَرِیْمٌ وَابْنُ اَخٍ كَرِیْمٍ۔

خیر کی امید رکھتے ہیں آپ کریم بھائی۔ کریم بھائی کے بیٹے ہیں۔

اس کے جواب میں آپکا اعلان قابل فخر ہے، آپکا احسان و کرم، آپکا فضل، آپ کی بخشش۔ آپ کی عنایت و مہربانی دیکھئے کہ ان تمام برائیوں کا بدلہ کیسے اور کس طرح دیتے ہیں۔ زبان اقدس سے فرماتے ہیں۔

اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ۔

جاؤ تم سب کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

سب کے سب آزاد ہو۔ چلو۔ پھولو، اپنے اپنے گھروں میں رہو۔ یہ ہے تعمیر ملت کے نگہبان کا فضل و کرم یہ ہے خلافت کبریٰ کے حامل کی خدا ترسی۔ خدا پرستی۔ اللّٰهم صل وسلم و بارك عليه۔

(ابوالعلاء محمد اسمٰعیل گودھروی)

نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ کچھ مال ہوتا ہے۔ ان کے بارے میں یہی مسلک صحیح وصواب ہے۔ خصوصاً وہ گروہ جنہیں شام و مصر والے مفسر اور بغداد والے عیار کہا کرتے ہیں۔

اگر یہ لوگ لاٹھیوں اور پتھروں سے جنگ کریں تو یہ لوگ بھی محارب ہی کہے جائیں گے۔ فقہاء سے نقل کیا گیا ہے۔ "لَا مُحَارَبَةَ اِلَّا بِالمُحَدَّدِ" محاربہ تیز چیز سے ہوا کرتا ہے۔ بعض لوگوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ کہ محاربہ تیز چیز اور بھاری چیز کے پھینکنے سے ہو۔ اور پھر اس بارے میں اختلاف و نزاع ہو یا نہ ہو۔ صحیح مسلک جس پر عام مسلمانوں کا اجماع ہے وہ یہ ہے کہ جس شخص نے مال لوٹنے کی غرض سے قتل وغارتگری شروع کی تو وہ کسی قسم کی بھی جنگ کریں محارب ڈاکو لٹیرے کہے جائینگے جس طرح کہ مسلمانوں سے جنگ کرنیوالے کفار کو حربی کہا جاتا ہے خواہ کسی قسم کی بھی جنگ کریں اور کسی طرح بھی لڑیں خواہ تلوار اور نیزوں سے یا پتھر اور لاٹھیوں سے، کافروں نے مسلمانوں کے مقابلہ میں جنگ کی تو وہ حربی ہونگے اور مسلمان مجاہد فی سبیل اللہ ہوں گے۔

وہ لوگ جو پر اسرار اور مخفی طریقوں سے قتل کرتے ہیں۔ اور مال لینے کے لئے جانیں لیتے ہیں۔ مثلاً دکانیں، مسافر خانے راستوں میں مسافروں کے نام سے بنوا کر ان میں مسافروں کو ٹھیراتے ہیں۔ جب کوئی مسافر ہتے چڑھ جاتا ہے اور ان لوگوں میں تنہا پھنس جاتا ہے تو اُسے قتل کر کے اس کا سارا مال لے لیا جاتا ہے۔ یا بعض لوگوں کا پیشہ ہوتا ہے کہ وہ کسی طبیب ڈاکٹر کو اجرت دے کر اپنے گھر لے آتے ہیں اور موقع پاکر اسے قتل کر دیتے ہیں۔ اور اس کا مال وغیرہ لوٹ لیتے ہیں۔ اور مکر و فریب سے لوٹ لیتے ہیں۔ اور جب یہ مال لوٹ لیا گیا تو اب ان کو محارب سمجھا جائے گا یا نہیں؟ یا ان پر قود کا حکم جاری ہو گا؟ اس میں فقہاء کے دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ وہ محارب ہو گا۔ کیونکہ حیلہ سے قتل کرنا اور کھلے طور پر قتل کرنا۔ دونوں برابر ہیں دونوں میں جان بچانا مشکل اور دشوار ہے۔ بلکہ حیلہ سے قتل کرنا کھلے طور پر قتل کرنے سے زیادہ مضرت رساں اور زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ کھلے طور پر قتل کرنے والے سے بچاؤ اور حفاظت کی جا سکتی ہے۔ لیکن حیلہ اور دھوکہ سے قتل کرنے والے سے حفاظت و بچاؤ مشکل ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ محارب اُسے کہیں گے جو کھلے طور پر قتل کرنے پر اتر آئے۔ اور پھر یہ کہ اس دھوکہ باز حیلہ ساز کا معاملہ ولی الدم کے ہاتھ میں ہے۔ مگر پہلا قول اصول شریعت کے زیادہ موافق ہے۔ کیونکہ اس کا نقصان اور ضرر بہت سخت ہوا کرتا ہے۔ بمقابلہ محارب کے۔

Marfat.com

اگر کوئی شخص سلطان کو قتل کر دیوے تو اس کا کیا حکم ہے؟ فقہاء کا اس میں اختلاف ہے۔ مثلاً حضرت عثمان رضؓ یا حضرت علی رضؓ کو قتل کیا گیا تو ان کا حکم محاربین کا ہوگا؟ ان پر حد جاری ہوگی؛ یا ان کا معاملہ اولیاء الدم کے ہاتھ میں ہوگا۔ امام احمدؒ کے اس بارے میں دو قول ہیں۔ اس لئے کہ ایسے لوگوں کو قتل کرنے میں عام فساد کا اندیشہ ہے۔

Marfat.com

# بارھویں فصل کے مضامین

سلطان کو قتل کرنے والے محارب ہوں گے۔ جن پر حد جاری کی جائیگی؟ یا ان کا معاملہ اولیاء دم اور وارثوں کے اختیار میں ہوگا؟ جب سلطان یا اس کا نائب حد جاری کرنے کے لئے قاتل کو طلب کرے، اور اس کے قبیلہ اور خاندان کے لوگ اس کی حمایت کریں۔ اور لڑنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں تو تمام علماء کا اتفاق ہے، عام مسلمانوں کا فرض ہوگا کہ ان سے قتال وجنگ کریں۔ تاآنکہ مسلمان اس پر قابو پالیں۔

یہ تمام باتیں اس وقت ہیں جبکہ ان پر قدرت و قابو پاسکیں۔

جب سلطان یا نائب سلطان۔ اور حاکم بلا کسی قسم کی زیادتی کے قاتلین سلطان پر حد جاری کرنا چاہیں اور انھیں حاضر ہونے کا حکم دیدیں۔ اور لوگ ان کی حمایت وطرفداری کے لئے اٹھ کھڑے ہوں تو عام مسلمانوں پر واجب وفرض ہے کہ ان کے مقابلہ میں جہاد وقتال اور جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ تاآنکہ مسلمان ان تمام پر قابو پاجائیں۔ تمام علماء امت کا اس پر اتفاق ہے۔

اور اگر قتل کے بغیر وہ اطاعت قبول نہیں کرتے، اور اس کی نوبت ہی آجائے تو یہ بھی کرگذریں۔ اور پورا پورا مقابلہ کریں۔ ان کو قتل کریں۔ تمام کو قتل کیا جائے۔ اور جیسے بھی ممکن ہو ان کی گردنیں اڑادیں، اور جو بھی ان کی حمایت اور اعانت و امداد کریں انہیں قتل کرنا شروع کردیں۔ یہ قتال وجنگ ہے۔ اور وہ حد جاری کرنے کا مسئلہ ہے، شرائع اسلام کا مقابلہ کرنے والوں کا مسئلہ زیادہ اہم اور زیادہ مؤکد ہے۔ یہ لوگ گروہ بندی، اور جتھہ سازی میں اس لئے مشغول ہوگئے ہیں کہ لوگوں کو خراب کریں۔ لوگوں کا مال لوٹیں، زراعت اور نسل انسانی کو ہلاک کریں، ان کا مقصود یہ نہیں ہے کہ دین کو قائم کریں۔ اور ملک وملت کی خدمت کریں۔ ان لوگوں کا وہی حکم ہے جو محاربین کا ہے۔ جو کسی قلعے یا کسی غار۔ یا کسی پہاڑ کی چوٹی پر یا کسی وادی وغیرہ میں پناہ لے کر گزرنے والوں پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ راہ زنی کرتے ہیں جب انہیں ولی الامر اور حاکم کی فوج کہتی ہے اطاعت کرلو۔ اور

Marfat.com

توبہ کرو۔ معافی مانگو اور مسلمانوں کے گروہ میں داخل ہو جاؤ۔ حد قائم و جاری کرنے میں سلطان ولی الامر اور حاکم کی اطاعت کرو۔ تو یہ لوگ قتل و جنگ شروع کر دیتے ہیں۔ اور مدافعت پر اتر آتے ہیں۔ ان لوگوں کا حال ایسا ہی ہے جو حاجیوں وغیرہ کو راستوں میں لوٹتے ہیں اور ان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ راہزنی کرتے ہیں۔ یا ان لوگوں کا سا ہے جو پہاڑوں وغیرہ میں چھپے رہتے ہیں اور پہاڑوں کی چوٹیوں یا غاروں میں راہزنی۔ ڈکیتی کی غرض سے چھپ بیٹھتے ہیں، جیسے وہ گروہ جو قطع طریق، اور راہزنی کی غرض سے شام و عراق کے درمیان چھپے بیٹھتے ہیں لیکن پھر بھی ان لوگوں کے مقابلہ میں جنگ و قتال ایسا نہیں ہے۔ جیسا کفار کے مقابلہ میں جنگ و قتال ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ کفار نہیں ہیں۔ ان کا مال نہ لوٹا جائے جب تک کہ وہ ناحق نہ لوٹیں۔ اگر وہ لوگ لوٹیں تو ان پر ضمان لازم آئے گا۔ اور اسی قدر ان کا مال لیا جائے گا۔ جس قدر انہوں نے لوٹا ہے۔ اگرچہ معین طور پر لوٹنے والے ہاتھ نہ آئیں۔ اگر لوٹنے والے متعین طور پر معلوم ہو جائیں کہ فلاں شخص نے لوٹا ہے۔ تو اصل لوٹنے والا۔ اور اس کی مدد کرنے والے اس کے حامی سب برابر ہیں جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں۔ لیکن جب متعین طور پر ثابت ہو جائے کہ فلاں شخص ہی نے مال لوٹا ہے۔ تو اس پر ضمان لازم ہو گا۔ اور جو کچھ لوٹا گیا ہے۔ ان کے مالداروں پر لادا جائیگا۔ اگر مال وغیرہ ان سے حاصل کرنا مشکل و دشوار ہے۔ تو مصالح مسلمین کے لئے جو گروہ قتل و جنگ میں مصروف ہے۔ ان کا رزق اور روزینہ مقرر کر دیا جائے۔ کیونکہ یہ مقابلہ اور جنگ اقامت حدود۔ حد جاری کرنے، اور فساد فی الارض روکنے کی غرض سے ہے اگر ان لوگوں میں سے کوئی سخت مجروح ہو جائے تو اس کا علاج نہ کیا جائے۔ تا آنکہ وہ مر جائے اگر وہ لوگ بھاگ جائیں۔ اور لوگ اس کے شر سے محفوظ ہو جائیں۔ تو ان کا تعاقب اور پیچھا نہ کیا جائے۔ ہاں اگر کسی پر حد جاری کرنا واجب ہے یا یہ کہ اس کے بھاگنے سے خطرہ ہے تو تعاقب اور پیچھا کرنا لازم و ضروری ہے۔

اور جو لوگ ان میں سے اسیر و قید ہوتے ہیں ان پر حد جاری کی جائے۔ جیسی دوسروں پر جاری کی گئی ہے۔ بعض فقہاء نے اس سے زیادہ سختی کی ہے۔ کہ مال غنیمت اُن سے لیا جائے اور اس کا خمس الگ نکالا جائے۔ لیکن اکثر فقہاء اس کے خلاف ہیں۔ لیکن اگر ان لوگوں نے کسی دوسری مملکت کی پناہ لی جو شریعت اسلامیہ سے خارج ہے۔ اور مسلمانوں کے مقابلہ میں اس کی اعانت و امداد کی ہے تو بوجہ اس کے کہ ان لوگوں نے مسلمانوں کے مقابلہ میں جنگ

قتال کیا ہے۔ ان کو قتل کیا جائے گا۔

لیکن اگر ایسے لوگ ہیں کہ ڈکیتی، راہزنی نہیں کرتے۔ بلکہ قافلوں کی پاسبانی اور نگہبانی کے معاوضہ میں بطور خراج ٹیکس کے مقررہ رقم وصول کرتے ہیں جو مسافروں اور جانوروں اور اونٹوں وغیرہ پر لیتے ہیں تو ان لوگوں کا معاملہ چنگی وصول کرنے والوں جیسا ہوگا۔ اور چنگی وصول کرنے والوں جیسی عقوبت و سزا ہوگی۔ فقہاء نے ایسے لوگوں کو قتل کرنے کے جواز میں اختلاف کیا ہے۔ کیونکہ وہ قطاع الطریق۔ ڈاکو، اور راہزن نہیں ہیں۔ لیکن ان کے بغیر بھی راستہ جاری اور چالو رہتا ہے۔ باوجود اس کے ایسے لوگ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ہوں گے۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک غامدیہ عورت کے بارے میں فرمایا ہے۔

لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَۃً لَوْ تَابَہَا صَاحِبُ مَکْسٍ لَغُفِرَلَہٗ۔

اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر چنگی ٹیکس وصول کرنے والا ایسی توبہ کرلیوے تو اس کی بھی مغفرت ہوجائے گی۔

اور ایسے لوگ جن کا مال برآمد کرنا ہے۔ اور مسلمانوں کی اجتماعی طاقت ان کی پشت پر ہے، اور محارب لوگوں سے لڑتی ہے۔ ان کے لئے مال قطعاً خرچ نہ کیا جائے۔ جبکہ جنگ و قتال ان سے ممکن ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِہٖ فَھُوَ شَہِیْدٌ۔ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِہٖ فَھُوَ شَہِیْدٌ۔ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِیْنِہٖ فَھُوَ شَہِیْدٌ۔ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ حُرْمَتِہٖ فَھُوَ شَہِیْدٌ۔

جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں قتل ہوا وہ شہید ہے، جو شخص اپنی جان بچانے میں قتل ہوا وہ شہید ہے جو شخص اپنا دین بچانے میں قتل ہوا وہ شہید ہے۔ اور جو شخص اپنے اہل و عیال کی حرمت بچانے میں قتل ہوا وہ بھی شہید ہے۔

اور فقہاء نے اس جگہ "الصائل" کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بلا تاویل بلا ولایت و حکومت کے ظلم کرتا ہے۔

اور جب اس کا دفعیہ بغیر جنگ و قتال کے نہیں ہوسکتا تو ان سے جنگ و قتال کیا جائے، اگر جنگ و قتال نہ کیا جائے، اور کچھ مال وغیرہ دے کر انہیں راضی کرلیا جائے۔ تا امکان مال دیا جائے تو یہ بھی جائز ہے۔

لیکن اگر اس کا مقصد یہ ہے کہ کسی کی حرمت پر حملہ کیا جائے کسی کی محارم سے زنا کیا جائے،

Marfat.com

یا کسی عورت یا مملوک لڑکے سے فجور و بدکاری کی جائے تو جان و مال سے تا امکان اسکی مدافعت کی جائے، اگر قتال و جنگ کرنا پڑے تو یہ بھی کرے۔ لیکن کسی طرح ایسے کام کی اجازت نہ دیوے۔ بخلاف مال دینے کے کہ یہ جائز ہے۔ کیونکہ مال کا خرچ کرنا جائز ہے۔ اور اپنے ساتھ یا محارم عورتوں کے ساتھ فجور و بدکاری قطعًا جائز نہیں ہے۔

اور جب اس کا مقصود یہ ہو کہ کسی کو قتل کرے۔ تو اس کے لئے اپنی جان بچانا لازم ہے۔ اور یہ مدافعت اس پر واجب ہے۔ اس میں علماء کے اور امام احمدؒ کے اور دوسروں کے مذہب میں دو قول ہیں۔ یہ اس وقت جبکہ لوگوں کا سلطان موجود ہو۔ لیکن اگر العیاذ باللہ۔ عظیم فتنہ ہو۔ مثلاً دو مسلم سلطان باہم جنگ کرتے ہیں اور ملک کے لئے جنگ کر رہے ہیں تو ایسی صورت میں انسان کے لئے جائز ہے جبکہ ان میں سے ایک دوسرے کے ملک میں داخل ہو گیا ہے، اور تلواریں باہم چل رہی ہیں۔ ایسے فتنہ کے وقت اپنی جان بچانا ضروری ہے۔ اپنی جان ان کے حوالہ کر دیوے، اور دونوں میں سے کسی کا ساتھ نہ دیوے۔ امام احمدؒ کے مذہب میں اور دوسروں کے مذہب میں اس بارے میں دو قول ہیں۔

جب اپنا سلطان محارب، حرامیوں، چوروں، اور راہزنوں، پر کامیاب ہو۔ اور وہ مال وغیرہ لوٹ چکے ہیں تو سلطان کا فرض ہے کہ وہ ان لوگوں سے مال نکلوائے، اور جن کا ہو ان کو دے دے۔ اور ان محارب حرامیوں پہ حد جاری کرے، یہی حال اور یہی حکم چوروں کا ہے، اگر یہ لوگ مال حاضر کرنے میں تامل کریں اور مال کا ثبوت سلطان کو مل چکا ہے تو سلطان ان کو اسیر و قید اور حبس کرے اور مار مارے اور مناسب عقوبت و سزا دیوے۔ تا آنکہ جو کچھ ان لوگوں نے لیا ہے۔ وہ حاضر کر دیں۔ یا کسی کو اپنا وکیل بنا دیں کہ وہ لاکر مال حاضر کر دیں' یا جہاں مال چھپایا ہے اس کی خبر دیویں۔ جیسے حق واجب اور قابل ادا کو نہ دینے والے کو عقوبت و سزا دی جاتی ہے۔ اور جیسے کہ اللہ تعالٰے نے اپنی کتاب میں عورت (بی بی) کو مارنے کا حکم دیا جب وہ مرد کا شوہر کا حق ادا نہ کرے، اور عورت (بی بی) مرد سے سرکشی کرے، اور عقوبت و سزا صاحب مال کا حق ہے۔ تو یہ لوگ بدرجۂ اولیٰ عقوبت و سزا کے حقدار ہیں، اور زیادہ سزاوار عقوبت و سزا ہیں۔ اور پھر بھی اگر صاحب مال ان کو بخش دیوے یا مصالحت کر کے عقوبت و سزا کو معاف کر دیوے تو یہ اسے اختیار ہے۔ بخلاف حد قائم اور جاری کرنے کے کہ حد قائم اور جاری کرنا واجب ہے اور اسے حد معاف کرنے کا کوئی حق نہیں۔ کسی حال میں حق نہیں کہ حد قائم کرنے سے وہ رو کے۔

Marfat.com

اور امام، حاکم کے لئے یہ جائز نہیں کہ صاحب مال کی بات کو پکڑے رہے کہ اس نے اپنا حق چھوڑ دیا۔ یا معاف کر دیا۔ اور اگر مال وہ خرد برد کر چکا ہے۔ یا کسی اور طریقہ سے تلف اور ضائع ہو گیا ہے تو اس مال کی ضمانت لی جائے گی۔ جس طرح کہ غاصب لوگوں سے ضمانت لی جاتی ہے، اور یہ قول امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا ہے، اور جب تک اسے عسرت و تنگی ہے آسانی اور سہولت ملنے تک مہلت دی جائے۔ اور بعض لوگوں نے کہا ہے غرم اور قطع ید (ہاتھ کاٹنا) دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ اور یہ قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں یہ ضمانت یسر و آسانی تک ہو گی فقط۔ اور یہ قول امام مالکؒ کا ہے، اور سلطان کے لئے جائز نہیں کہ مال مالکوں سے ان محاربین کے مقابلہ ان پہ حد قائم کرنے، ان سے مال واپس دلوانے کے عوض کچھ مقررہ رقم لیوے نہ چوروں کے مقابلہ کے لئے عوض کچھ لیوے، سلطان کو اپنے لئے بھی لینا جائز نہیں، نہ لشکر اور فوج کے لئے کچھ لینا جائز ہے۔ بلکہ ان کا مقابلہ کرنا جہاد ہے۔ اور جہاد و غزوات کیلئے جہاں سے ان کا خرچ دیا جاتا ہے وہاں سے ان کا خرچ بھی دیوے۔ جس مد میں سے مجاہدین کو دیا جاتا ہے۔ اسی میں سے ان مجاہدین کو دیوے۔ اگر ان مجاہدین کو زمینیں دی گئی ہیں۔ یا حکومت کی جانب سے انہیں اتنا مل رہا ہے کہ ان کے لئے کافی ہے تو بس کرنا ہے۔ اور اگر کافی نہیں ہے تو مصالح قوم کے لئے جو صدقات وغیرہ جمع ہیں اس میں سے بقدر کفایت ان کو دے دیوے۔ کیونکہ یہ بھی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

اگر مسافر پکڑے گئے ہیں اور ان پر زکوٰۃ باقی ہے، مثلاً وہ تاجر ہیں اور چوروں کے نرغے میں پھنس گئے ہیں تو امام اور حاکم ان سے مال کی زکوٰۃ ضرور وصول کرے۔ اور اس زکوٰۃ کے مال کو اس جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کرے، جس طرح کہ محارب لوگوں کے مقابلہ میں لڑنے والوں کے لئے خرچ کیا جاتا ہے۔

اور اگر یہ گروہ باشوکت و عظمت اور قوی ہے جن کی تالیف قلوب ضروری ہے تو امام و حاکم مال فئی اور جو مصالح معین کے لئے جمع ہے اس میں سے اور زکوٰۃ میں سے بعض رؤسا اور سرداروں کو دیوے تاکہ وہ باقی دوسروں کو حاضر کریں۔ یا یہ کہ خود شرارت اور سرکشی چھوڑ دیں، اور باقی میں ان لوگوں کا زور کم ہو جائے تو یہ اور اس جیسا کرنا امام و حاکم کے لئے جائز ہے، اور یہ لوگ مؤلفۃ القلوب میں شمار کئے جائیں گے۔ اور امام احمدؒ اور بہت سے ائمہ نے بھی یہی کہا ہے۔ اور ظاہر کتاب و سنت اور اصول شریعت بھی یہی ہے۔

Marfat.com

اور امام وحاکم کا فرض ہے کہ ایسے لوگوں کو ان حرامی، چوروں، راہزنوں، اور ڈاکوؤں کے مقابلہ میں نہ بھیجے جو ضعیف اور کمزور ہوں۔ اور نہ ایسے لوگوں کو بھیجے جو مسافر ہیں اور پکڑے گئے ہیں یا تاجر وسوداگر اور مال دار ہیں ان سے تو مال وغیرہ وصول کر لیا جائے۔ بلکہ قوی ومضبوط اور امین لوگوں کو بھیجے۔ مگر ہاں جبکہ قوی اور مضبوط اور امین آدمیوں کا ملنا دشوار ہو۔ اس صورت میں کوشش کرے اور امثل فالامثل کو بھیجے۔

بعض نائبین سلطان، اور رؤسا وحکام، اور سردار وسالار ظاہر وباطن میں حرامی، چوروں اور ڈاکوؤں۔ اور راہزنوں سے ملے ہوتے ہیں۔ اور یہ ظاہر یا باطن میں ان کو شہہ دیتے ہیں۔ جو مال حرامی، چور، ڈاکو، اور راہزن لوٹتے ہیں اس میں ان کا حصہ ہوتا ہے، یہ لوگ ماخوذین کو کچھ مال دے کر راضی کر لیتے ہیں۔ اور بوجہ مجبوری وہ اسے منظور بھی کر لیتے ہیں۔ یہ ایک ایسا عظیم ترین جرم ہے کہ حرامیوں، چوروں، ڈاکوؤں، راہزنوں کے مقدم اور سردار سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ ان کی مدافعت ممکن ہے۔ اور اس کی مدافعت نہیں ہو سکتی۔ اور ایسے لوگوں کے متعلق یہی کہا جائے گا کہ جو ان کی مدد ومعاونت کرتا ہے عقوبت وسزا کا مستحق ہے۔ اگر یہ لوگ قتل کریں تو ان کو قتل کیا جائے اور یہی قول حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ اور اکثر اہل علم کا ہے۔ اگر یہ لوگ مال لیویں تو سیدھا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جائے۔ اگر یہ لوگ قتل کریں اور مال لوٹیں تو انہیں قتل کیا جائے اور سولی پر لٹکا دیا جائے۔ ایک گروہ اہل علم کا یہ کہنا ہے کہ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں۔ اور قتل کر دیا جائے۔ اور سولی پر لٹکا دیا جائے۔ اور بعض کا قول ہے قتل اور سولی پر لٹکانے میں اسے اختیار ہے۔ کیونکہ اگرچہ اس نے اس غارتگری اور لوٹ مار میں حصہ نہیں لیا۔ نہ اسکی اجازت دی۔ لیکن جب ان کو پکڑا گیا اور ان پر قدرت پالی گئی اس وقت وہ تقسیم مال میں شریک تھا۔ اور بعض حقوق اور حدود کو اس نے بیکار کر دیا۔ جو شخص محارب یا چور۔ یا قاتل وغیرہ کو جس پر حد جاری کرنا واجب ہے۔ خدا اور بندے کا حق ادا کرنا فرض ہے۔ اور بلا عدوان وزیادتی کے پورا پورا حق دیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ ان کو پناہ دیتا ہے۔ اس لئے وہ مجرم ہے اور اس کا شریک ہے جس پر خدا۔ اور اس کے رسولؐ نے لعنت بھیجی ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم کے اندر حضرت علی ابن ابی طالب سے مروی ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:-

لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ اَحْدَثَ حَدَثًا اَوْ اٰوٰی مُحْدِثًا۔ (رواہ مسلم)

خدا نے اس پر لعنت بھیجی ہے جو جرم وگناہ کرے یا مجرم گنہ گار کو پناہ دیوے۔

Marfat.com

جب یہ ظاہر اور ثابت ہو جائے کہ فلاں آدمی نے محدث کو پناہ دی ہے تو اس کا مطالبہ کیا جائے کہ وہ مجرم کو حاضر کرے۔ یا اس کی خبر دیوے کہ فلاں جگہ، فلاں مقام پر ہے۔ اگر وہ حاضر کر دیوے، یا خبر اور اطلاع دے دیوے تو فبہا وگرنہ اسے حبس کی سزا دی جائے۔ اسے پیٹا جائے بار بار پیٹا جائے تا آنکہ اصل مجرم پر قدرت و قابو حاصل ہو جائے۔ جیسا کہ ذکر کر چکے ہیں کہ ادائے مال واجب سے روکنے والے۔ اور نہ دینے والے کو عتاب و سزا دی جائے۔ پس جن لوگوں کا حاضر کرنا ضروری اور واجب ہے اور جنہوں نے مال لوٹا ہے۔ اور اس کا واپس کرنا اور دینا ضروری ہے، اور اس سے وہ منع کرتا ہے یا روکتا ہے۔ تو ایسے شخص کو عقوبت و سزا دی جائے۔

اگر کوئی شخص مال حق و مطلوب یا آدمی حق مطلوب کو جانتا ہے، لیکن اسے روکتا اور چھپاتا نہیں ہے تو اس پر واجب ہے کہ مال مطلوب اور شخص مطلوب کا پتہ بتلا دیوے کیونکہ اس کے لئے اس کا چھپانا قطعاً جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ نیکی اور تقویٰ کا تعاون ہے۔ اور نیکی و تقویٰ کا تعاون واجب ہے۔ بخلاف اس کے کہ کوئی جان و مال باطل طریقہ پر مطلوب ہو تو اس کا بتلانا اور اس کی خبر دینا قطعاً جائز نہیں کیونکہ یہ اثم و عدوان کا تعاون ہے۔ بلکہ اس کام کی مدافعت واجب ہے۔ کیونکہ مظلوم کی نصرت و اعانت واجب ہے جیسا کہ صحیحین کے اندر حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا | تم اپنے بھائی ظالم کی مدد کرو۔ یا مظلوم کی مدد کرو |
| قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُنْصُرُ مَظْلُوْمًا | میں نے کہا یا رسول اللہ مظلوم کی امداد تو ٹھیک ہے |
| فَكَيْفَ اُنْصُرُ ظَالِمًا. قَالَ تَمْنَعُهٗ | ظالم کی امداد ہم کیسے کریں؟ آپ نے فرمایا اسے ظلم |
| مِنَ الظُّلْمِ فَذَالِكَ نَصْرُكَ اِيَّاهُ۔ | سے روکو۔ یہ تمہارے بھائی ظالم کی |
| (رواہ فی الصحیحین) | مدد ہے۔ |

اور صحیحین کے اندر حضرت براء بن عازبؓ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سات چیزوں کا حکم فرمایا۔ اور سات چیزوں سے ہم کو منع فرمایا۔ ہم کو حکم دیا کہ ہم مریض کی عیادت کریں۔ جنازے میں شرکت کریں۔ اور چھینک کا جواب دیں۔ اور قسم کھائی ہو تو اُسے پورا کریں۔ کوئی دعوت دیوے تو اُسے قبول کریں۔ اور مظلوم کی نصرت و امداد کریں۔ اور ہمیں منع کیا ہے، سونے کی انگوٹھی پہننے سے اور چاندی کے برتن میں پینے سے، اور میاثرہ اور ریشم۔ قسی دیباج، اور استبرق کے پہننے سے۔

پس اگر یہ جاننے والا جسے ٹھکانہ اور پتہ معلوم ہے اور وہ اس کا ٹھکانہ اور پتہ بتلانے سے انکار کرتا ہے، تو اسے عقوبت و سزا دینا جائز ہے۔ خواہ سزا حبس ہو یا کوئی دوسری سزا تاآنکہ وہ اس کا پتہ بتلا دیوے۔ کیونکہ حق واجب سے وہ انکار کرتا ہے۔ جس میں کسی کی نیابت نہیں چل سکتی، تو اسے عقوبت و سزا دی جائے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔

اور اسے عقوبت و سزا دینا اس وقت تک جائز نہیں جب تک یہ معلوم اور ثابت نہ ہو جائے کہ یہ جانتا ہے اور ٹھکانے کی وہ خبر رکھتا ہے۔ اور یہ حکم تمام حکام کے لئے ضروری ہے والی ہو، یا قاضی، یا دوسرا کوئی ہو تمام پر لازم ہے۔ کہ واجب کو چھپانے قول و فعل سے رکنے والے کی تحقیق کریں۔ یہ معاملہ ایسا نہیں ہے کہ تم پر حق اور واجب تھا اور اس پر نہیں تھا۔ نہ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ ایک کی سزا دوسرے کو دی جائے جیسا کہ اس آیت کے اندر وارد ہے۔

لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ط (النجم ع ۳) — کوئی کسی دوسرے کے گناہ کا بار اپنی گردن پر نہیں لے گا۔

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

اَلَا لَا یَجْنِیْ جَانٍ اِلَّا عَلٰی نَفْسِہٖ ۔ — آگاہ رہو کہ کوئی بھی مجرم گناہ نہیں کرتا مگر اپنی جان پر۔

جیسے کہ غیر واجب الادا رمال کا کسی سے مطالبہ کیا جائے کہ اس کا وکیل ہے نہ ضامن۔ اور نہ ہی مال اس کے پاس ہے۔ یا یہ کہ کسی کو قرابتداری یا پڑوسی کے جرم میں عقوبت و سزا دی جائے۔ حالانکہ وہ خود کسی واجب کے ترک کرنے کا مجرم نہیں۔ نہ اس نے کوئی حرام کام کیا ہے۔ عقوبت و سزا اس کو دی جائے جو اس کا مستحق ہے، جبکہ اسے ظالم کا ٹھکانہ معلوم نہیں وہ کہاں چھپا ہے۔ اس کا اسے علم نہیں تو عقوبت و سزا قطعاً جائز نہیں۔ ہاں اگر اس کا پتہ اسے معلوم ہے تو اس پر حق ہے کہ وہ بتلا دیوے۔ اور ولی اور حاکم کا فرض ہے کہ ہر ممکن طریقے سے اسے منوائے۔ یا جہاں مال رکھا ہے جس سے مستحقین کے حقوق وابستہ ہیں اس مقام کو وہ جانتا ہے۔ اس پر واجب ہے کہ وہ بتلا دیوے۔

یہ اعانت و نصرت کتاب و سنت کی رو سے اس پر واجب ہے اور اجماع امت سے اس پر واجب ہے۔

اگر یہ اس لئے بچتا۔ اور رکتا یا انکار کرتا ہے کہ اس سے ڈرتا ہے یا ظالم کی اعانت کی

غرض سے کہ اس کی حمایت مقصود ہے اس لئے بتلانے سے انکار کرتا ہے جیسا کہ اہل عصبیت ایک دوسرے کے لئے کرتے رہتے ہیں۔ یا مظلوم سے عداوت و دشمنی ہے اس لئے بتلانے سے انکار کرتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

| | |
|---|---|
| وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؗ (مائدہ ع ۱) | اور لوگوں کی عداوت تم کو اس جرم کا باعث نہ ہو کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو کہ شیوہ انصاف پرہیزگاری سے قریب تر ہے۔ |

یا یہ کہ اللہ تعالےٰ کے لئے اٹھ کھڑے ہونے سے اعراض کرتا ہے۔ یا عدل و انصاف سے اعراض کرتا ہے۔ یا جُبن و بُزدلی اور فشل کی وجہ سے۔ یا خذلان دین کی غرض سے اجتناب کرتا ہے جیسا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ اس کے دین اس کی کتاب کے تارک کیا کرتے ہیں۔ جب ایسے لوگوں سے کہا جاتا ہے اٹھو، چلو اللہ کی راہ میں جہاد کرو تو وہ زمین پر چپک کر رہ جاتے ہیں۔ بہر تقدیر ایسے لوگ عقوبت و سزا کے مستحق ہیں۔ اور تمام علمار اس پر متفق ہیں۔

جو لوگ اس راہ پر گامزن ہیں وہ حدود خداوندی کو معطل و بیکار کر رہے ہیں اور خدا کے بندوں کے حقوق ضائع کر رہے ہیں، اور اپنے قوی اور طاقتوں کو ضعیف کر رکھا ہے، یہ اس شخص کے مشابہ ہیں جس کے پاس کسی ظالم مماطل کا مال ہے۔ اور وہ حاکم عادل کو دینے سے انکار کرتا ہے۔ حاکم عادل اپنا دینی فرض ادا کرنا چاہتا ہے۔ اس پر واجب نان و نفقہ ہے اسے ادا کرنا چاہتا ہے۔ مثلاً اہل و عیال اقربار اور غلاموں۔ چوپایوں قریب کے رشتہ داروں پر جن کا نان و نفقہ اس پر واجب ہے۔ اور مثلاً قاتل کے رشتہ داروں پر دیت واجب ہے اسے وصول کرنا۔ یہ اور اس قسم کے بہت سے حقوق پر حاکم عادل خرچ کرنا چاہتا ہے اور یہ اس سے منع کرتا ہے۔ روکتا ہے، پس اس قسم کی تعزیر و عقوبت اس شخص کو دی جائے جس کے متعلق معلوم ہو کہ اس کے پاس ایسا مال۔ یا جان موجود ہے جس کا دینا اور حاکم عادل کے سپرد کرنا ضروری ہے۔ لیکن وہ نہیں دیتا اور حاضر نہیں کرتا جیسے کہ قطاع الطریق۔ راہزن۔ ڈاکو۔ اور چور آپس میں ایک دوسرے کی حمایت کرتے ہیں۔ پس ایسے لوگوں کے لئے یہ عقوبت و سزا ہے۔ اور عقوبت و سزا ان لوگوں کے لئے ہے،

جن کے متعلق معلوم اور ثابت ہو کہ وہ اس قسم کے مال کو یا جان کو وہ جانتے ہیں۔ کہ کہاں رکھا ہوا ہے۔ اور کہاں چھپا ہوا ہے؟

لیکن اگر وہ اس لئے خبر نہیں دیتا۔ یا حاضر نہیں کرتا کہ خود طالب اس پر تعدی اور ظلم کرے گا تو ایسا شخص محسن ہو گا۔ اور وہ نیک کام کر رہا ہے۔ لیکن اس کا امتیاز مشکل اور دشوار ہے کہ ناجائز حمایت کونسی ہے۔ اور ظلم و تعدی سے بچنے کے لئے حمایت کی جاتی ہے وہ کونسی۔ شبہہ اور شہوت دونوں جمع ہوتے ہیں اور دونوں کا امکان موجود ہے۔ اس وقت حاکم کا فرض ہے کہ حق و باطل میں امتیاز حاصل کرے۔ اور اکثر ایسا رؤسا دیہات اور شہر کے امراء میں ہوتا ہے۔ جب کوئی پناہ گیر ان کے پاس پہنچتا ہے اور پناہ مانگتا ہے یا کوئی قرابتدار پناہ مانگتا ہے یا کوئی دوست واحباب میں سے پناہ چاہتا ہے تو ان کی آگ حمیت بھڑک اٹھتی ہے، اور حمیت جاہلیہ۔ اور اوباش لوگوں میں عزت و رسوخ اس گناہ پر انہیں برانگیختہ اور آمادہ کر دیتا ہے۔ اور وہ ان کی حمایت و نصرت کے لئے آستینیں چڑھا لیتے ہیں۔ اگرچہ وہ ظالم اور مظلوم دونوں کے حقوق پامال کر رہے ہیں۔ خصوصاً جبکہ مظلوم کوئی رئیس و امیر ہو جو ان کے ہم پلہ ہو۔ تو مستجیر و پناہ گیر کو سپرد کرنا اپنے لئے عار اور موجب غیرت سمجھتے ہیں۔ اور اپنی ذلت و توہین تصور کرتے ہیں اور یہ سمجھنا اور ایسا تصور کرنا علی الاطلاق جاہلیۃ محض ہے، اور ایسے لوگ ہی دین و دنیا کے فساد اور تباہی و بربادی کا بڑے سے بڑا سبب ہیں اور کہا گیا ہے جاہلیت کی اکثر لڑائیاں اسی سبب سے ہوئی ہیں۔ مثلاً حرب البسوس جو بنی بکر اور بنی تغلب میں ہوئی اس قسم کے تعصب اور اسی قسم کی عصبیت کی وجہ سے ہوئی ہے[1]۔ اور اسی قسم کی عصبیت جاہلیت تھی جس کی وجہ سے ترک، تاتاری دار الاسلام میں

---

[1] بکر اور تغلب دو بڑے خاندانوں کے نام ہیں ان دو قبیلوں میں یہ لڑائی ہوئی تھی۔ اس کو حرب بسوس کہتے ہیں۔ کلیب وائل ابن ربیعہ اپنے قبیلے میں بڑے رعب داب کا آدمی تھا۔ ایک دن اس نے دیکھا کہ کسی غیر کی ایک اونٹنی اسکے اونٹوں میں چر رہی ہے۔ یہ اونٹنی ایک مہمان کی تھی جو بسوس بنت منقذ تمیمیہ کے ہاں مہمان تھا۔ کلیب کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ اس کے اونٹوں میں غیر کی اونٹنی چرے، اس کی چراگاہ میں دوسرے کا اونٹ آجائے۔ فوراً اٹھا اور تیر سے اس کے تھنوں کو زخمی کر دیا۔ اور بھگا دیا۔ جب اونٹنی گھر پر آئی بسوس نے دیکھا کہ وہ زخمی ہے سر پہ ہاتھ رکھ کر چلائی وا ذلاہ افسوس ایسی ذلت۔ بسوس کا چلانا تھا کہ بنو بکر میں ہیجان کی لہر دوڑ گئی۔ ان میں سے ایک شخص مہلہل نے برچھے سے کلیب پر حملہ کر دیا۔ اور اُسے وہیں ڈھیر کر دیا۔ دونوں خاندانوں میں لڑائی برسوں (باقی برصفحہ ۱۹۵)

Marfat.com

داخل ہوئے۔ اور ماوراء النہر۔ اور خراسان وغیرہ کے سلاطین اور بادشاہوں پر غلبہ واقتدار پایا۔ اور یہی عصبیت جاہلیہ تھی جس کی وجہ سے یہ لوگ مسلمانوں کے ملک پر غلبہ واقتدار حاصل کیا اور ان پر بے پناہ مظالم ڈھائے[۱]۔ اور اس قسم کے طبقہ کی مثالیں بہت سی پیش کی جاسکتی ہیں۔ جو

(بقیہ ص۱۹۴) لڑائی چھڑ گئی اور عرصہ تک جاری رہی۔ ۴۹۱ھ سے لے کر ۵۳۰ھ تک خون وخرابہ ہوتا رہا۔ بہت سے بے گناہ طرفین کے اس میں مارے گئے، بہت سے ناکردہ گناہوں کا خون بہا۔ بہت سی روحیں تڑپ تڑپ کر ٹھکانے لگیں بہت سے قبیلے اس سے ضعیف وکمزور ہو گئے۔ اور دیکھا جائے تو بات کچھ نہیں۔ سوائے ظلم وعدوان، بغاوت وغلو اور ناجائز انتقام کی لگن کے۔

حالی مرحوم نے اس کا نقشہ خوب کھینچا ہے۔

وہ بکر اور تغلب کی باہم لڑائی صدی جس میں آدھی انہوں نے گنوائی

قبیلوں کی کر دی تھی جس نے صفائی تھی اک آگ ہر سو عرب میں لگائی

نہ جھگڑا کوئی ملک دولت کا تھا وہ

کرشمہ اک ان کی جہالت کا تھا وہ

بس جس طرح ظلم وعدوان، ناجائز عیش۔ عیاشی۔ عیش کوشی۔ فسق وفجور۔ امتوں۔ قوموں۔ قبیلوں کو برباد کر دیتی ہیں اور انہیں ختم کر کے ان کا نام ونشان مٹا دیتی ہے۔ اسی طرح غفلت، طمع ولالچ۔ اغیار واجانب سے کھیل کرنا اور اپنے ملک میں سیاسی۔ اقتصادی کھیل کھیلنے کے چھوڑ دینا۔ بڑے سے بڑا سبب ہے وطن۔ ملک اور قوم کو ختم کرنے کا۔ فَلْيَتَدَبَّرِ الْمُتَدَبِّرُوْنَ۔ ابو العلاء محمد اسمٰعیل گودھروی کان اللہ لہ

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] دولت عباسیہ کا انجام قابل عبرت ہے جن کی حکومت مشرق ومغرب میں پھیلی ہوئی تھی عرب وعجم، ایران وروم، سندھ وغیرہ جن کے قبضہ میں تھا کرۂ زمین پر جن کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی، یورپ وایشیا میں جن کا اقتدار قائم تھا۔ خلیفہ منصور عباسی۔ ہارون رشید۔ مامون رشید۔ جیسے علم پرور خلفاء گزرے ہیں جنہوں نے دنیا میں علم وحکمت کی بنیادیں قائم کیں۔ جنہوں نے دنیا کو حکومت کرنے کا سلیقہ سکھایا۔ جن کی بدولت یورپ میں علوم پھیلے۔ جن کے عہد میں علماء فضلاء، حکماء ارباب حکمت وفلسفہ بغداد میں جمع ہو گئے۔ جنہوں نے اپنی طویل اور عریض مملکت میں بڑے بڑے دار العلوم اور بڑی بڑی یونیورسٹیاں قائم کیں۔ جن کا عہد اتنا روشن تھا کہ بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا بھر کے استاد تھے۔ جن کی طاقت۔ عظمت وشوکت کا سکہ ساری دنیا پر تھا۔ یوں عصبیت جاہلیت کا شکار بن کر رہ گئے۔ دین وشریعت کو چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کی۔ ان کی فوجوں اور لشکروں میں حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی سنی اور شیعہ جمع تھے۔ ان میں مذہبی عصبیت (باقی بر ص۱۹۶)

Marfat.com

شخص اللہ کے لئے اپنی جان کو ذلیل کرتا ہے اللہ تعالےٰ اسے عزت دیتا ہے جو شخص حق وانصاف کرتا ہے اور اپنی جان کو ہیچ سمجھتا ہے، اسے اللہ تعالےٰ عزت واکرام سے نوازتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک اکرم الخلق وہ ہے جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے۔ اور جو شخص ظلم وجور کے ذریعہ عزت حاصل

---

(بقیہ صفحہ ۱۹۵) اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ ایک ان میں دوسرے کو لاشئی محض سمجھتا تھا۔ بلکہ وہی حالت تھی جو عہد نبوی میں یہود ونصاریٰ کی تھی۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارٰى عَلٰى شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ (بقرہ ع ۱۴)

اور یہود کہتے ہیں نصاریٰ کا مذہب کچھ نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں یہود کا مذہب کچھ نہیں حالانکہ وہ دونوں فریق کتاب الٰہی کے پڑھنے والے ہیں۔

ان میں ہر فریق دوسرے فریق کو کھائے جاتا ہے۔ فوج سے لے کر شہر کی مساجد تک یہ مرض پھیلا ہوا تھا اور عصبیت مذہبی کی بنا پر آپس میں دست وگریبان تھے۔ آپس میں تلواریں چلتی تھیں۔ شیعہ اپنی فکر میں تھے کہ وقت سے فائدہ اٹھا کر اپنی خلافت قائم کریں۔ عباسی خلافت کا وزیر اعظم ابن علقمی شیعہ تھا عصبیت جاہلیہ کو کام میں لاکر چنگیز خاں کو عباسی حکومت کے خلاف دعوت دی۔ عباسی حکومت پہلے ہی سے عصبیت جاہلیہ میں پھنس چکی تھی۔ مسلمانوں کی قوت منتشر ہو چکی تھی۔ تاتاری بھیڑیئے دوڑ پڑے اور دار السلام بغداد میں خون کی ندیاں بہا دیں تقریباً ڈیڑھ لاکھ مسلمانوں کو قتل کے گھاٹ اتار دیا۔ ان میں زیادہ تر علماء، فضلاء، امراء، رؤساء، سپہ سالار تھے۔ غرض! باہمی چپقلش اور مذہبی عصبیت بُری طرح کام کر رہی تھی۔ ادھر خوارزم شاہ۔ اور خلفاء عباسیہ میں باہم رنجش چل رہی تھی۔ ہندوستان، افغانستان اور غور پر خاندان غوری حکومت کر رہا تھا۔ مصر میں فاطمی خاندان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھ ختم ہو رہا تھا۔ ادھر تاتاری درندوں، اور خوارزم شاہ میں چل پڑی۔ تاتاری بھیڑیئے ممالک اسلامیہ پر چڑھ دوڑے۔ ممالک اسلامیہ، ایشیاء، اور مشرقی یورپ تمام پر قبضہ جما لیا۔ بغداد پر اس زور کا حملہ کیا اور قتل عام شروع کر دیا۔ کہ الامان والحفیظ۔ اس طرح ایک بہت بڑی مملکت تباہ وبرباد ہو گئی اور عصبیت جاہلیہ کی وجہ سے تباہ وبرباد ہوئی۔ حالی مرحوم نے مختصر الفاظ میں اس کے انجام کا خاکہ کھینچ دیا ہے۔

وہ بلدہ کہ فخر بلاد جہاں تھا — تر وخشک پر جس کا سکہ رواں تھا
گڑا جس میں عباسیوں کا نشاں تھا — عراق وعرب جس سے رشک جناں تھا
اڑا لے گئی باد پندار جس کو — بہالے گئی سیل تاتار جس کو

آہ۔ آہ۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ۔

(باقی بر صفحہ ۱۹۷)

کرنا چاہتا ہے۔ اور حق کو پامال کرتا ہے۔ وہ گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اسے ذلیل کرتا ہے۔ وہ خود اپنے کو ذلیل وخوار کرتا ہے۔ اپنی جان کو رسوا کرتا ہے۔ اپنی توہین خود کر رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

(بقیہ ص۱۹۶) وہ خلافت کبریٰ جس کی بنیاد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں رکھی تھی وہ خلافت کبریٰ جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر بن الخطابؓ نے "سروری در دین ما خدمت گریست" کے اصول پر چلائی، وہ خلافت جس کی تعمیر کتاب و سنت پر ہوئی تھی، وہ خلافت جس کیلئے آسمان سے دستور بن کر اترا۔ وہ خلافت جس نے آدھی صدی سے کم میں آدھی دنیا پر قبضہ کر لیا۔ اور پوری دنیا سے اپنا اقتدار منوالیا۔ وہ خلافت جس نے ہر طرف امن وچین پھیلا دیا۔ وہ خلافت جسے دنیا کی قومیں امن وراحت کا گہوارہ سمجھتی تھیں۔ وہ خلافت جس نے اخوت و مساوات ہمدردی اخدا ترسی خدا پرستی، عدل وانصاف کو زندہ کیا۔ وہ خلافت جو نوع انسانی کے لئے سراسر رحمت تھی۔ وہ خلافت جو دنیا وعقبیٰ، مبدار ومعاد کی اصلاح کی کفیل تھی۔ وہ خلافت جس نے عرب کے قبائل کو شیر وشکر کر کے رکھ دیا۔ وہ خلافت جس پر فرشتے بھی رشک کرتے تھے، اس طرح برباد ہوگئی۔ حالی مرحوم نے اس خلافت کا نقشہ کس عمدگی سے کھینچا ہے۔

اگر اختلاف ان میں باہم دگر تھا — تو بالکل مدار اس کا اخلاص پر تھا
جھگڑتے تھے لیکن نہ جھگڑوں میں شر تھا — خلاف آشتی سے خوش آیندہ تر تھا

یہ تھی موج پہلی اس آزادگی کی
ہرا جس سے ہونے کو تھا باغ گیتی

نہ کھانوں میں تھی واں تکلف کی کلفت — نہ پوشش سے مقصود تھی زیب زینت
امیر اور لشکری کی تھی ایک صورت — فقیر اور غنی سب کی تھی ایک حالت

لگایا تھا مالی نے اک باغ ایسا
نہ کوئی تھا چھوٹا بڑا کوئی پودا

خلیفہ تھے امت کے ایسے نگہبان — ہو گلے کا جیسے نگہبان چوپان
سمجھتے تھے ذمی ومسلم کو یکسان — نہ تھا عبد وحر میں تفاوت نمایان

کنیز اور بانو تھی آپس میں ایسی
زمانے میں ماں جائی بہنیں ہوں جیسی

رہ حق میں تھی دوڑ اور بھاگ ان کی — فقط حق پہ تھی جس سے تھی لاگ ان کی
بھڑکتی نہ تھی خود بخود آگ ان کی — شریعت کے قبضے میں تھی باگ ان کی

جہاں کر دیا نرم نرما گئے وہ!
جہاں کر دیا گرم گرما گئے وہ

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ۔

ابو العلاء محمد اسمٰعیل گودھروی کان اللہ لہٗ

مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰہِ الْعِزَّةُ جَمِیْعًا ط (فاطر ع۲)

جو شخص عزت کا خواہاں ہے تو عزت ساری خدا کے لئے ہے۔

اور منافق لوگوں کے متعلق خدا کا ارشاد ہے۔

یَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَی الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ط وَ لِلّٰہِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِہٖ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ٥ (منافقون ع۱)

یہ منافق کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینے لوٹ کر گئے تو عزت والا ذلیل کو وہاں سے نکال باہر کرے تو سہی۔ حالانکہ اصل عزت اللہ کی اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کی ہے مگر منافق اس بات سے واقف نہیں۔

اور اسی قسم کے لوگوں کے متعلق خدا کا ارشاد ہے۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ یُشْهِدُ اللّٰہَ عَلٰی مَا فِیْ قَلْبِہٖ وَ هُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ٥ وَ اِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَ یُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ ط وَ اللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ ٥ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰہَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ط وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ ٥ (بقرہ ع۲۵)

اے پیغمبر! بعض آدمی ایسے بھی ہیں جن کی باتیں تم کو دنیا کی زندگی میں بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ اور وہ اپنی دلی ارادت پر خدا کو گواہ بناتے ہیں۔ حالانکہ وہ تمہارے دشمنوں میں سب سے زیادہ جھگڑالو ہیں اور وہ جب لوٹ کر جائے تو ملک کو کھوندمارے تاکہ اس میں فساد پھیلائیں اور کھیتی باڑی کو اور آدمیوں اور جانوروں کی نسل کو تباہ کرے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ اور جب انسے کہا جائے کہ خدا سے ڈرو تو شیخی دامنگیر ہو کر ان کو گناہ پر آمادہ کرے پس ایسے نابکاروں کو بس جہنم کافی ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔

پس واجب اور لازم ہے کہ جس کے پاس مستجیر اور پناہ گیر پناہ کے لئے آئے وہ دیکھ لیوے اور تحقیق کر لیوے کہ واقع میں وہ مظلوم ہے۔ اگر مظلوم ہے تو پناہ دیوے، اور مظلوم ہونا صرف دعوےٰ کرنے سے کہ میں مظلوم ہوں ثابت نہیں ہوتا بسا اوقات ایک شخص ظالم ہوتا ہے اور وہ اپنے کو مظلوم بناتا ہے۔ اس لئے خصم سے دریافت کرے۔ دوسروں سے معلوم کرے اور پوری تحقیق کرے۔ اگر تحقیق سے ثابت ہو کہ واقع میں وہ مجرم ہے۔ ظالم ہے تو حکومت کے

Marfat.com

سپرد کرے۔ اور ظلم سے اُسے روکے۔ خُلق اور نرمی سے سمجھا بجھا کر راہ راست پہ لائے۔ اور اگر صلح ممکن ہو دونوں میں صلح و آشتی کرا دیوے۔ اگر عدل و انصاف کے ساتھ حکم و منصف کے ذریعہ فیصلہ ممکن ہو تو اس کی کوشش کی جائے۔ اگر یہ سب کچھ ممکن نہیں ہے تو قوت و طاقت سے کام لیوے۔

اگر معاملہ ایسا ہے کہ دونوں فریق ظالم ہیں اور دونوں مظلوم بھی ہیں۔ جس طرح کہ نفس پرست خواہشات کے پجاری ہوا کرتے ہیں۔ جیسے کہ قیس و لمن کے قبیلے۔ اور اکثر شہری اور دیہاتی دعویدار ایسے ہی ہوتے ہیں۔

یا دونوں فریق ظالم نہیں ہیں۔ بلکہ کسی شبہہ یا تاویل یا غلطی کی وجہ سے باہم اُلجھ گئے ہیں اگر ایسا ہے تو اس کی اصلاح کرے۔ یا حکم بنا کر فیصلہ کر لیوے جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

(حجرات ع ۱)

اور اگر تم مسلمانوں کے دو فرقے آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو۔ پھر ان میں ایک فرقہ اگر دوسرے پہ زیادتی کرے تو جو زیادتی کرتا ہے اس سے تم لڑو یہاں تک کہ وہ حکم خدا کی طرف رجوع لائیں۔ پھر جب رجوع لے آئے تو فریقین میں برابری کے ساتھ صلح کرا دو۔ اور انصاف کو ملحوظ رکھو۔ بے شک اللہ انصاف کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے۔ مسلمان تو بس آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں میل جول کرا دیا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اور اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ

ان لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر نہیں۔ مگر ہاں جو خیرات یا نیک کاموں میں یا لوگوں میں میل جول کی صلاح دے۔ اور جو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے ایسے نیک کام کریگا تو ہم اسکو

Marfat.com

نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ (ن ا ، ع ۱۷) بڑا ثواب عطا فرمائیں گے۔

اور ابو داؤد اپنی سنن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں۔ آپ سے کہا گیا کیا یہ بھی عصبیت جاہلیہ ہے کہ ایک شخص حق بات پر اپنی قوم اور قبیلے کی نصرت واعانت کرے؟ آپ نے فرمایا لَا۔ نہیں۔ اور فرمایا۔

وَلٰكِنَّ مِنَ الْعَصَبِيَّةِ اَنْ يَّنْصُرَ الرَّجُلُ قَوْمَهٗ فِي الْبَاطِلِ۔ عصبیت یہ ہے کہ آدمی باطل میں اپنی قوم کی اعانت و امداد کرے۔

(رواہ ابو داؤد)

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

خَيْرُكُمُ الدَّافِعُ عَنْ قَوْمِهٖ مَالَمْ يَاثَمْ۔ تم میں بہترین آدمی وہ ہے جو اپنی قوم کی مدافعت کرے اور اس میں وہ گنہگار نہ ہو۔

پھر آپ نے فرمایا:۔

مَثَلُ الَّذِيْ يَنْصُرُ قَوْمَهٗ بِالْبَاطِلِ كَبَعِيْرٍ تَرَدّٰى فِيْ بِئْرٍ فَهُوَ يُجَرُّ بِذَنَبِهٖ۔ جو شخص باطل پر اپنی قوم کی مدد کرتا ہے وہ مثل اس اونٹ کے ہے جو کوئیں میں گر پڑا اور اپنی دم ہلا رہا ہے۔

اور آپ نے فرمایا:۔

مَنْ سَمِعْتُمُوْهُ يَتَعَزّٰى بِعَزَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَعِضُّوْهُ هَنَّ اَبِيْهِ وَلَا تَكْنُوْا۔ جس شخص کے متعلق تم سنو کہ اس نے جاہلیت کا جھنڈا بلند کیا ہے تو اسے جڑ بن سے اکھاڑ پھینکو کہ وہ پھولنے پھلنے نہ پائے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ بات جو دعوت اسلام اور دعوت قرآن سے خارج ہے۔ اب خواہ وہ نسب کے اعتبار سے ہو۔ شہر اور آبادی کے لحاظ سے ہو۔ یا جنس اور قوم۔ یا مذہب کے اعتبار سے ہو۔ یا کسی دوسرے اعتبار سے ہو۔ جاہلیت ہے اور جو ایسا کرتا ہے وہ جاہلیت کا جھنڈا لے کر کھڑا ہوتا ہے۔ بلکہ ایسا ہے جیسا کہ دو آدمی مہاجر اور انصار میں باہم لڑ پڑے تو مہاجر پکار اٹھا يَا لَلْمُهَاجِرِيْنَ! اور انصاری پکار اٹھا يَا لَلْاَنْصَارِ! اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہنا پڑا:۔

Marfat.com

| | |
|---|---|
| أَبِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ۔ | کیا تم دعوائے جاہلیت لے کر کھڑے ہو گئے۔ اور ابھی تو میں تمہاری پشت پر ہوں۔ |

اور آپ ان پر سخت ناراض ہوئے اور غصہ کا اظہار فرمایا۔

Marfat.com

# تیرھویں فصل کے مضامین

## چور کی چوری کی شہادت۔ یا اس کے اقرار سے ثابت ہو جائے تو بلا تاخیر قید میں نہ رکھتے ہوئے اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ فدیہ وغیرہ لے کر نہ چھوڑا جائے۔

چور کا ہاتھ کاٹنا واجب ہے۔ اور یہ کتاب اللہ۔ کتاب الرسول اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

(مائدہ ع ۶)

مسلمانو! مرد چوری کرے تو، اور عورت چوری کرے تو ان دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ یہ تعزیر خدا کی جانب سے قرار پائی ہے اور اللہ زبردست واقف ہے تو جو اپنے قصور کے بعد توبہ کر لیوے اور سنوار دے تو اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

جب شہادت۔ گواہوں یا اس کے اقرار سے چوری ثابت ہو جائے تو اس پہ حد جاری کرنے میں کسی قسم کی تاخیر جائز نہیں۔ نہ اسے قید میں رکھا جائے۔ نہ کسی قسم کا فدیہ لے کر اسے چھوڑا جائے۔ اور خاص و معظم وقت میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ کیونکہ حد قائم کرنا عبادات میں داخل ہے۔ جیسا کہ جہاد فی سبیل اللہ عبادات میں داخل ہے۔ اور یہی سمجھا جائے کہ حد جاری کرنا بندوں کے حق میں ایک بہت بڑی رحمت و رافت ہے، پس والی اور حاکم حد جاری کرنے میں سخت گیر ہونا چاہئے کہ وہ کسی قسم کی رحمت و رافت سے کام نہ لیوے۔ اور حد کو معطل نہ کرے۔ اور اس کا قصد و ارادہ یہ ہونا چاہئے کہ میں حد اس لئے جاری کر رہا ہوں کہ یہ مخلوق خدا پر رحمت و رافت ہے۔ اور منکرات سے لوگوں کو روک رہا ہوں[1]۔ غصہ کی آگ بجھانا۔ مخلوق خدا پر اپنی بڑائی اور بلندی جتانا مقصود نہ ہو

---

[1] آج دنیا کا ذہن یہ سمجھ رہا ہے کہ چوری میں ہاتھ کاٹنا سخت ترین سزا ہے۔ لیکن حقیقت (باقی برصفحہ ۲۰۳)

جس طرح کہ باپ اپنے بیٹے کو ادب دیتا ہے۔ ادب سکھاتا ہے۔ اگر وہ اپنے لڑکے لڑکی کی تادیب سے اپنے کو باز رکھتا ہے۔ اور اس کی ماں کے حوالہ کر دیتا ہے۔ اس کی ماں رقت نفس، اور رافت قلب کی وجہ سے ایسا برتاؤ کرتی ہے کہ لڑکا بالکل خراب ہو کر رہ جاتا ہے۔ باپ اسکو ادب سکھاتا ہے۔ اس کی اصلاح چاہتا ہے۔ اور یہ عین رحمت و رافت ہوتی ہے۔ لڑکے کی اصلاح ہوتی ہے۔ اس کی عین خواہش ہوتی ہے۔ کہ اس کی تادیب ایسی ہو جائے کہ پھر کبھی وہ سر نہ اٹھائے اور دوسری مرتبہ ادب سکھانے کی ضرورت نہ رہے۔

اور بمنزلہ اس طبیب کے ہے جو مریض کو کریہہ اور کڑوی دوا دیتا ہے۔ یا بمنزلہ اس عضو کے ہے جو سڑ رہا ہے۔ اور اسے کاٹنے سے وہ خود بچ جاتا ہے۔ یا بمنزلہ پچھنے لگانے کے ہے کہ رگوں کو اس لئے زخمی کیا جاتا ہے کہ اسے آرام ملے۔ یا بمنزلہ فصد کھولنے کے ہے بلکہ بمنزلہ اس انسان کے ہے جسے کریہہ اور کڑوی دوا پلانے کے لئے مشقت برداشت کی جاتی ہے، یہ سب کچھ اس لئے کیا جاتا ہے کہ مریض کو شفا اور آرام ملے اور اسے راحت میسر آئے۔ یہی حال حدود جاری اور قائم کرنے کا ہے۔ محدود کو راحت ملے۔ حدود مشروع اسی لئے کی گئی ہیں کہ محدود کو دنیا و عقبیٰ میں آرام و راحت میسر آئے۔

حدود جاری کرنے میں والی اور حاکم کی نیت، ارادہ اور قصد یہی ہونا چاہئے کہ رعایا کی اصلاح

---

(بقیہ ص۲۰۲) اس کے بالکل برعکس ہے۔ جس آبادی میں چوری ہو وہاں ایک دو آدمیوں کے ہاتھ کاٹے گئے کہ ساری آبادی کو امن ہو گیا۔ کوئی بھی چوری نہیں کریگا۔ تو یہ ہاتھ کاٹنا بندگان خدا کے لئے عین رحمت ہے، بخلاف اس کے کہ آجکل جو سزا بھی چور کو دی جاتی ہے وہ ایسی ہے کہ جرم بڑھتا اور ذوق گناہ بالی سزا کے بعد" لیکن شریعت اسلام نے جو سزا اور جو حد مقرر کی ہے اس کے بعد چوری ہو ہی نہیں سکتی۔ خدا بھی راضی مخلوق بھی خوش۔ اور اگر حد کی حقیقت اُسے معلوم ہو جس پر یہ حد جاری کی گئی تو وہ بھی خوش۔ کہ آخرت کی سخت ترین سزا سے اسے امن مل گیا۔ متقی۔ و پرہیز گار بن گیا۔ اور ساری مخلوق کو آرام مل گیا۔

غرض یہ کہ شرعی حدود کے اندر بڑی برکت بڑی خیر ہے۔ دنیا اور آخرت دونوں بن جاتے ہیں۔ خدا تعالےٰ دنیا کو سمجھ دیدے کہ وہ اس مسئلہ پر غور کرے۔ اور دنیا کو امن ملے ایسا کریں۔ کم از کم اسلامی ممالک تو شرعی پیروی میں گامزن ہو جائیں اور حد کی برکتیں مشاہدہ کریں۔

(ابو العلاء محمد اسمٰعیل گودھروی کان اللہ لہ)

Marfat.com

ہو۔ اور منکرات سے روکا جائے۔ مخلوق خدا کے لئے جلب منفعت اور دفع مضرت مقصود ہو، اور حق سبحانہٗ و تعالےٰ سے حدود قائم اور جاری کرنے میں خدا کی رضامندی و رضا جوئی۔ اور وجہ اللہ کا قصد و ارادہ رکھے۔ اس کے حکم کی اطاعت و پیروی کا قصد و ارادہ رکھے۔ کہ اللہ تعالےٰ مخلوق کے قلوب کو نرم کر دیوے اور محدود کے لئے اسباب خیر جمع کر دیوے اس کے لئے جو عقوبت و سزا، اور شرعی حد قائم کی گئی وہ اس کے لئے کافی ہو۔ وہ اس سے راضی رہے، کہ اس کی تطہیر ہو رہی ہے۔ ایسا سمجھنا اور اس طرح حد کا جاری اور نافذ ہونا خدا کا عین فضل و کرم ہے۔

جب اس کی نیت خراب ہو اس کی غرض علو اور بڑائی اور اپنی ریاست و حکومت قائم کرنا چاہے۔ لوگ اسے بڑا سمجھیں۔ اس کی اطاعت کے سامنے لوگ سربسجود ہو جائیں۔ اس کے قصد و ارادہ کے بموجب مال دیویں، اور ہر طرح کا ایثار کریں۔ تو معاملہ بالکل برعکس ہو جاتا ہے۔ اس کے اصل مقصد سے بہت دور ہو جاتا ہے۔ اور سراسر حد جاری کرنے کے مقصد میں وہ خلاف راہ اختیار کرتا ہے۔

اور روایت کی گئی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلافت پر مامور ہونے سے پہلے مدینہ طیبہ میں ولید بن عبدالملک کے نائب تھے رعایا اور عوام کی سیاست و اصلاح بہت اچھی کرتے تھے۔ حجاج بن یوسف عراق سے مدینہ طیبہ پہنچا، عراق میں یہ بڑا عذاب اور سختی دیکھ کر آیا ہوا تھا۔ مدینہ طیبہ کے باشندوں کو اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے متعلق پوچھا کَيْفَ هَيْبَتُهُ فِيْكُمْ ؟ اس کی ہیبت تم میں کیسی ہے؟ لوگوں نے کہا ان کی ہیبت کا کیا پوچھنا، ہم ان کی طرف نگاہ بھر کے دیکھ بھی نہیں سکتے۔ حجاج نے پوچھا کَيْفَ مَحَبَّتُكُمْ لَهٗ ؟ اس سے تمہیں محبت کیسی ہے؟ لوگوں نے جواب دیا هُوَ اَحَبُّ اِلَيْنَا مِنْ اَهْلِنَا وہ ہمیں ہماری اہل و عیال سے زیادہ محبوب ہیں۔ حجاج نے پوچھا فکیف ادبہ فیکم وہ تمہیں ادب کیسے سکھاتے ہیں؟ تو انھوں نے کہا۔ تین کوڑوں سے لے کر دس کوڑوں تک ادب سکھانے کے لئے مارا کرتے ہیں۔ حجاج نے کہا یہ محبت، یہ ہیبت اور یہ ادب آسمان سے اتری ہوئی ہے۔ خدا کا حکم یہی ہے۔

جب ہاتھ کاٹا جائے فوراً گرم تیل میں سینک دیا جائے[1] اور مستحب یہ ہے کہ اس کی گردن میں

---

[1] آجکل دوسری دواؤں سے کام لیا جاتا ہے مقصد یہ ہے کہ خون بند ہو جائے اور وہ ہلاک نہ ہو۔ (ابو العلاء)

Marfat.com

لٹکا دیا جائے۔ اگر دوسری مرتبہ چوری کرے تو اس کا بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے۔ اور اگر تیسری مرتبہ چوری کرے تو صحابہ اور بعد کے علماء میں اختلاف ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں تیسری اور چوتھی مرتبہ میں بایاں پاؤں اور دایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ یہ قول حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا ہے، اور مذہب شافعیؒ اور ایک روایت میں امام احمدؒ کا بھی یہی قول ہے۔ دوسرا قول امام احمدؒ کا یہ ہے کہ اسے قید کر دیا جائے۔ اور یہ قول حضرت علی رضؓ اور کوفیوں کا ہے۔ اور ایک قول امام احمدؒ کا بھی یہی ہے۔

ہاتھ اس وقت کاٹا جائے جبکہ چوری کا نصاب پورا ہو۔ اور وہ ایک چوتھائی دینار یا تین درہم ہے۔ جمہور علماء اہل حجاز۔ اور اھل حدیث کا یہی مسلک ہے۔ مثلاً امام مالکؒ، امام شافعیؒ امام احمدؒ وغیرہ اور بعض علماء کا قول ہے، قطع ید یعنی ہاتھ کاٹنے کا نصاب ایک دینار، یا دس درہم ہے۔ اور صحیحین کے اندر حضرت ابن عمر رضؓ سے روایت ہے وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے مجن (ڈھال) کی چوری میں جس کی قیمت تین درہم تھی ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ اور مسلم کے الفاظ یہ ہیں۔

قَطَعَ سَارِقًا فِي مِجَنٍّ قِيمَتُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ۔ (رواہ مسلم)

آپ نے ایک چور کا ہاتھ کاٹا ایک مجن (ڈھال) کی چوری میں جس کی قیمت تین درہم تھی۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

قُطِعُ الْيَدُ فِي رُبُعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا۔

چوتھائی دینار، یا اس سے زائد میں ہاتھ کاٹا جائے۔

مسلم کی روایت یہ ہے:۔

لَا تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ إِلَّا فِي رُبُعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا۔

چور کا ہاتھ اس وقت تک نہ کاٹا جائے جب تک کہ ربع دینار یا زائد نہ چرائے۔

بخاری کی ایک روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

اِقْطَعُوا فِي رُبُعِ دِينَارٍ۔ وَلَا تَقْطَعُوا فِيمَا دُونَ مِنْ ذَالِكَ۔

(رواہ البخاری)

ربع دینار میں ہاتھ کاٹو اس سے کم میں نہ کاٹو۔

Marfat.com

اس وقت ربع دینار کی قیمت تین درہم کے برابر ہوا کرتی تھی۔ اور دینار کی قیمت بارہ درہم ہوا کرتی تھی۔

اور چور کو اس وقت تک چور نہیں کہا جاتا تھا کہ مال حفاظت میں رکھا ہوا نہ چرائے جو مال کہ ضائع شدہ ہے یا جنگل میں بلا احاطہ اور چار دیواری کے اس میں درخت لگے ہیں۔ اور اس پر سے پھل پھول لئے جائیں۔ یا جو چوپایہ بغیر چوپان کے ہو۔ اس کے مثل میں ہاتھ نہ کاٹا جائے لیکن لینے والے کے لئے تعزیر ضرور ہوگی۔ اور دوچند نقصانی دلوائی جائے گی۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔

اور اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ زیادتی کتنی دلوائی جائے۔ اور یہی قول امام احمدؒ وغیرہ کا ہے۔ حضرت رافع بن خدیج رضؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ آپ فرماتے تھے:۔

لَا قَطْعَ فِي ثَمَرَةٍ وَلَا كَثَرٍ۔ (رواہ اہل السنن) — پھل میں اور کچی کھجور میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

اور عمرو بن شعیبؒ عن ابیہ عن جدہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے قبیلہ بنی مزینہ کے ایک آدمی کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھتے سُنا ہے۔ يَا رَسُولَ اللّٰهِ جِئْتُ اَسْئَلُكَ عَنِ الضَّالَّةِ مِنَ الْاِبِلِ۔ میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ سے گم شدہ اونٹ کے متعلق پوچھوں۔

آپ نے فرمایا:۔

مَعَهَا حِذَاءُهَا وَسِقَاءُهَا تَاْكُلُ الشَّجَرَةَ وَتَرِدُ الْمَاءَ حَتّٰى يَاْتِيَهَا بَاغِيْهَا۔ — اس کے ساتھ اس کے کھانے پینے کا سامان موجود ہے۔ درخت کھائیگا اور پانی پر اترے گا۔ اسے چھوڑ دو تاکہ اسکو ڈھونڈنے والا اس تک آجائے

اس نے کہا۔

فَالضَّالَّةُ مِنَ الْغَنَمِ۔ — گم شدہ بکری کے متعلق کیا ارشاد ہے؟

آپ نے فرمایا۔

لَكَ اَوْ لِاَخِيْكَ اَوْ لِلذِّئْبِ تَجْمَعُهَا حَتّٰى يَاْتِيَهَا بَاغِيْهَا۔ — تیرے لئے ہوگا۔ یا تیرے بھائی کے لئے۔ یا بھیڑیئے کے لئے۔ اسے تم لے لو تاآنکہ اس کا تلاش کرنے والا آجائے۔

Marfat.com

اس نے کہا۔

فَالْحَرِيْسَةُ الَّتِيْ تُؤْخَذُ مِنْ رَاتِعِهَا — حریسہ جو چرواہے سے لیا جائے؟

آپ نے فرمایا:۔

فِيْهَا ثَمَنُهَا مَرَّتَيْنِ وَضَرْبُ نَكَالٍ وَمَا اُخِذَ مِنْ عَطَنِهٖ فَفِيْهِ الْقَطْعُ إِذَا بَلَغَ مَا يُؤْخَذُ مِنْ ذَالِكَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ۔ — حریسہ میں دوچند قیمت اور تعزیر کی جائے اور جو اون اس سے لی جائے تو دیکھا جائے اگر وہ ڈھال کی قیمت کو پہنچے تو اس میں ہاتھ کاٹا جائے۔

اس نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اگر پھل پھول لئے ہوں تو؟

آپ نے فرمایا۔

مَنْ اَخَذَ مِنْهَا بِفَمِهٖ وَلَمْ يَتَّخِذْ خُبْنَةً فَلَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنِ احْتَمَلَ فَعَلَيْهِ ثَمَنُهٗ مَرَّتَيْنِ وَضَرْبُ نَكَالٍ۔ وَمَا اُخِذَ مِنْ اِجْرَانِهٖ فَفِيْهِ الْقَطْعُ إِذَا بَلَغَ مَا يُؤْخَذُ مِنْ ذَالِكَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ وَمَا لَمْ يَبْلُغْ ثَمَنَ الْمِجَنِّ فَفِيْهِ غَرَامَةُ مِثْلَيْهِ وَجَلَدَاتُ نَكَالٍ۔ (رواہ اہل السنن) — جس شخص نے ان میں سے اپنے منہ کیا۔ اور خوشہ نہیں لیا تو اس پر کچھ نہیں۔ اور اگر کچھ اپنے ہمراہ لے گیا تو دوچند قیمت اور تعزیر ہوگی۔ اور جو بڑا خوشہ لے گیا تو اگر وہ ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے تو ہاتھ کاٹا جائے۔ اور اگر ڈھال کی قیمت کو نہیں پہنچتا تو دوچند نقصانی دلوائی جائے۔ اور اس پر کوڑوں کی تعزیر کی جائے۔

اور اسی بنا پر آپ نے فرمایا ہے:۔

لَيْسَ عَلَى الْمُنْتَهِبِ وَلَا عَلَى الْمُخْتَلِسِ وَلَا الْخَائِنِ قَطْعٌ۔ — لوٹنے والے اور اچکے اور خائن کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔

جیب کترے رومال اور آستینوں سے لے جائیں تو اس میں ہاتھ کاٹا جائے گا اور یہی قول صحیح ہے۔

# چودھویں فصل کے مضامین

## زانی کی سزا۔ محصن زانی کو پتھروں سے رجم کیا جائے تاآنکہ وہ مر جائے۔
## لواطت کی سزا۔ فاعل و مفعول دونوں کو قتل کیا جائے۔

زانی محصن کی سزا رجم ہے تاآنکہ وہ مر جائے جیسا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ماعز بن مالک الاسلمی اور غامدیہ عورت[1] اور بعض یہودیوں کو رجم کرایا تھا۔ اور آپ کے بعد بھی خلفاء راشدین رضؓ

---

[1] ایک صحابی عورت جنہیں حدیث میں غامدیہ کہا گیا ہے۔ اس سے زنا سرزد ہوا۔ کسی کو اس کا خیال اور خبر بھی نہ تھی۔ مگر اسے یقین تھا کہ اللہ تعالے کو میرے گناہ کا علم ہے اور اس کا عذاب دنیا کی ساری تکلیفوں سے سخت ہے۔ یہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض گذار ہوئی مجھ سے ایسا ناپاک جرم ہوگیا ہے۔ مجھے سزا دے کر پاک کرا دیجئے۔ آپ نے کچھ توجہ نہ فرمائی۔ اس نے پھر عرض کیا کہ حضور میں پاگل پنے سے نہیں کہہ رہی ہوں۔ میں ہوش میں ہوں۔ مجھے سنگسار کرا دیجئے۔ تاکہ آخرت کے عذاب سے بچ جاؤں۔ اس نے کہا یہ اندازہ ہے کہ اس زنا سے مجھے حمل بھی ہے۔ حضرت نے سنا تو فرمایا اگر ایسا ہے تو پھر اس وقت تم پر سزا جاری نہیں کی جائے گی۔ بچہ پیدا ہو جانے کے بعد پھر آنا۔

حمل کی مدت پوری ہوگئی تو خدا کی یہ بندی مولود بچہ ہاتھ میں لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا میں فلاں مجرم عورت ہوں۔ اب بچہ پیدا ہوگیا۔ مجھے سزا دلوا کر پاک کرا دیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا ابھی اس بچہ کو تمہارے دودھ کی ضرورت ہے۔ جب بچہ دودھ کا محتاج نہ رہے۔ روٹی کھانے لگ جائے تب آؤ۔ بچہ روٹی چبانے کے قابل ہوگیا تو بچہ کو گود میں لے کر حاضر ہوئی۔ بچہ کے ہاتھ میں ایک روٹی کا ٹکڑا بھی دے رکھا تھا۔ وہ چبا چبا کر کھا رہا تھا۔ اس خدا کی بندی نے عرض کیا۔ حضور میں فلاں مجرم ہوں اب اس بچے کو میرے دودھ کی بھی ضرورت نہیں رہی۔ دیکھ لیجئے روٹی کھا رہا ہے۔

اب اس بچہ کو کسی کے سپرد کرا کر آخرت کے عذاب سے نجات دلایئے۔ چنانچہ اس عورت کو سنگسار کر دیا گیا۔ سنگسار کرنے والوں میں ایک بڑے صحابی بھی تھے۔ ان کی زبان سے کچھ سخت کلمہ اس عورت کے حق میں نکل گیا۔ حضورؐ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے صحابی سے کہا تم نے ایسا کیوں کہا۔ تمہیں کیا خبر اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر سب اہل مدینہ پر تقسیم کی جائے تو سب کی نجات کے لئے کافی ہے۔ اللہ اکبر! کس قدر آخرت کا خیال ہے ؟

(ابو العلاء محمد اسمٰعیل گودھروی)

Marfat.com

اور مسلمانوں نے زنا کی سزا میں رجم کیا ہے۔

علمار کا اس میں اختلاف ہے کہ رجم سے پہلے سو کوڑے لگائے جائیں پھر رجم کیا جائے۔ امام احمد بن حنبل رح کے مذہب میں دو قول ہیں۔ اگر زانی محصن نہیں ہے تو کتاب اللہ سے ثابت ہے کہ اسے سو کوڑے لگائے جائیں۔ اور سنت نبوی سے ثابت ہے کہ سو کوڑوں کے ساتھ ہی سال ایک سال جلا وطن کیا جائے۔ اگرچہ بعض علمار سال بھر جلا وطن کرنا واجب نہیں کہتے۔

زانی پر اس وقت تک حد قائم نہ کی جائے جب تک چار گواہوں کی گواہی اس پہ نہ گذرے۔ یا چار دفعہ خود اقرار نہ کرے۔ اکثر علمار کا یہی مسلک ہے۔ بعض علمار کہتے ہیں چار دفعہ اقرار کی ضرورت نہیں ہے ایک دفعہ اقرار کر لینا کافی ہے۔ اگر کسی نے اقرار کر کے پھر انکار کر دیا۔ تو بعض علمار کا قول ہے کہ حد اس سے ساقط ہو جائے گی۔ اور بعض کہتے ہیں حد ساقط نہیں ہوگی۔

اور محصن اس شخص کو کہیں گے جو حر، آزاد، مکلف ہو اور صحیح نکاح سے اپنی بی بی سے جماع و وطی کر چکا ہو۔ اگرچہ ایک ہی مرتبہ کیوں نہ ہو۔

اور جس سے جماع و وطی کی گئی ہے۔ مذکورہ صفات میں محصن کے مساوی ہے یا نہیں۔ اس میں علمار کے دو قول ہیں۔ عورت مراہقہ ہو اور بالغ مرد سے زنا کیا۔ یا مرد مراہق ہے اور عورت بالغہ ہے۔

اور یہی حکم ذمیوں کا ہے۔ اگر وہ محصن ہیں تو اکثر علمار کے نزدیک رجم کیا جائے گا۔ مثلاً امام شافعی رح امام احمد رح وغیرہ کا یہی مسلک ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد کے دروازے کے سامنے یہودیوں کو رجم کرایا ہے۔ اور اسلام میں یہ پہلا رجم تھا۔

اگر کوئی عورت حاملہ پائی گئی۔ اور اس کا شوہر نہیں ہے۔ اور نہ اس کا سید و آقا ہے۔ اور حمل میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہے۔ تو امام احمد رح وغیرہ کے مذہب میں اس کے بارے میں دو قول ہیں ایک یہ کہ اس پہ حد جاری نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ ہو سکتا ہے زبردستی اس سے زنا کیا گیا ہو۔ اور اس سے یہ حاملہ ہو گئی ہو۔ یا اٹھا کر لے گئے ہوں۔ یا بی بی کے شبہ کی بنا پہ جماع کیا گیا ہو کہ یہ اس کی بی بی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس پہ حد جاری ہوگی۔ اور یہی قول خلفار راشدین رض سے ماثور ہے۔ اور اصول شریعت کے موافق یہی ہے۔ اور یہی مدینہ والوں کا مذہب ہے۔ کیونکہ یہ شاذ و نادر احتمالات ہیں۔ اور شاذ و نادر احتمالات کی طرف توجہ نہیں کی جا سکتی۔ جیسے کہ اس نے اقرار کیا اور وہ اپنے اقرار میں جھوٹا ہو۔ یا گواہوں کی گواہی جھوٹی ہو۔

Marfat.com

لوطی اور لواطت کی سزا۔ بعض علماء کہتے ہیں لواطت کرنے والے پر حد جاری ہوگی۔ اور جو زنا کی حد ہے وہ اس کی حد ہے۔ بعض کہتے ہیں لواطت کی سزا زنا سے کم ہوگی۔

اور صحابہ کرامؓ سب کے سب اس پر متفق ہیں کہ نیچے اور اوپر والے یعنی فاعل و مفعول دونوں کو قتل کر دیا جائے۔ محصن ہوں یا غیر محصن، کیونکہ سنن میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ وَجَدْتُمُوْهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ۔ — جسے تم قوم لوط کا کام کرتے دیکھو تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔

ابوداؤد نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اگر کنوارا لوطی کسی عورت کے ساتھ پایا گیا تو اسے رجم کیا جائے گا۔ اور حضرت علیؓ سے بھی ایسا مروی ہے۔ لیکن دوسرے صحابہ اس کے قتل میں مختلف ہیں۔ لیکن اس کی قسمیں بیان کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اس کو جلانے کا حکم دیتے ہیں۔ اور دوسرے صحابہ کہتے ہیں اسے قتل کیا جائے۔ بعض کہتے ہیں اس پر دیوار گرائی جائے کہ عمارت کے نیچے دب کر وہ مر جائے۔ اور بعض کہتے ہیں اسے ایسی بدبودار اور خراب جگہ میں قید کیا جائے کہ وہ مر جائے۔ بعض کہتے ہیں آبادی میں سب سے اونچی دیوار ہو اس پر سے اُسے گرایا جائے۔ اور پھر اوپر سے پتھر برسائے جائیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے قوم لوط کو سزا دی تھی۔ اور یہ حضرت ابن عباس رضؓ کی ایک روایت میں مذکور ہے۔ اور دوسری روایت حضرت ابن عباسؓ کی یہ ہے کہ اسے رجم کیا جائے۔ اور اکثر سلف کا یہی قول ہے۔ وہ کہتے ہیں اللہ تعالےٰ نے قوم لوط کو رجم کیا۔ اور زانی کی سزا رجم اس کی مشابہت کی بنا پر ہوئی ہے۔ اور فاعل و مفعول دونوں کو رجم کیا جائے۔ خواہ دونوں کے دونوں حر آزاد ہوں یا غلام یا ایک دوسرے کا مملوک ہو۔ جب وہ بالغ ہوں دونوں کی سزا یہی ہوگی۔ لیکن اگر فاعل یا مفعول دونوں میں سے ایک نابالغ ہے تو اسے قتل سے کم سزا دی جائے گی۔ اور بالغ کو قتل کیا جائے گا۔

Marfat.com

# پندرھویں فصل کے مضامین

شراب نوشی کی حد سنت نبوی اور مسلمانوں کے اجماع سے ثابت ہے
جو شراب پیئے اسے کوڑے لگوانا چاہیئے۔ پھر پیئے پھر کوڑے لگوانا چاہیئے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے شرابی کو بار بار کوڑے لگوائے۔ اور آپ کے خلفاء۔ اور مسلمانوں کا۔ اور اکثر علماء کا یہی مسلک ہے۔

شراب نوشی کی حد:۔ شراب نوشی کی حد سنت نبوی۔ اور مسلمانوں کے اجماع سے ثابت ہے اہل سنن نے مختلف وجوہ اور مختلف طریقوں سے روایتیں کی ہیں۔ جن میں اس کی وضاحت کی ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوْهُ. ثُمَّ اِنْ شَرِبَ فَاجْلِدُوْهُ. ثُمَّ اِنْ شَرِبَ فَاجْلِدُوْهُ ثُمَّ اِنْ شَرِبَ الرَّابِعَةَ فَاقْتُلُوْهُ.

جو شخص شراب پیئے اسے کوڑے لگاؤ پھر پیئے پھر کوڑے لگاؤ۔ پھر پیئے پھر کوڑے لگاؤ پھر چوتھی مرتبہ پیئے تو اسے قتل کر دو۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت سی مرتبہ شراب پینے والوں کو کوڑے لگانے کی سزا دی ہے۔ اور آپ کے بعد خلفاء راشدینؓ، اور مسلمانوں نے بھی کوڑوں کی سزا دی ہے، اور اسی بنا پر اکثر علماء کہتے ہیں کہ قتل کی سزا منسوخ ہو چکی ہے۔ بعض کا قول ہے یہ سزا محکم ہے۔ بعض کہتے ہیں قتل کرنا یہ ایک تعزیر تھی۔ اگر امام ضرورت سمجھے تو یہ سزا بھی دے سکتا ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ شراب نوشی کی سزا میں آپ نے چالیس لکڑیاں اور جوتے لگوائے ہیں۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے بھی چالیس کوڑے لگوائے ہیں۔ حضرت عمر رضؓ نے اپنے عہد خلافت میں اسی کوڑے لگوائے ہیں۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کبھی چالیس اور کبھی اسی کوڑے لگوائے ہیں۔ اور اسی بناء پر بعض علماء نے کہا ہے کہ اسی کوڑے لگوانا واجب ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں چالیس کوڑے لگوانا واجب ہے۔ اس سے زیادہ سزا امام کی رائے پر موقوف ہے۔ جب کہ لوگ شراب کے عادی ہو گئے ہوں۔ اور چالیس

Marfat.com

کوڑوں سے تنبیہ نہ ہوتی ہو۔ یا اس کے مثل کوئی اور وجہ ہو تو چالیس سے زیادہ اسّی کوڑے لگوائیں اگر پینے والے کم ہیں یا اتفاقاً کسی نے پی لی ہے تو چالیس کوڑے کافی ہیں۔ اور یہ قول زیادہ مناسب اور زیادہ اوفق ہے۔ اور یہی قول امام شافعی رح کا ہے۔ اور امام احمد رح کی ایک روایت کے مطابق ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رض کے عہد میں شراب نوشی کے واقعات زیادہ آنے لگے تو انہوں نے سزا زیادہ کر دی۔ بعض کو جلا وطن کیا۔ بعض کا سر منڈوا کر ذلیل کیا۔ تو یہ زجر و توبیخ کی مبالغہ آمیز سزا تھی۔ اگر شرابی کو تعزیر چالیس کے بعد چالیس کوڑوں کے اوپر کرنی ہو تو اس کی روٹی بند کر دی جائے۔ اور اُسے جلاوطن کیا جائے تو اچھا ہے [1]۔

---

[1] حضرت ابو محجن ثقفی رض شراب کے بہت عادی ہو چکے تھے۔ حضرت عمر بن الخطاب رض نے ان پر حد جاری کی کوڑے لگوائے لیکن وہ باز نہیں آئے۔ پھر شراب پی لی اور حضرت عمر رض نے پھر کوڑے لگوائے لیکن وہ باز نہیں آئے بار بار شراب پیتے تھے اور بار بار کوڑے لگتے تھے لیکن وہ باز نہیں آتے تھے۔ آخر حضرت عمر رض نے ان کو جلا وطن کر دیا۔ اور قید میں رکھنے کی سزا تجویز کی۔ حضرت سعد رض کے حوالہ کیا کہ جہاں تم جاؤ اپنے ہمراہ رکھو۔ اور ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر علیحدہ بٹھا رکھو۔ حضرت سعد رض نے ابو محجن کو ہمراہ لیا۔ اور پاؤں میں زنجیر ڈال دی۔ جہاں کہیں جاتے ان کو ہمراہ لے جاتے۔ سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے قادسیہ مقام پر پہنچے، حضرت سعد اس وقت سپہ سالار اسلام ہیں۔ قادسیہ کی جنگ بڑی خطرناک جنگ تھی۔ دشمنوں کا غلبہ تھا۔ تین سو ساٹھ میل مسلمانوں کو ڈھکیل چکے تھے۔ مسلمان پسپا ہو چکے تھے۔ اب مسلمان کچھ تازہ دم ہوئے اور فیصلہ کی جنگ لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ حضرت سعد کو کچھ زخم آ گیا تھا۔ اس لئے میدان میں نہ جا سکے۔ اور قیام گاہ ایک مکان میں تھی۔ آپ مکان کی چھت پر بیٹھے ہوئے جنگ کا جائزہ لیتے رہے۔ گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔ دیکھا مسلمان پسپا ہو رہے ہیں تو بڑا افسوس ہوا۔ اور بار بار لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ان کی زبان پر جاری تھا اتفاق سے اس حالت کی خبر حضرت ابو محجن رض کو ہوئی۔ کیونکہ اسی مکان کے نچلے حصہ میں وہ پابہ زنجیر تھے، جس مکان میں حضرت سعد ٹھیرے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کی حالت پر زار زار رونے لگے۔ اور یہ شعر بار بار پڑھتے تھے ؎

کَفٰی حُزْنًا اَنْ تَطْرُدَ الْخَیْلَ بِالْقَنَا
وَاُتْرَکُ مَشْدُوْدًا عَلَیَّ وَثَاقِیَا

یعنی آج میرے رنج و غم کی کوئی انتہا نہیں ہے کہ میدان جنگ میں دشمنوں کے مقابلہ میں (باقی بر صفحہ ۲۱۳)

Marfat.com

حضرت عمر بن الخطابؓ کو خبر ملی کہ آپ کے بعض نائب شراب کی تعریف میں اشعار کہہ رہے ہیں آپ نے ان کو معزول کر دیا۔

جس شراب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام فرمایا۔ اور جس کے پینے پر کوڑے لگوائے وہ وہ شراب ہے جو نشہ لائے خواہ وہ کسی چیز سے بھی بنائی گئی ہو۔ پھلوں سے بنائی گئی ہو، جیسے انگور۔ کھجور۔ انجیر وغیرہ یا اناج سے بنائی گئی ہو جیسے گیہوں اور جو وغیرہ سے۔ یا پتلی بہنے والی

(بقیہ ص۲۱۲) لوگ اپنے گھوڑے دوڑا رہے ہیں اور میں پابہ زنجیر بیٹھا ہوا ہوں۔ یہ کہتے جا رہے اور روتے جا رہے ہیں۔ مگر کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا۔ بالآخر حضرت سعدؓ کی بی بی سے کہا اے نیک بخت خاتون۔ اے حفصہ کی بیٹی خدا کے لئے مجھے چھوڑ دے کہ مسلمان لڑ رہے ہیں اور میں دولت جہاد سے محروم ہوں مسلمانوں پر سخت وقت ہے اور میں پڑا ہوا بیڑیوں میں وقت گذار رہا ہوں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میں اس جنگ سے سلامتی کے ساتھ واپس آ گیا تو پھر اپنے پاؤں میں بیڑیاں ڈال لوں گا اور اسی طرح جس طرح اب جکڑا ہوا ہوں مجھے جکڑ دینا۔ حضرت سعدؓ کی بی بی نے حضرت سعدؓ کی خفگی کا خیال نہ کرتے ہوئے ابو محجن کے پاؤں کی بیڑیاں کھول دیں۔ اب ابو محجن نے کہا۔ اے نیک بخت خاتون مجھے سواری کے لئے گھوڑا بھی دیدے حضرت سعدؓ کی بی بی نے اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر حضرت سعدؓ کا ابلق گھوڑا اور زرہ و بکتر۔ نیزہ اور تلوار نکال کر حضرت ابو محجنؓ کے حوالہ کیا۔ حضرت ابو محجنؓ فوراً گھوڑے پر سوار ہوتے اور میدان جنگ کی طرف گھوڑے کو دوڑایا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے میدان جنگ میں جا پہنچے۔ اب حضرت ابو محجنؓ کا یہ حال ہے، کہ دشمنوں کی فوج پر ٹوٹ پڑے۔ جس طرف نکل جاتے ہیں۔ مولی گاجر کی طرح دشمنوں کو کاٹ دیتے ہیں ایسی بہادری دکھائی کہ دشمنوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ اور لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے کہ خدا نے مسلمانوں کی امداد کے لئے فرشتہ بھیج دیا ہے یہ انسانی طاقت سے باہر کام کر رہا ہے۔ حضرت سعدؓ بھی یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔ اور دیکھ دیکھ کر کہتے تھے الصبر الصبر بلقاء والظفر والظفر ابی محجن وابو محجن فی القید (گھوڑے کی تیزی اور مشقت میں کود پڑنا تو بتلا رہا ہے۔ یہ میرا ابلق گھوڑا ہے۔ اور ظفر مندی بتلا رہی یہ ابو محجن کی ظفر مندی ہے۔ اور ابو محجن تو نیچے زنجیروں میں جکڑے ہوئے بیٹھے ہیں)

جنگ میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا۔ اور دشمنوں کو ایسی شکست ہوئی کہ تاریخ اسلام کا اہم واقعہ بن گیا۔ ابو محجنؓ واپس لوٹے اور پابہ زنجیر ہو کر بیٹھ گئے۔ لیکن حضرت ابو محجن کا واقعہ اور تاریخی کارنامہ ایسا نہیں تھا جو چھپ سکتا۔ حضرت سعدؓ کوٹھے پر سے اترے۔ اپنی بی بی بنت حفصہ سے کہنے لگے مسلمانوں کی شکست یقینی تھی۔ لیکن خدا نے ایک فرشتہ بھیج دیا کہ شکست فتح سے بدل گئی اس کے ایسا ہی گھوڑا تھا (باقی ص۲۱۵)

چیزوں سے بنائی گئی ہو جیسے شہد وغیرہ سے۔ یا جانوروں کے دودھ سے بنائی گئی ہو۔ ہر قسم کی شراب اسی حرمت میں داخل ہے۔ بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر تحریم شراب کے متعلق جب قرآن اترا اس وقت مدینہ طیبہ میں انگور کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔ شام وغیرہ سے انگور آیا کرتے تھے۔ عام طور پر عرب میں نبیذ تمر کی شراب ہوا کرتی تھی۔ کھجور وغیرہ سے عرب شراب بنا لیتے تھے۔ اور عام طور پر

---

(بقیہ صفحہ ۲۱۳) جیسا میرا گھوڑا ہے۔ اور میرے ہی جیسا اس کے پاس زرہ و بکتر اور نیزہ بھی تھا۔ اس نے آکر دشمنوں کو اس قدر مار کر کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ دشمنوں میں تہلکہ مچ گیا۔ اور ان کے قدم اکھڑ گئے، پھر وہ فرشتہ کہیں چلا گیا۔

حضرت سعدؓ کی بی بی نے مؤدب ہو کر عرض کیا۔ آپ نے پہچانا وہ کون تھا؟ یہ وہی شخص تھا جس کا نام ابو محجنؓ ہے، اور تمہارے گھر میں پابہ زنجیر زندگی کاٹ رہا ہے۔ جب اس نے مسلمانوں کی شکست کا حال سنا تو قسم کھا کر مجھ سے کہا کہ مجھے چھوڑ دے میں جا کر میدان میں لڑوں گا۔ اور زندہ رہا تو واپس آکر اپنے قدموں میں بیڑیاں پہن لونگا۔ اس کے کہنے پر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اس نے آپ کا گھوڑا مانگا۔ میں نے گھوڑا دے دیا۔ ہتھیار مانگے۔ میں نے زرہ۔ بکتر نیزہ۔ تلوار وغیرہ اس کے حوالے کر دیئے، وہ گھوڑے پر سوار ہو کر اور تمام ہتھیار لے کر۔ میدان جنگ میں جا دھمکا جب مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی تو وہ واپس لوٹا۔ اور پھر پابہ زنجیر ہو کر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ جب حضرت سعدؓ نے حضرت ابو محجنؓ کا قصہ سنا۔ ان کی شجاعت وبسالت، اور بہادری اور خلوص، جانفروشی کا حال معلوم کیا تو چیخ اٹھے۔ اور رونے لگے اور کہنے لگے ابو محجنؓ جیسا آدمی خلیفہ کے حکم سے آٹھ پہر پابہ زنجیر رہے یہ کیسے ہو سکتا ہے! اسی وقت حضرت عمر بن الخطابؓ کی خدمت میں خط بھیجا۔ اور تمام سرگذشت ابو محجن رضؓ کی پیش کی۔ جب حضرت عمرؓ کے پاس حضرت سعد رضؓ کا خط پہنچا۔ ابو محجنؓ کی کیفیت معلوم کی۔ فوراً ابو محجنؓ کے نام خط لکھا۔

| | |
|---|---|
| بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عُمَرَ اِلٰى اَبِيْ مُحْجَنٍ. اَللّٰهُ اَللّٰهُ يَا اَبَا مُحْجَنٍ. | بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خدا کے بندے عمر کی جانب سے ابو محجن رضؓ کے نام۔ اللہ اللہ اے ابو محجن رضؓ۔ |

حضرت سعدؓ متحیر ہو کر کہنے لگے خدا کی قسم ایسے شخص کو میں کبھی نہ ماروں گا۔ کبھی پابہ زنجیر نہ رکھونگا۔ تم نے دیکھ لیا کہ مسلمان کیسی مصیبت میں گرفتار تھے۔ کفر و اسلام میں کیسا مقابلہ تھا۔ ایسے امتحان کے موقع پر ابو محجن رضؓ کی خدمات نے وہ کام کیا جو تاریخ اسلام میں یادگار رہے گا۔ یہ کہہ کر حضرت سعدؓ نے فوراً حضرت ابو محجن کو رہا کر دیا رہا ہوتے ہی حضرت ابو محجن رضؓ بول اٹھے، خدا کی قسم اب میں شراب نہیں پیوں گا۔ ہمیشہ کے لئے توبہ کرتا ہوں۔ میں اس لئے شراب پیا کرتا تھا کہ مجھ پر حد جاری کر کے مجھے پاک صاف کر دیا جاتا تھا۔ اب جبکہ مجھ پر حد جاری نہیں ہوگی۔ تو مجھے پاک ہونے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔ اس لئے میں ہمیشہ کیلئے توبہ کرتا ہوں (باقی برصفحہ ۲۱۵)

Marfat.com

جو سنت متواترہ۔ اور خلفاء راشدین اور صحابہ سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور چیز کو جو عقل کو بیکار کر دیوے حرام کر دیا۔ صحابہ کرام رض میٹھا نبیذ تمر پیا کرتے تھے اور اس کی ترکیب یہ تھی کہ کھجور یا انگور کو پانی میں ڈال دیا جاتا۔ اور نبیذ اس لئے پیا کرتے تھے کہ حجاز میں پانی عام طور پر کھاری ہوا کرتا ہے۔ نبیذ کا پینا نشہ آور ہو جانے سے پہلے جائز ہے۔ اور عام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔ اس لئے کہ اس میں نشہ نہیں ہے۔ جیسے کہ انگور کا عصارہ نشہ آور ہونے سے پہلے پینا جائز ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لکڑی کے برتن میں یا پکے قلعی والے برتن میں نبیذ بنانا منع فرمایا ہے۔ آپ نے ایسے برتنوں میں جو کچے ہوں۔ اور جن کا منہ باندھا جائے۔ اس میں نبیذ بنانے کا حکم فرمایا تھا۔ کیونکہ ان برتنوں میں اگر نشہ آور ہو جائے تو پتہ لگ جاتا ہے۔ اور پکے قلعی دار برتنوں میں پتہ نہیں چلتا۔ کچے برتن نشہ آور ہونے سے پھٹ جاتے ہیں اور قلعی دار نہیں پھٹتے۔ اور پینے والے کو دھوکہ ہو جاتا ہے۔

---

(بقیہ ۲۱۴) چنانچہ خدا نے حضرت ابو محجن رض کو ثابت قدمی بخشی اور ہمیشہ کیلئے وہ شراب نوشی سے تائب ہو گئے۔

حضرت ابو محجن رض کے واقعہ سے چند امور مستنبط ہوتے ہیں۔

اول:۔ یہ کہ کوئی شخص حد جاری کرنے کی بنا پر ضد سے بار بار کرتا ہے۔ تو اسے درگذر کرنا چاہیے۔ جیسا کہ تمہیں معلوم ہوا کہ حضرت ابو محجن رض ضد کی بنا پر بار بار شراب پیا کرتے تھے۔ جب حد جاری کرنے سے سپہ سالار اسلام اور امام نے معافی دے دی تو وہ ہمیشہ کے لئے تائب ہو گئے۔

دوم:۔ یہ کہ اگر کوئی شخص اسلام کی بڑی بڑی خدمات انجام دیتا ہے۔ اس سے کوئی گنہ ہو جائے تو اس سے درگذر کرنا چاہیے۔ جیسے کہ حضرت سعد رض نے حضرت ابو محجن رض کو قید و بند سے آزاد کر دیا۔

سوم:۔ یہ کہ شراب خوار کو بار بار حد لگانے کے بعد بھی عبرت نہ ہو تو اسے قید و بند میں رکھا جائے جس طرح کہ حضرت ابو محجن کو قید و بند میں رکھا گیا۔

چہارم:۔ یہ کہ اگر کوئی مجرم اسلامی خدمات کے لئے اجازت طلب کرے۔ اور اس پر بھروسہ کیا جائے تو اسے اجازت و مہلت دی جائے، جیسے کہ حضرت سعد رض کی بی بی نے حضرت ابو محجن رض کو اجازت دے دی تھی۔

دوسری جگہ یہ قصہ مذکور ہے اس میں حضرت سعد رض کی جگہ حضرت خالد بن الولید رض مذکور ہے

(ابو العلاء محمد اسمٰعیل گودھروی کان اللہ لہ)

Marfat.com

اور آپ سے یہ روایت بھی ہے کہ آپ نے قلعی دار پکے برتنوں میں نبیذ بنانے کی اجازت ورخصت بعد میں دے دی تھی۔ آپ کا ارشاد ہے۔

نَهَيْتُكُمْ عَنِ الْاِنْتِبَاذِ فِي الْاَوْعِيَةِ فَانْتَبِذُوْا وَلَا تَشْرَبُوا الْمُسْكِرَ۔ میں نے تمہیں پکے قلعی دار برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت کردی تھی لیکن تم ان میں بناؤ۔ نشہ آور ہو جائے تو مت پیو۔

اور اس لئے صحابہ رض اور بعد کے علماء میں اختلاف رہا جن کو اس حکم کے منسوخ ہونے کا علم نہیں ہوا۔ یا جن کے نزدیک ان برتنوں میں نبیذ بنانا ثابت نہیں ہے، انھوں نے کہہ دیا نبیذ ان برتنوں میں بنانا منع ہے۔

اور بعض جو اس ثبوت کے قائل تھے، اور سمجھ رہے تھے یہ منسوخ ہو چکا ہے۔ وہ ان برتنوں میں نبیذ بنانے کی اجازت دیتے ہیں۔ جب فقہاء کے ایک گروہ نے سُنا کہ بعض صحابہ نبیذ پیا کرتے تھے۔ تو وہ یہ سمجھے کہ نشہ آور پیتے تھے۔ اور اس لئے انہوں نے مختلف قسم کی شربتیں پینے کی اجازت دے دی۔ جو انگور اور کھجور وغیرہ سے نہ بنی تھیں۔ اور نبیذ تمر اور کشمش کے عصارہ کی اجازت دے دی۔ جبتک کہ نشہ آور نہ ہو جائے۔ اور صواب و صحیح جس پر جمہور مسلمان متفق ہیں وہ یہ ہے کہ ہر مسکر نشہ آور چیز خمر ہے۔ اور اس کے پینے والے پر حد جاری ہو گی اگرچہ ایک قطرہ بھی پی لیوے۔ خواہ دوا کی حیثیت سے بھی کیوں نہ پئے۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اگر خمر کے سوا کوئی دوا نہیں ہے تو آپ نے فرمایا۔

إِنَّهَا دَاءٌ وَلَيْسَتْ بِدَوَاءٍ وَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَ أُمَّتِي فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْهَا۔ یہ بیماری ہے۔ دوا نہیں ہے اور میری امت کی شفا حرام میں نہیں ہے۔

شراب خوار پر حد واجب ہو جاتی ہے۔ جبکہ اس پر گواہ اتریں۔ یا شرابی خود شراب پینے کا اقرار کرلیوے۔ اگر خمر و شراب کی بدبو آئے۔ یا لوگوں نے اسے قے کرتے دیکھا یا اس کے مثل دوسرے آثار دیکھے جائیں تو کہا گیا ہے۔ اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ احتمال ہے یہ خمر نشہ آور نہ ہو۔ یا لاعلمی سے اس نے پی لی ہو۔ یا زبردستی اسے پلائی گئی ہو۔

اور کہا گیا ہے اسے کوڑے لگوائے جائیں گے جبکہ معلوم ہو جائے نشہ آور تھی۔ اور یہ قول خلفاء راشدین رض اور صحابہ کرام رض، حضرت عثمان رض، حضرت علی رض اور حضرت ابن مسعود رض سے ماثور ہے۔ اور سنت نبوی بھی اسی پر دلالت کرتی ہے۔ اور لوگوں کا تعامل بھی یہی ہے۔ اور یہی

مذہب امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا ہے۔ اور انہوں نے اس کی تصریح بھی کی ہے۔
اور انگور اور کھجور کے پتوں کو پکا کر جو مشروب تیار کیا جاتا ہے۔ وہ بھی حرام ہے۔ اس کے پینے والے کو کوڑے لگوائیں جائیں گے۔ یہ تو خمر و شراب سے بھی زیادہ خبیث ہوتا ہے کہ اس سے عقل اور مزاج دونوں خراب ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس سے خنثی بن جاتا ہے! ور دیوثیت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور شراب زیادہ خراب اور خبیث اسی لئے ہے کہ اس سے مخاصمت اور مقاتلت ہوتی ہے۔ لڑائی جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ اور جس طرح وہ اللہ کے ذکر سے روکتی ہے۔ نماز سے بھی روکتی ہے۔
بعض متاخرین فقہار نے اس کی حد میں توقف کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں حد سے کم تعزیر کی جائے کیونکہ اس سے تغیر عقل کا گمان ہے، اور یہ بمنزلۂ بھنگ پینے کے ہے۔ اور متقدمین علمار سے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ ثابت نہیں ہے۔ حالانکہ یہ گھانس اور پتے ایسے نہیں ہیں بلکہ اس کے کھانے والے شوق اور خواہش سے اسے کھاتے ہیں۔ اور یہ آرزو رکھتے ہیں کہ اور بھی ہوں تو کھا لیں۔ جیسے شراب اور خمر کا شوق، خواہش اور آرزو رکھتے ہیں۔ اور اس کی وجہ سے اکثر ذکر الٰہی میں خلل آجاتا ہے۔ اور جب اس کی کثرت ہوتی ہے تو نماز میں بھی خلل واقع ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دیوثیت۔ اور خنثی پن۔ اور فساد مزاج۔ فساد عقل وغیرہ بھی اس سے پیدا ہو جاتا ہے
لیکن جب یہ جامد ہوں۔ اور کھائے جاتے ہوں، شراب کی قسم سے نہ ہوں تو اس کے نجس ہونے میں فقہار کا اختلاف ہے۔ اس میں تین قول ہیں۔ امام احمدؒ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ نجس ہے جیسے شراب نجس ہے، اور یہی قول صحیح ہے اور قابل اعتبار ہے، بعض کہتے ہیں کیونکہ اس میں جمود ہے۔ اس لئے نجس نہیں ہے۔ اور بعض نے جامد اور پتلاپن میں فرق کیا ہے
بہر حال! یہ بھی اس میں داخل ہے جس کو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا ہے۔ کیونکہ لفظاً اور معنیً یہ خمر، شراب اور مسکر، نشہ آور چیز ہے۔
حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے۔ انھوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ ہمیں آپ دو قسم کی شراب کے متعلق فیصلہ دیجئے جسے ہم یمن میں۔ تبع اور میزر (دانوں) سے بناتے ہیں۔ تبع شہد سے بنتی ہے۔ اور میزر جو وغیرہ دانوں سے بنتی ہے۔ جب اس میں شدت پیدا ہو کر نشہ آجائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جوامع الکلم تھے۔ آپ نے فرمایا:۔

Marfat.com

كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ (رواہ فی الصحیحین) ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

اور نعمان بن بشیرؓ روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

إِنَّ مِنَ الْحِنْطَةِ خَمْرًا وَمِنَ الشَّعِيرِ خَمْرًا وَمِنَ الزَّبِيبِ خَمْرًا وَمِنَ التَّمْرِ خَمْرًا وَمِنَ الْعَسَلِ خَمْرًا وَأَنَا أَنْهَى عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ۔ شراب گیہوں سے بنتی ہے۔ جو سے بنتی ہے۔ کشمش سے بنتی ہے۔ کھجور سے بنتی ہے شہد سے بنتی ہے۔ اور میں ہر نشہ آور چیز سے منع کرتا ہوں۔

(رواہ ابوداؤد وغیرہ)

لیکن یہ روایت صحیحین کے اندر حضرت عمرؓ پر موقوف ہے۔ اور منبر نبوی پر کھڑے ہو کر آپ نے فرمایا:۔

اَلْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ۔ خمر وہ ہے جو عقل کو بیکار کر دیوے۔

اور ایک روایت ہے:۔

كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ خَمْرٍ حَرَامٌ۔ ہر نشہ لانے والی چیز خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے۔

یہ دونوں روایتیں مسلم نے اپنی صحیح مسلم کے اندر روایت کی ہیں۔

اور حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَمَا أَسْكَرَ الْفَرَقُ مِنْهُ فَمِلْءُ الْكَفِّ مِنْهُ حَرَامٌ (قال الترمذی حدیث حسن) ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جس سے مٹکا بھر پینے سے نشہ آئے اس کا ایک چلو بھی حرام ہے۔

اور ارباب سنن نے مختلف طریقوں سے روایت کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ۔ جسکا کثیر پینے سے نشہ آئے اسکا تھوڑا بھی حرام ہے

حفاظ حدیث نے اس روایت کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

اور حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ کسی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ہماری سرزمین میں ذرہ (دالوں) سے جس کو میزر کہتے ہیں شراب بناتے ہیں اس کے متعلق کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا۔

أَمُسْكِرٌ هُوَ؟ کیا وہ نشہ کرتی ہے؟

اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا۔

Marfat.com

كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ۔ اِنَّ عَلَى اللّٰهِ عَهْدًا لِمَنْ شَرِبَ الْمُسْكِرَ اَنْ يَسْقِيَهٗ مِنْ طِيْنَةِ الْخَبَالِ۔

ہر مسکر نشہ آور حرام ہے۔ اور جو شخص نشہ آور چیز پیئے۔ اللہ تعالیٰ کا عہد ہے کہ اسے طینۃ الخبال پلائے گا۔

صحابہؓ نے عرض کیا

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا طِيْنَةُ الْخَبَالِ؟

یا رسول اللہ یہ طینۃ الخبال کیا چیز ہے؟

آپ نے فرمایا

عَرَقُ اَهْلِ النَّارِ۔

یہ جہنمیوں کا پسینہ ہے۔

(رواہ مسلم فی صحیحہ)

اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ۔ (رواہ ابوداؤد)

شراب کی ہر قسم حرام ہے۔ اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

اور اس باب میں بے شمار احادیث مستفیضہ مروی ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام جوامع الکلم ہوتا تھا تمام کو جمع کر دیا۔ کہ ہر وہ چیز جو عقل میں فرق پیدا کر دیوے اور نشہ لائے حرام ہے، خواہ وہ ماکول ہو، یا مشروب۔

علاوہ ازیں خمر و شراب تو کبھی پکائی جاتی ہے۔ اور گھاس جڑی بوٹیاں تو پانی میں بھگو دی جاتی ہیں۔ اور پی لی جاتی ہیں۔

پس خمر و شراب پی بھی جاتی ہے، اور کھائی بھی جاتی ہے، اور جب یہ نشہ آور ہے تو حرام ہے، متقدمین نے اس کی خصوصیات کے متعلق بحث نہیں کی۔ کیونکہ اس کی پیداوار ۶۰۰ھ میں یا اس کے قریب قریب ہوتی ہے۔ جس طرح کہ شراب کی بہت سی قسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہوئی ہیں۔ اور یہ سب کی سب ان جوامع الکلم کے اندر آ گئیں۔ جو کتاب وسنت کے اندر مذکور ہے۔

Marfat.com

# سولہویں فصل کے مضامین

## حد قذف، محصن پر زنا کی تہمت لگانا۔ اور تہمت لگانے والے کو کوڑوں کی سزا۔

حد قذف۔ جن حدود کے متعلق کتاب و سنت میں وارد ہے۔ اور جس پر مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے۔ حد قذف بھی ہے۔ جب کوئی شخص کسی محصن پر زنا کی یا لواطت کی تہمت لگائے تو تہمت لگانے والے پر اسّی کوڑوں کی حد واجب ہو گی۔

اور یہاں محصن کے معنی حر۔ آزاد۔ اور عفیف۔ پاک دامن کے ہیں۔ اور زنا کی حد کے موقع پر محصن کے معنی یہ ہیں کہ نکاح صحیح و تام سے اپنی بی بی سے وطی و جماع کیا ہو۔

---

Marfat.com

# سترھویں فصل کے مضامین

جن معاصی اور گناہوں کی حد مقدر اور مقرر نہیں ہے۔ نہ اس کے لئے کفارہ ہے۔ ان میں عقوبت و سزا، آزادی و تعزیر اور عبرت اور تادیب والی وحاکم کی رائے پر ہے۔ حسب حال وہ سزا تجویز کرے۔

وہ معاصی اور گناہ جن میں کوئی مقدر اور مقرر حد نہیں۔ اور نہ کفارہ ہے۔ مثلاً کسی لڑکے کا بوسہ لینا۔ یا اجنبی عورت کا بوسہ لینا۔ یا مباشرت بلا جماع و وطی کے کرنا۔ یا ایسی چیز کھانا جو حلال نہیں ہے۔ مثلاً خون مسفوح۔ یا مردار گوشت کھانا۔ یا کسی پر جھوٹی تہمت دھرنی زنا کے سوا۔ یا غیر محفوظ چیز کی چوری کرنا۔ یا نصاب سے کم چیز چرالینی۔ یا امانت میں خیانت کرنی جیسے بیت المال کے والی اور متولی کیا کرتے ہیں یا وقف کے متولی یا یتیم کے مال کے متولی کیا کرتے ہیں۔ اور مثلاً تجارت کے وکلاء، اور شریک فی التجارت خیانت کیا کرتے ہیں۔ یا معاملہ میں دھوکہ کرنا۔ یا مثلاً کھانے پینے کی چیزوں میں یا کپڑوں میں دھوکہ کرنا۔ یا مثلاً ناپ و تول میں کم زیادہ کرنا۔ یا جھوٹی گواہی دینا۔ یا جھوٹی گواہی کی تلقین کرنا۔ یا رشوت لینا۔ یا اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف حکم دینا۔ یا رعایا پر ظلم و زیادتی کرنا۔ یا جاہلیت کا نعرہ بلند کرنا یا جاہلیت کے دعوے کو بلند کرنا وغیرہ۔ یا محرمات شرعیہ کا ارتکاب کرنا۔ ایسے لوگوں کی سزا بطور تعزیر۔ یا عبرت یا ادب کے والی وحاکم تجویز کرے گا۔ حاکم و والی گناہوں کی قلت و کثرت دیکھتے ہوئے عقوبت و سزا تجویز کرے۔ جب معاصی اور گناہ زیادہ ہوں تو عقوبت و سزا بھی زیادہ ہونی چاہئے۔ جب گناہ کم ہوں تو حسب حال گناہ کرنے والے کے سزا ہوگی۔

اور جب لوگ فسق و فجور میں مبتلا ہو جائیں اور گناہ کے مدمن اور عادی ہو جائیں تو عقوبت و سزا زیادہ کر دینی چاہئے۔ جب فسق و فجور کم ہو تو عقوبت و سزا بھی کم ہونی چاہئے۔

غرض! چھوٹے بڑے گناہ کے اعتبار سے عقوبت و سزا دینی چاہئے۔ کسی ایک عورت یا ایک لڑکے سے چھیڑ چھاڑ کرے اسے اس کے مقابلہ میں جو عام طور پر عورتوں اور لڑکوں کو چھیڑ چھاڑ کرتا ہے۔ کم سزا ہونی چاہئے۔ اور کم سے کم تعزیر کی) کوئی حد مقرر نہیں کہ اتنی ہونی چاہئے۔ کیونکہ تعزیر کا مقصد تکلیف پہنچانا ہے۔ اب خواہ وہ قول سے ہو یا فعل سے۔ اس سے

Marfat.com

بات چیت ترک کر دینے سے ہو۔ یا پہلے کوئی سلوک کر رہا تھا یا اور کسی قسم کی رواداری کا برتاؤ کر رہا تھا۔ اسے ترک کرنے سے ہو۔ یا نصیحت و وعظ کے ذریعہ یا توبیخ و تنبیہ اور سختی کرنے سے ہو۔ مقصد یہ ہے کہ اسے تکلیف پہنچے اور تعزیر ہو جائے۔ کبھی یہ مقصد قطع تعلق اور علیک سلیک بند کر دینے سے بھی حاصل ہو جاتا ہے۔

غرض! یہ کہ جبتک وہ توبہ نہ کرے اسے تکلیف و تعزیر ہونی چاہیے۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تین صحابہ سے جو جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے علیک سلیک اور بات چیت بند کر دی تھی [۱]۔

---

[۱] یہ تین صحابہ، حضرت کعب بن مالکؓ، ہلال بن امیہؓ، اور مرارہ بن ربیعؓ تھے۔ کاہلی اور سستی کے مارے جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ قرآن مجید میں ان کا قصہ یوں مذکور ہے۔

وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ۚ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ○ (توبہ ع ۱۴)

اور ان تین شخصوں پر بھی جو بانتظار امر خدا ملتوی رکھے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ جب زمین باوجود فراخی ان پر تنگ ہو گئی، اور وہ اپنی جان سے بھی تنگ آ گئے اور سمجھ گئے کہ خدا کی گرفت سے اس کے سوا اور کہیں پناہ نہیں۔ پھر خدا نے ان کی توبہ قبول کرلی۔ تاکہ وہ توبہ کئے رہیں۔ بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنیوالا بڑا مہربان ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان تین صحابہ سے معاشرتی مقاطعہ کا حکم دے دیا۔ ان سے سلام علیک بات چیت سب بند کر دی۔ تاآنکہ ان کے گھر کے لوگوں نے بھی بات چیت علیک سلیک بند کر دی جس سے ان کا یہ حال ہو گیا جو اوپر کی آیت میں مذکور ہے،

یہ واقعہ غزوہ تبوک کا ہے جو ۹ھ میں واقع ہوا۔ یہ غزوہ بڑے امتحان کا معرکہ تھا۔ گرمی کا موسم تھا۔ دور کا سفر تھا۔ بے سروسامانی بھی تھی۔ ادھر نخلستان جن پر اہل مدینہ کی زندگی کا دارومدار تھا پھلے ہوئے تھے تمام لوگ سوچنے لگے کہ جنگ میں شرکت کیسے کی جائے۔

اس جنگ میں پانچ فریق ہو گئے۔ اول پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین وانصار کہ انہوں نے ان مشکلات کی قطعاً پرواہ نہیں کی۔ اور بغیر پس و پیش چل کھڑے ہوئے۔ دوسرا فریق ان ہی مہاجرین وانصار میں وہ تھا جو شرکت جنگ سے ہچکچاتے تھے۔ مگر آخر کار چل کھڑے ہوئے۔ تیسرا فریق خاص تین آدمی تھے۔ کعب بن مالکؓ ہلال بن امیہؓ، مرارہ بن ربیعؓ۔ یہ لوگ کاہلی اور سستی کے مارے اس جنگ میں شریک نہیں ہوئے (باقی بر صفحہ ۲۲۳)

اور اگر والی و حاکم سے کوئی جرم ایسا ہو جائے کہ اس میں حد مقرر نہیں ہے تو اُسے ولایت و حکومت سے معزول کیا جائے۔ جیسا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور آپ کے صحابہؓ نے کیا تھا اور کبھی فوجی عسکری خدمات سے سبکدوش کرنے کی تعزیر کی جائے۔ کہ مسلمانوں کی فوجی۔ عسکری خدمات انجام دیتا تھا اس سے اس کو علیحدہ کر دیا۔ مثلاً وہ فوج اور لشکر کہ کفار سے لڑ رہا ہے۔ تلواریں آمنے سامنے چل رہی ہیں اور کوئی مسلمان فوج میں سے بھاگ نکلا۔ کہ فرار من الزحف۔ جنگ سے بھاگنا کبیرہ گناہ ہے۔ اس کی روٹی۔ اس کا کھانا پینا بند کر دینا ایک قسم کی تعزیر ہے۔

اسی طرح اگر امیر و حاکم سے کوئی ایسی حرکت ہو جائے۔ جو بہت بڑی اور بہت بُری سمجھی جاتی ہو۔ اور لوگ اس سے نفرت کرتے ہوں تو اسے امارت و حکومت سے معزول کر دینا چاہیے یہ اس کی تعزیر ہے۔

اسی طرح کبھی حبس و قید کی تعزیر کی جائے۔ اور کبھی اس کا منہ کالا کیا جائے اور اسے الٹے منہ

---

(بقیہ صـ۲۲۲) جب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جنگ سے فراغت پا کر مدینہ واپس آئے تو یہ لوگ بھی خدمت میں حاضر ہوئے، اور جب اُنسے پیچھے رہ جانے کی وجہ پوچھی تو جو سچ بات تھی انہوں نے کہہ دی کہ قصور ہوا ہے، ان تین شخصوں سے معاشرتی مقاطعہ کا حکم دیا۔ اور انہیں کہا گیا کہ وحی کا انتظار کرو، جیسا خدا کا حکم ہوگا۔ ویسا کیا جائیگا۔ چوتھا گروہ منافقوں کا تھا، سورۂ توبہ میں ان پر سخت ملامت کی گئی ہے، پانچواں گروہ وہ تھا جو کسی عذر کی وجہ سے جنگ میں شرکت نہیں کر سکا تھا۔

اس آیت میں خدا کے فضل کا ذکر ہے، سو ہر ایک کو اس کے مناسب حال فضل خداوندی سے حصہ ملا۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور مہاجرین۔ اور انصار پر یہ فضل خدا نے کیا کہ ان کے ارادے متزلزل نہیں ہوتے۔ اور جو ہچکچاتے تھے ان پر یہ فضل ہوا کہ آخر انہوں نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔ اور ان تین کعب رضؓ، ہلال رضؓ، اور مرارہ رضؓ پر یہ فضل ہوا کہ انہوں نے اعتراف کر لیا۔ اور خدا تعالےٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔

غرض! معاشرتی مقاطعہ سے اگر مجرم کو نصیحت ہوتی ہو۔ اور گناہ چھوڑ دیتا ہو تو یہ بھی کیا جائے غرض! جن گناہوں میں حد مقرر نہیں ہے۔ اور تعزیر مقصود ہے۔ تو امام والی۔ حاکم کا فرض ہے کہ مجرم مذنب کے مناسب حال تعزیر کرے اور معاصی و گناہ سے باز رکھے۔

(ابو العلاء محمد اسمٰعیل گودھروی کان اللہ لہٗ)

Marfat.com

گدھے پر سوار کیا جائے۔ جیسا کہ حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ جھوٹی گواہی دینے والے کی تعزیر آپ نے ایسی کی تھی۔ اس لئے کہ جھوٹ بولنے والے نے جھوٹ سے اپنا منہ کالا کیا تو اسکا منہ کالا کیا گیا۔ اور بات کو مقلوب کردیا تو اسے مقلوب الٹے منہ گدھے پر سوار کیا گیا اور اس کی تعزیر کی گئی۔

اور تعزیر میں زیادہ سے زیادہ سزا یہ ہے کہ دس کوڑے مارے جائیں اس سے زیادہ نہ مارے جائیں اور بہت سے علماء اس کے قائل ہیں کہ تعزیر اتنی نہیں ہونی چاہیے۔ کہ حد کے درجہ کو پہنچ جائے اور پھر اس تعزیر کے متعلق بھی ان علماء کے دو قول ہیں۔ بعض کہتے ہیں تعزیر ادنیٰ حدود تک نہیں پہنچنی چاہیے۔ حُر۔ آزاد آدمی کی حد ادنیٰ سے ادنیٰ چالیس کوڑے، یا اسّی کوڑے ہیں، تعزیر میں اتنے کوڑے نہیں لگانے چاہئے۔ غلام کی تعزیر غلام کی ادنیٰ حد کے برابر نہیں ہونی چاہیے غلام کی حد بیس کوڑے یا چالیس کوڑے ہیں۔ تعزیر اس حد تک نہیں پہنچنی چاہیے۔

اور بعض کہتے ہیں آزاد ہو یا غلام تعزیر غلام کی حد تک نہیں پہنچنی چاہیے۔ اور بعض کہتے ہیں نہیں بلکہ حر اور آزاد کی تعزیر حر اور آزاد کی حد تک نہیں پہنچنی چاہیے۔ اور غلام کی تعزیر غلام کی حد تک نہیں پہنچنی چاہیے۔ جس جنس اور جن نوعیت کی تعزیر کی جائے اوسی جنس اور اسی نوعیت کی عقوبت و سزا حد سے زیادہ نہ ہونی چاہیے۔ مثلاً کوئی چور ایسی چیز چرائے جو حرز و حفاظت میں نہ ہو۔ تو ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ دوسری تعزیر کی جائے۔ اگرچہ یہ تعزیر حد قذف تک پہنچ جائے، اسے مار ماری جائے اگرچہ حد قذف سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً کسی نے زنا سے کم فعل کیا بوسہ لیا یا ساتھ لے کر سو رہا۔ یا اس قسم کی کوئی دوسری حرکت کی۔ تو اس کی تعزیر زنا کی حد کو نہیں پہنچ سکتی۔ اگرچہ قاذف سے زیادہ ہوگی۔ جیسا کہ حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے۔ ایک شخص نے منقش انگوٹھی بنوائی تھی۔ اور بیت المال سے کچھ لے لیا تھا۔ اور انگوٹھی میں لگایا تھا۔ تو حضرت عمرؓ نے اس کو ایک دن سو کوڑے لگوائے۔ دوسرے دن سو کوڑے لگوائے۔ اور تیسرے دن سو کوڑے لگوائے۔ اور خلفاء راشدینؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ ایک دن ایک مرد ایک اجنبی عورت کو ایک لحاف کے اندر لے کر سویا ہوا تھا۔ تو دونوں کو سو سو کوڑے لگوائے تھے۔

اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے اپنی بی بی کی باندی سے خلوت کی تو اگر اس کی بی بی نے اسے خلوت کی اجازت دے دی تو اسے سو کوڑے لگوائے جائیں گے۔ اور خلوت کی اجازت نہیں دی ہے تو رجم کیا جائے گا۔ یہ تمام اقوال امام احمدؒ کے

Marfat.com

مذہب کی رو سے ہیں۔ اور پہلے دو قول امام شافعیؒ وغیرہ کے مذہب کی رو سے ہیں۔ امام مالکؒ وغیرہ سے منقول ہے کہ بعض جرائم ایسے ہیں کہ ان میں حد نہیں ہے۔ مگر تعزیر بہ سزائے قتل کی بھی ہے۔ امام احمدؒ کے بعض شاگرد اس میں ان کے ہمنوا ہیں۔ مثلاً مسلم جاسوس دشمنوں اور کفار سے ایسی جاسوسی کرے کہ مسلمانوں کو اس سے نقصان پہنچ رہا ہے۔ تو امام احمدؒ نے اس کی تعزیر میں توقف کیا ہے۔ لیکن امام مالکؒ اور بعض حنابلہ مثلاً ابن عقیلی وغیرہ کہتے ہیں: اس کو قتل کر دینا چاہیئے۔ اور امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ اور بعض حنابلہ مثلاً ابویعلی وغیرہ کہتے ہیں نہیں اسے قتل نہیں کرنا چاہیئے۔

اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے بعض شاگردوں کا قول ہے کہ اگر کوئی ایسی بدعت رائج کرے یا بدعت کو دعوت دیوے جو کتاب اللہ اور سنت رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ امام مالکؒ کے بہت سے شاگردوں کا بھی یہی قول ہے، لیکن امام مالکؒ وغیرہ نے قدریہ کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اس لئے یہ حکم دیا ہے کہ اس سے فساد فی الارض متصور ہے۔ نہ یہ کہ یہ لوگ مرتد ہو گئے ہیں اس لئے۔

اور اسی طرح بعض نے جادوگر کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اکثر علماء نے بھی اسے قتل کرنے کا حکم دیا ہے، اور حضرت جندبؓ سے موقوف اور مرفوع روایت ہے کہ

حَدُّ السَّاحِرِ ضَرْبَةٌ بِالسَّيْفِ[1] (رواہ الترمذی) — جادوگر کی حد اس کی گردن تلوار سے اڑا دینا ہے۔

---

[1] حضرت جندبؓ کا واقعہ اغانی ابو الفرج اصبہانی کے اندر سند و روایت سے بیان کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ولید بن عقبہ کے پاس ایک جادوگر آیا۔ جو گائے کے شکم میں بلا تکلف گھس جاتا اور نکل آتا تھا اتفاق سے حضرت جندبؓ نے یہ معاملہ دیکھا، چپکے سے اٹھے اور گھر جا کر تلوار لے آئے۔ جب جادوگر گائے کے پیٹ میں گھس گیا تلوار لے کر اٹھے اور ایک ہی وار میں گائے اور جادوگر کے دو ٹکڑے کر دئے۔ اور یہ آیت پڑھی:۔

أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ ۝ (انبیاء ع ۱) — کیا تم دیدہ و دانستہ جادو کی باتیں سننے کو آئے ہو؟

یہ دیکھ کر لوگ خوف زدہ ہو گئے۔ ولید نے ان کو گرفتار کر کے جیل میں بھیج دیا۔ اور واقعہ کی اطلاع حضرت عثمان رضؓ کو دے دی۔ اتفاق سے داروغہ جیل ایک نصرانی تھا اس نے دیکھا کہ (باقی بر صفحہ ۲۲۶)

Marfat.com

اور حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، اور دیگر صحابہ کرامؓ کہتے ہیں ساحر کی گردن اڑادی جائے۔ لیکن قتل کی وجہ۔ اور علت۔ مختلف بیان کرتے ہیں بعض علماء اس لئے اسے قتل کرنے کی سزا تجویز کرتے ہیں کہ وہ کافر ہوجاتا ہے۔ اور بعض علماء کہتے ہیں نہیں، بلکہ فساد فی الارض کی وجہ سے قتل کیا جائے۔ لیکن جمہور علماء کہتے ہیں۔ بر بنائے حد جادوگر کو قتل کیا جائے۔

---

(بقیہ ص ۲۲۶) حضرت جندبؓ رات کو اٹھ کر تہجد گذارتے ہیں اور دن میں روزہ رکھتے ہیں۔ کہنے لگا قسم خدا کی جس قوم کے شریر لوگ ایسے ہوں وہ قوم سچی ہے۔ جیل خانہ پر کسی شخص کو اپنا قائم مقام کیا، اور خود کوفہ پہنچا۔ اور دوسروں کے حالات دریافت کئے۔ پوچھا سب سے نیک اور بہتر شخص یہاں کون ہے؟ لوگوں نے کہا اشعث بن قیس۔ یہ نصرانی ان کا مہمان ہوا۔ اور دیکھا تو یہ رات کو سوتے ہیں اور صبح کو کھانا بھی کھاتے ہیں۔ اس کے بعد پھر کوفہ والوں سے پوچھا کون افضل شخص ہے؟ لوگوں نے کہا جریر بن عبداللہ۔ اس نصرانی نے ان کو بھی دیکھا۔ اور ویسا ہی پایا جیسا اشعث بن قیس کو پایا تھا۔ نصرانی قبلہ کی طرف رخ کر کے بولا۔

رَبِّی رَبُّ جُنْدُبٍ وَدِیْنِیْ دِیْنُ جُنْدُبٍ۔ جو جندب کا رب ہے وہ میرا رب ہے جو جندب کا دین ہے وہ میرا دین ہے۔

اور کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔

اور سنن کبریٰ میں بیہقی نے اس واقعہ کو کچھ مغائرت کے ساتھ بیان کیا ہے، کہ ولید بن عقبہ عراق میں تھے۔ ان کے پاس ایک جادوگر آیا وہ یہ تماشہ کیا کرتا تھا کہ آدمی کی گردن اڑا دیتا۔ اس کے بعد زور زور سے چیختا اور اسے پکارتا۔ سر خود بخود آکر مقتول کے دھڑ سے لگ جاتا اور زندہ ہوجاتا۔ یہ دیکھ کر لوگ کہتے سُبْحَانَ اللّٰہِ یُحْیِی الْمَوْتٰی سبحان اللہ یہ تو مُردوں کو زندہ کرتا ہے۔ یہ دیکھ کر مہاجرین میں سے ایک نیک صالح آدمی دوسرے دن تلوار لے کر وہاں پہنچا۔ جب جادوگر نے تماشہ شروع کیا انہوں نے اٹھ کر وار کر دیا۔ ایک ہی وار میں گردن اڑادی، اور کہنے لگے اگر سچا ہے تو خود بخود اپنی جان کو زندہ کر لیوے۔ ولید نے دینار نامی شخص کو جو جیل کا داروغہ تھا حکم دیا ان کو گرفتار کر کے جیل بھیجدو۔

غرض! یہ کہ جادو دین اسلام کے خلاف ہے۔ اور لوگ فتنہ میں پڑ جاتے ہیں، پس حق اور دین کا معیار کتاب اللہ اور کتاب الرسول کو قرار دیا جائے۔ جو اس کے مطابق ہے حق ہے جو اس کے خلاف ہے ضلالت و گمراہی ہے۔

یہی وجہ و سبب ہے، کہ جادوگر کو قتل کرنیکا حکم علماء نے دیا ہے۔

اسی طرح امام ابو حنیفہ ؒ ان جرائم میں جن میں قتل واجب ہے ان جرائم کی تکرار پر تعزیراً بالقتل کا حکم دیتے ہیں۔ مثلاً کوئی شخص لواطت پر اصرار کرے۔ یا یہ کہ لوگوں کو تحصیل مال کے لئے دھوکہ اور فریب دیتا ہے تو اسے قتل کرنا واجب ہے۔

اگر کسی مفسدہ کے متعلق یہ ثابت ہو جائے کہ اس کے شر سے اس وقت تک نجات نہیں مل سکتی جب تک کہ اسے قتل نہ کیا جائے۔ تو اسے قتل کر دیا جائے۔ جیسا کہ مسلم نے اپنی صحیح مسلم میں عرفجہ الاشجعی رضؓ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

| | |
|---|---|
| مَنْ اَتَاكُمْ وَاَمْرُكُمْ عَلٰى رَجُلٍ وَاحِدٍ يُرِيْدُ اَنْ يَّشُقَّ عَصَاكُمْ اَوْ يُفَرِّقَ فِيْ جَمَاعَتِكُمْ فَاقْتُلُوْهُ۔ | جو شخص تمہارے پاس آئے اور تم سب ایک آدمی پر مجتمع ہوں، اسکا ارادہ تمہاری جماعت میں پھوٹ ڈالنے کا ہو، یا تمہاری جماعت کو پراگندہ کرنے کا ہو تو اسے تم قتل کر دو۔ |

اور دوسری روایت میں ہے:۔

| | |
|---|---|
| سَيَكُوْنُ هَنَاتٌ وَهَنَاتٌ فَمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّفَرِّقَ اَمْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَهِيَ جَمِيْعٌ فَاضْرِبُوْهُ بِالسَّيْفِ كَائِنًا مَنْ كَانَ۔ | پے در پے فتنے کھڑے ہونگے اس وقت کوئی آدمی اس امت میں پھوٹ ڈالنے کا ارادہ کرے اور تمہاری جمعیت کو توڑنا چاہے تو تم اسے تلوار سے قتل کر ڈالو جو کوئی بھی ہو۔ |

اور یہی شراب نوش کے متعلق کہا گیا ہے کہ جب بار بار کی تعزیر سے وہ باز نہیں آتا تو چوتھی مرتبہ میں اسے قتل کر دو۔ اور اس پر وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں جو امام احمدؒ نے اپنی مسند میں دیلم الحمیریؓ سے روایت کی ہے۔ دیلمؓ پوچھتے ہیں یا رسولؐ اللہ میں ایسی سرزمین سے آیا ہوں جہاں شراب سے بڑا کام نکلتا ہے۔ اور اس سے علاج معالجہ کیا جاتا ہے۔ ہم قمح سے شراب بناتے ہیں جس سے ہم کو بڑی قوت ملتی ہے۔ اور بڑی حد تک اپنے پیشہ میں کامیاب ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہمارے یہاں سردی بھی بہت ہوتی ہے۔ اور اس سے سہارا ملتا ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| هَلْ يُسْكِرُ؟ | کیا وہ نشہ کرتی ہے؟ |

میں نے کہا۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا:۔

Marfat.com

فَاجْتَنِبُوْهُ۔ اس سے بچتے رہو۔

میں نے کہا لوگ اسے ہرگز نہیں چھوڑیں گے تو آپ نے فرمایا۔

فَاِنْ لَّمْ يَتْرُكُوْهُ فَاقْتُلُوْهُ۔ اگر وہ چھوڑیں تو قتل کردو۔

اور یہ حکم اس لئے ہے کہ وہ مفسد ہے۔ اور مفسد صائل حملہ آور کے مشابہ ہوا کرتا ہے۔ تو جس طرح صائل حملہ آور کی مدافعت بغیر قتل کے ناممکن ہو تو قتل کیا جائے۔ اسی طرح اس کا بھی یہی حکم ہے۔

اور سب کا اجماع اس پر ہے کہ عقوبت و سزا دو[۲] قسم کی ہے۔ ایک ماضی کے گناہ کی عقوبت و سزا کہ اسے اپنے کیے کی سزا مل جائے۔ اور خدا کی خفگی کا تدارک ہوجائے۔ مثلاً شراب خور اور قاذف کو کوڑے لگانا۔ محارب اور چور کے ہاتھ کاٹ دینا۔

دوسری واجب حق ادا نہ کرنے کی۔ اور جو جرم وہ کررہا ہے مستقبل میں ترک نہیں کرتا۔ اس کی سزا جس سے مقصود یہ ہے کہ حق واجب وہ ادا کرے، اور مستقبل میں جرم کو ترک کردیوے، جیسے مرتد کہ اس کو توبہ کے لئے کہنا۔ کہ وہ توبہ کرے، اور مسلمان ہوجائے۔ تاآنکہ وہ اسلام لے آئے۔ اگر وہ اسلام پھر قبول کرلیوے تو بہتر ورنہ اسے قتل کردیا جائے۔

اور جیسے کہ تارک نماز۔ تارک زکوٰۃ۔ اور بندوں کے حقوق نہ دینا۔ ان کے حقوق کو پامال کرنا وغیرہ تاآنکہ وہ حقوق واجبہ ادا کرنے لگ جائے۔

تو اس دوسری قسم کے جرائم میں پہلی قسم کے جرائم سے زیادہ تعزیر کی جائے گی۔ اور اس لئے مرتد بعد مرتد تارک نماز۔ تارک زکوٰۃ کو مارا اور پیٹا جائے گا۔ تاآنکہ اس پر جو حقوق ہیں ادا کرنے لگ جائے۔

اور صحیحین کی وہ حدیث کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا يُجْلَدُ فَوْقَ عَشَرَةِ اَسْوَاطٍ اِلَّا فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ۔ حدود الٰہی کے سوا۔ دس کوڑوں سے زیادہ تعزیر نہ کی جائے۔

اس کی تفسیر علماء کی ایک جماعت یہ کررہی ہے کہ اس سے مراد حدود الٰہیہ ہیں جو اللہ کے حق کے لئے حرام کی گئی ہیں۔ کیونکہ کتاب و سنت میں جہاں حدود کا لفظ آیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ یہ حلال و حرام میں حد فاصل ہے۔ یعنی حلال کی آخری حد۔ اور حرام کی پہلی حد کے درمیان ایک حد فاصل ہے۔ حلال کی آخری حد کے متعلق خدا کا ارشاد ہے۔

Marfat.com

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ط          یہ حدود خداوندی ہیں اسے پھلانگو مت۔

اور حرام کی پہلی حد کے متعلق خدا کا ارشاد ہے۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ط          یہ حدود الٰہی ہیں اس کے قریب نہ جاؤ۔

اب رہی یہ بات کہ اس عقوبت و سزا کو حد کیوں کہا گیا۔ تو جواب یہ ہے یہ تو پیدا عرف ہے اور حقیقت وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کی۔

اور حدیث سے مراد یہ ہے کہ جو شخص اپنے حق کے لئے اگر مارے۔ مثلاً مرد اپنی بی بی کو مارے کہ کسی وجہ سے باہم نشوز اور کھچاؤ پیدا ہو گیا ہے تو اس کا فرض یہ ہے کہ دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارے۔

# اٹھارویں[18] فصل کے مضامین!

جن کوڑوں سے مارا جائے وہ درمیانی ہونے چاہئیں لکڑی یا کانٹے دار چیز سے نہ مارا جائے۔ تمام کپڑے نہ اتارے جائیں۔ منہ پر نہ مارا جائے۔ پیٹھ اور کندھوں اور رانوں پر مارا جائے۔ اور اس کے ہاتھ نہ باندھے جائیں۔

شریعت میں جن کوڑوں کے لگانے کا حکم ہے۔ وہ ایسے ہونے چاہئیں کہ معتدل و درمیانی ہوں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

خَيْرُ الْأُمُوْرِ أَوْسَطُهَا۔ بہترین امور وہ ہیں جو درمیانی ہوں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں نہ سخت ضرب لگائی جائے نہ نرم۔ کوڑا نہ بہت بڑا ہو نہ بہت چھوٹا۔

لکڑی سے نہ مارا جائے۔ کانٹے دار چیز سے نہ مارا جائے۔ اس میں دِرّہ کافی نہیں ہے۔ بلکہ دِرّہ تعزیرات میں مستعمل ہے۔ حدود میں تو کوڑوں ہی کی مار ماری جائے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضؓ جب کسی کو ادب دیتے۔ ادب سکھاتے تو دِرّہ کے ذریعہ سکھاتے، لیکن جب حدود کا معاملہ ہوتا تو کوڑا منگوا لیتے، کوڑے لگواتے وقت مجرم کے سارے کپڑے نہ اتارے جائیں۔ بلکہ اتنے اتارے جائیں جو ضرب اور مار اور چوٹ سے روکتے ہوں۔ اندر آنتوں اور رگوں پر مار کا اثر نہ پہنچے۔ اور جبتک سخت ضرورت پیش نہ آئے محدود کو باندھا بھی نہ جائے منہ پر نہ مارا جائے۔ مقصود یہ ہے کہ اس کی تادیب کی جائے۔ اس کو قتل کرنا مقصود نہیں ہے۔ اور ایسی مار ماری جائے کہ ہر عضو کو اس کا حصہ مل جائے۔ مثلاً پیٹھ اور کندھوں اور رانوں پر مار ماری جائے۔

---

Marfat.com

# انیسویں[19] فصل کے مضامین

عقوبت وسزا دو[2] قسم کی ہے۔ ایک یہ کہ ایک یا دو یا چند آدمی خدا اور رسول خدا کی نافرمانی کریں۔ دوسری یہ کہ ایک مضبوط جماعت ہو جو اسلام کی راہ میں حائل ہو اور لڑنے مارنے مرنے پر تل جائیں۔ پہلی قسم میں حد ہے اور دوسری قسم میں جہاد۔

اللہ۔ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی سے جو سزا اور عقوبت لازم آتی ہے وہ[2] قسم کی ہے۔ ایک وہ عقوبت وسزا جو مقدار اور مقرر ہے۔ جو ایک آدمی کے لئے یا دو یا چند آدمیوں کے لئے ہوا کرتی ہے، جیساکہ پہلے اس کا بیان گذر چکا۔ دوسری عقوبت وسزا وہ ہے جو ایک زبردست گروہ کے مقابلہ میں ہو۔ جس پر قتل کے بغیر قابو نہیں حاصل ہوتا۔ اور یہ جہاد ہے۔ اللہ اور اللہ کے رسول کے دشمنوں کے خلاف لڑائی ہے۔

پس جبکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت ان تک پہنچ جائے۔ دین کی تبلیغ ہو جائے۔ اور وہ اسلام قبول نہ کرے تو اس کے مقابلہ میں جہاد اور حرب وقتال واجب ہے تا آنکہ کوئی فتنہ دین کے بارے میں باقی نہ رہے۔ اور دین خداوندی پھولے پھلے۔

بعثت کے آغاز میں آپ کو صرف دعوت الی الاسلام کی اجازت تھی۔ قتل کرنے اور مارنے کی اجازت نہیں تھی۔ جب مجبور ہو کر آپ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ وہاں آپ کی قوت وطاقت بڑھ گئی تو اللہ تعالے نے آپ کو اور مسلمانوں کو جہاد۔ قتال وجنگ کا حکم دیا۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ

جن مسلمانوں سے کافر لڑتے ہیں اب ان کو بھی ان کافروں سے لڑنے کی اجازت ہے۔ اس واسطے کہ ان پر ظلم ہو رہا ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے، یہ وہ مظلوم ہیں جو بیچارے صرف اتنی بات کہنے پر کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے ناحق اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے، اور اگر اللہ لوگوں کو ایک

Marfat.com

وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنصُرَنَّ اللّٰهُ مَن يَنصُرُهُ ۗ إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ ۗ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ۝

(حج ع ۶)

دوسرے سے نہ ہٹواتا رہتا تو نصاریٰ کے صومعے اور گرجے، اور یہودیوں کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے کبھی کے ڈھائے جا چکے ہوتے، اور جو اللہ کی مدد کریگا اللہ بھی ضرور اسکی مدد کریگا۔ کچھ شک و شبہ نہیں کہ اللہ زبردست غالب ہے، یہ لوگ اگر حاکم وقت بنا کر ہم زمین میں ان کے پاؤں جما دیں تو اچھے ہی اچھے کام کرینگے نماز پڑھینگے، زکوٰۃ دینگے اچھے کام کیلئے کہیں گے اور بُرے کام سے منع کرینگے۔ اور سب چیزوں کا انجام کار تو خدا ہی کے اختیار میں ہے۔

اس کے بعد مسلمانوں پر جہاد و قتال فرض کیا گیا اور یہ آیت اتری۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

(بقرہ ع ۲۶)

مسلمانو! تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے اور وہ تم کو ناگوار بھی گذریگا اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو، اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو، اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اور تم نہیں جانتے۔

اس کے بعد مدنی سورتوں میں جہاد کی عظمت و اہمیت پیش کی۔ اور جہاد فرض کیا گیا اور جہاد ترک کرنے والوں کی مذمت اور برائی پیش کی۔ جہاد و قتال ترک کرنے والوں کو مرض قلوب سے یاد کیا گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ

اے پیغمبر! مسلمانوں سے کہو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی۔ اور تمہاری بیبیاں اور تمہارے کنبے دار، اور مال جو تم نے کمائے ہیں، اور سوداگری جس کے مندا پڑ جانے کا تم کو اندیشہ ہے اور مکانات جن میں رہنے کو تمہارا جی چاہتا ہے۔ اگر یہ

Marfat.com

وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ط وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ○
(توبہ ع ۳)

سب چیزیں اللہ اور اسکے رسول کے رستے میں جہاد کرنیسے تم کو زیادہ عزیز ہوں تو ذرا صبر کرو یہاں تک کہ جو کچھ خدا کو کرنا ہے وہ تمہارے سامنے لا موجود کرے اور اللہ ان لوگوں کو جو اس کے حکم سے سرتابی کریا ہدایت نہیں دیا کرتا۔

اور اللہ تعالٰے کا ارشاد ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ○ (حجرات ع ۲)

پس سچے مسلمان تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر کسی طرح کا شک وشبہ نہیں کیا اور اللہ کی راہ میں اپنے جان ومال سے جہاد کرتے رہے۔ حقیقت میں یہی سچے مسلمان ہیں۔

اور اللہ تعالٰے کا ارشاد ہے:۔

فَإِذَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ مُحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ. فَأَوْلَىٰ لَهُمْ ۝ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَعْرُوفٌ ط فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ۝ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۝
(محمد ع ۳)

پھر جب کوئی سورت نازل ہو اور اس میں صاف طور پر جہاد کا حکم اور لڑائی کا تذکرہ ہو تو اے پیغمبر جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کا روگ ہے تم ان کو دیکھو گے کہ وہ تمہاری طرف ایسے دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پر موت کی بیہوشی طاری ہو۔ . . . . . . . . . . . . . رسولؐ کی فرمانبرداری چاہیئے اور سیدھی طرح پر جواب دینا چاہیئے جب لڑائی ٹھن جائے اور یہ لوگ خدا سے سچے رہیں تو یہ بات ان کے حق میں بہتر ہے، تو کیا تم سے کچھ بعید ہے کہ اگر پھر بیٹھو لگو ملک میں فساد کرنے اور اپنے رشتوں ناطوں کو توڑنے۔

اور اس قسم کی آیتیں قرآن مجید میں بکثرت ہیں۔ اور اسی طرح جہاد وقتال اور جہاد کرنے والے مجاہدوں کی عظمت واہمیت سورۂ الصف کے اندر وارد ہے۔ چنانچہ اللہ تعالٰے کا ارشاد ہے۔

Marfat.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ط وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝

(صف ع ۲)

اے پیغمبر! مسلمانوں سے کہو کہ مسلمانو! کہو تو میں تم کو ایسی سوداگری بتاؤں! جو تم کو آخرت کے عذاب دردناک سے بچائے، وہ یہ ہے کہ خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانیں لڑا دو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو، خدا تمہارے گناہ معاف کر دیگا اور تم کو بہشت کے باغوں میں لے جا داخل کریگا جن کے تلے نہریں پڑی بہ رہی ہوں گی۔ اور نیز عمدہ عمدہ مکانات میں کہ وہ مکانات ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہوں گے یہ بہت بڑی کامیابی ہے ایک اور نعمت بھی ہے جس کو تم دل سے پسند کرتے ہو کہ خدا کی طرف سے تم کو مدد ملے گی، اور فتح اور اے پیغمبر! مسلمانوں کو اس کی خوشخبری سنا دو۔

اور ارشاد ہے:-

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَوُونَ عِندَ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ط

کیا تم لوگوں نے حاجیوں کے پانی پلانے اور ادب و حرمت والی مسجد خانہ کعبہ کو آباد رکھنے کو اس شخص جیسا سمجھ لیا جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لاتا ہے، اور اللہ کے رستے میں جہاد کرتا ہے۔ اللہ کے نزدیک تو یہ برابر نہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو راہ راست نہیں دکھایا کرتا۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اپنے جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کئے یہ لوگ اللہ کے ہاں درجے میں کہیں بڑھ کر ہیں۔ اور یہی ہیں جو منزل مقصود کو پہنچنے والے ہیں۔ ان کا پروردگار ان کو اپنی مہربانی اور رضامندی اور ایسے باغوں کی خوشخبری دیتا ہے

Marfat.com

إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ أَجْرٌ عَظِيمٌ ٥

(توبہ ع ۳)

جن میں ان کو دائمی آسائش ملے گی۔ اور یہ ان باغوں میں سدا کو اور ہمیشہ ہمیش رہیں گے، بیشک اللہ کے ہاں بہت بڑا ثواب موجود ہے۔

اور اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:-

مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهٖ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهٗٓ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ۔ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ٥

(مائدہ ع ۸)

تم میں سے کوئی اپنے دین اسلام سے پھر جائے تو خدا ایسے لوگوں کو لا موجود کریگا جن کو وہ دوست رکھتا ہوگا اور وہ اس کو دوست رکھتے ہوں گے، مسلمانوں کے ساتھ نرم کافروں کے کرڑے۔ اللہ کی راہ میں اپنی جانیں لڑا دیں گے، اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا باک نہیں رکھیں گے یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہے دے اور اللہ بہت وسیع بڑا جاننے والا ہے۔

اور اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَّغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ٥ وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَّلَا كَبِيرَةً وَّلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ٥

(توبہ ع ۱۵)

یہ اس لئے کہ ان جہاد کرنے والوں کو خدا کی راہ میں پیاس اور محنت اور بھوک کی تکلیف پہنچتی ہے تو اور جن مقامات پر کافروں کو ان کا چلنا ناگوار گزرتا ہے، وہاں چلتے ہیں تو اور جو کچھ دشمنوں سے ملا رہتا تو ہر ہر کام کے بدلے ان کا نیک عمل لکھا جاتا ہے بیشک اللہ خلوص دل سے اسلام کی خدمت کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں ہونے دیا کرتا۔ اور تھوڑا یا بہت جو کچھ خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور جو میدان ان کو طے کرنے پڑتے ہیں یہ سب ان کے نام لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ ان کو ان کے اعمال کا بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرمائے۔

پھر ان اعمال معاشرت سے جو اعمال پیدا ہوتے ہیں ان کا ذکر فرمایا اور جہاد کا حکم دیا۔ اور

Marfat.com

کتاب اللہ و کتاب الرسول میں بے شمار جگہوں پر جہاد کا ذکر ہے۔ اور یہ بھی ذکر ہے کہ افضل تطوع اور بہترین نفل جہاد ہے، اور اسی بنا پر علماء کا متفقہ فتوی ہے کہ جہاد، حج، عمرہ اور نفل روزوں سے بھی افضل ہے، جیسا کہ کتاب اللہ اور کتاب الرسول اس پر دلالت کرتی ہیں۔ تا آنکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

رَأْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ وَعُمُوْدُهُ الصَّلٰوةُ وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ۔

راس الامر اسلام ہے اور اسکا عمود و ستون نماز ہے، ان سب سے بہترین عمل جہاد ہے۔

اور آپ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ فِی الْجَنَّةِ لَمِأَةَ دَرَجَةٍ مَا بَیْنَ الدَّرَجَةِ وَالدَّرَجَةِ کَمَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِیْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ۔

(متفق علیہ)

جنت میں سو درجے ہیں اور دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ آسمان و زمین کے درمیان ہے۔ اور یہ درجے اللہ تعالے نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے تیار کر رکھے ہیں۔

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

مَنْ اَغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ حَرَّمَهُ عَلَی النَّارِ۔

(رواہ البخاری)

جس شخص کے قدم اللہ کی راہ میں گرد آلود ہوئے۔ اس پر جہنم کی آگ حرام ہے۔

اور آپ کا ارشاد ہے:۔

رِبَاطُ یَوْمٍ وَلَیْلَةٍ خَیْرٌ مِّنْ صِیَامِ شَهْرٍ وَقِیَامِهٖ وَاِنْ مَاتَ اُجْرِیَ عَلَیْهِ عَمَلُهُ الَّذِیْ کَانَ یَعْمَلُهُ وَ اُجْرِیَ عَلَیْهِ رِزْقُهُ وَاَمِنَ الْفَتَّانَ۔

(رواہ مسلم)

ایک رات دن خدا کی راہ میں گھوڑے باندھنا ایک ماہ کے روزوں اور ایک ماہ شب بیداری سے بہتر ہے، اگر وہ اس حالت میں مر گیا اسے اس کے عمل کا اجر ملتا رہے گا۔ اور اسکا رزق جاری کر دیا جائیگا۔ اور فتنوں سے پناہ ملے گی۔

اور آپ کا ارشاد ہے۔

لَا تَمَسُّهَا النَّارُ عَیْنٌ بَکَتْ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ۔ وَعَیْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ

جو آنکھ خدا کے خوف سے روئے۔ اور جو آنکھ فی سبیل اللہ حراست کرے اس کو دوزخ کی

Marfat.com

فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ ۔ (قال الترمذی حدیث حسن) — آگ کبھی نہ چھوئے گی۔

اور مسند احمد میں ہے:۔

حَرْسُ لَیْلَۃٍ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ اَفْضَلُ مِنَ اَلْفِ لَیْلَۃٍ یُقَامُ لَیْلُھَا وَیُصَامُ نَھَارُھَا۔

(رواہ احمد فی مسندہ)

ایک رات خدا کی راہ میں حراست کرنا ہزار راتوں کی شب بیداری اور ہزار روزوں سے بہتر ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر ہے۔

اَنَّ رَجُلاً ۔ قَالَ ۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَخْبِرْنِیْ بِشَیْئٍ یَعْدِلُ الْجِھَادَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ ۔ قَالَ لَا تَسْتَطِیْعُہٗ ۔ قَالَ اَخْبِرْنِیْ قَالَ ھَلْ تَسْتَطِیْعُ اِذَا خَرَجَ الْمُجَاھِدُ اَنْ تَصُوْمَ لَا تُفْطِرْ وَتَقُوْمَ لَا تَفْتُرْ قَالَ لَا ۔ قَالَ فَذَالِکَ الَّذِیْ یَعْدِلُ الْجِھَادَ۔

کسی شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ مجھے ایسی چیز بتلائے جو جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہو، آپ نے فرمایا تم اس کی طاقت نہیں رکھتے، اس نے کہا بتلائے توسہی، آپ نے فرمایا کیا تم یہ طاقت رکھتے ہو کہ جب مجاہد جہاد کیلئے نکلے، تم روزے رکھنا شروع کرو اور افطار نہ کرو، اور رات کو تہجد گذارو، ناغہ نہ کرو، اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا یہ عبادت جہاد کے برابر ہوسکتی ہے۔

اور سنن میں ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ لِکُلِّ اُمَّۃٍ سِیَاحَۃً وَسِیَاحَۃُ اُمَّتِی الْجِھَادُ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ۔

ہر امت کی سیر و سیاحت ہوتی ہے۔ میری امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

یہ بات بہت وسیع ہے، حقیقت جہاد۔ اعمال جہاد اور اس کے اجر و ثواب اور فضیلت کے بارے میں جس قدر احادیث وارد ہیں، کسی چیز، کسی عمل کے بارے میں وارد نہیں ہیں۔ غور و عبرت کی جائے تو یہ ظاہر ہے، کیونکہ جہاد کا نفع مجاہد اور دوسروں کے لئے دین و دنیا میں عام ہے۔ اور ہر قسم کی عبادات و طاعات ظاہرہ باطنہ پر مشتمل ہے۔ اس لئے کہ جہاد محبت الٰہی، اخلاص توکل علی اللہ پر مشتمل ہے۔ اپنی جان و مال خدا کے حوالہ کردیتا ہے۔ صبر و زہد۔ ذکر خداوندی اور ہر قسم کے اعمال اس کے اندر شامل ہیں۔ جہاد کے علاوہ دوسرا کوئی عمل ایسا نہیں ہے جس میں

یہ تمام اعمال شامل ہوں۔

جو شخص اور جو امت جہاد کرتی ہے، دو قسم کی نیکیوں سے ہمیشہ بہرہ ور ہوتی ہے۔ نصرت الٰہی۔ فتح وظفر، یا شہادت پاکر جنت حاصل کرلیوے، اور پھر یہ کہ خلق اللہ کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ بڑا اہم ہے، جہاد میں دین ودنیا کی سعادت ہے، اور زندگی اور موت کا مسئلہ بڑی آسانی سے حل ہوجاتا ہے، ترک جہاد سے دنیا وآخرت کی سعادت سے یکسر محروم ہوجاتا ہے۔ یا ان میں نقصان پیدا ہوجاتا ہے، بعض لوگ شدید قسم کی ریاضت کرتے ہیں دین ودنیا کے لئے اعمال شاقہ برداشت کرتے ہیں، باوجود اس کے ان سے منفعت کم حاصل ہوتی ہے۔ جہاد ایک ایسا عمل ہے کہ اس میں زیادہ سے زیادہ نفع ہے اور اعمال شاقہ سے کہیں زیادہ اس میں منفعت ہے۔ کبھی کبھی انسان اپنی ترقی اور اصلاح کے لئے ایسے اعمال شاقہ کرگذرتا ہے کہ موت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لیکن شہید کی موت ہمہ قسم کی موت سے آسان اور سب سے بہتر ہے۔

حرب وقتال اور جنگ کا اصل مقصد مشروع جہاد ہے۔ اور جہاد کا مقصود اصلی یہ ہے کہ دین کُل کا کُل خدا کا ہوجائے۔ اور کلمۂ خداوندی بلند ہو، تو جو شخص اس جہاد سے روکے اس سے منع کرے یا اس میں مزاحمت پیدا کرے تو تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے اسے قتل کر دیا جائے۔ جو لوگ منع نہیں کرتے، مسلمانوں کے مقابلہ میں جنگ وقتال نہیں کرتے جو کسی طرح جہاد میں مزاحم نہیں ہیں جیسے کہ عورتیں۔ بچے۔ راہب۔ شیخ کبیر۔ بوڑھے۔ اندھے لولے۔ لنگڑے۔ اپاہج وغیرہ تو جمہور کا یہ فتوےٰ ہے کہ ایسے لوگوں کو قتل نہ کیا جائے، انہی لوگوں کو قتل کرنا واجب ہے جو قول وفعل سے مسلمانوں کے خلاف حرب وقتال اور جنگ کرتے ہیں۔ گو بعض تمام کو قتل کرنا مباح کہتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں چونکہ وہ کافر ہیں اس لئے قتل کردیا جائے، ہاں عورتوں، اور بچوں کو قتل کرنے سے روکتے ہیں کیونکہ یہ تو مسلمانوں کا مال ہے، پہلا قول صحیح اور صواب اور ثواب ہے، کیونکہ جہاد یہی ہے۔ اور اسی کا نام ہے کہ جب ہم دین کی دعوت پیش کریں، دین کی اشاعت کریں۔ دین حق کو پھیلانا چاہیں تو وہ ہم سے لڑیں، ہم کو روکیں اور تبلیغ واشاعت کی راہ میں مزاحمت کریں جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے۔

| | |
|---|---|
| وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ | اور مسلمانو! جو لوگ تم سے لڑیں تم بھی اللہ کی راہ میں ان سے لڑو، اور زیادتی نہ کرنا۔ |

Marfat.com

لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝ (بقرہ ع ۲۴) اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اور سنن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے ایک جگہ کچھ لوگوں کو جمع پایا اور ایک مقتولہ عورت کو دیکھا۔ آپ نے اس وقت فرمایا۔

مَا کَانَتْ هٰذِهٖ لِتُقَاتِلُ۔ یہ عورت تو کسی کو قتل نہیں کرتی تھی۔

اور آپ نے ایک شخص سے کہا۔

اِلْحَقْ خَالِدًا فَقُلْ لَهٗ لَا تَقْتُلُوْا ذُرِّيَّةً وَلَا عَسِيْفًا۔ جاؤ جا کر خالد سے کہو، چھوٹی اولاد، اور محنت مزدوری کرنے والے اور بے ضرر غلاموں کو، اور عورتوں کو قتل نہ کرو۔

اور اسی سنن میں ہے آپ نے فرمایا۔

لَا تَقْتُلُوْا شَيْخًا فَانِيًا وَلَا طِفْلًا صَغِيْرًا وَلَا امْرَأَةً۔ شیخ فانی کو قتل نہ کرو، اور نہ چھوٹے بچوں کو قتل کرو، نہ عورتوں کو۔

اور یہ اس لئے کہ قتال وجہاد مخلوق کی اصلاح اور فلاح و بہبود کے لئے مباح کیا گیا ہے قتل کی اجازت اس لئے دی گئی ہے کہ اس سے فلاح وبہبود منصور ہو۔ جیسے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ط اور فتنہ قتل سے بھی بہت بڑا شر ہے۔

یعنی قتل کرنا بھی شر وفساد ہے۔ تو گویا کسی کو قتل کرنا بھی شر و فساد ہے۔ مگر کفار کا شر وفساد اس سے بھی بڑھ کر ہے، اور بہت بڑا فتنہ ہے۔ پس جو شخص دین کی اشاعت، دین کی اقامت سے منع نہیں کرتا۔ ان کی مزاحمت نہیں کرتا تو اس کا کفر اسی کے لئے مضر ہے، نہ مسلمانوں کے لئے۔ اسی لئے فقہاء نے کہا ہے ایسی بدعات کی دعوت دینا اور اس کی نشر واشاعت کرنا جو کتاب اللہ اور کتاب الرسول کے خلاف ہے۔ سراسر دین کی توہین ہے، اور دعوت دینے والے اور اس کی نشر واشاعت کرنے والے کو عقوبت و سزا دی جائے۔ خاموش رہنے والے کو وہ عقوبت و سزا نہ دی جائے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔

اِنَّ الْخَطِيْئَةَ اِذَا اُخْفِيَتْ لَمْ تَضُرَّ اِلَّا صَاحِبَهَا وَلٰكِنْ اِذَا ظَهَرَتْ فَلَمْ تُنْكَرْ ضَرَّتِ الْعَامَّةَ۔ جب خفیہ طور پر گناہ کیا جائے تو گناہ کرنے والے ہی کو نقصان کرتا ہے۔ لیکن جب کھلے طور پر کیا جائے اور اس پر انکار نہ کیا جائے۔ تو

عام لوگوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔

اسی لئے شریعت نے کفار سے قتال و جنگ واجب کیا ہے۔ لیکن جو معذور و بے بس ہیں ان سے قتال و جنگ واجب نہیں کیا۔ بلکہ اگر کوئی خفیہ طور پر قتال وغیرہ کا مشورہ دیتا ہے۔ یا کشتی اور جہاز کی راہ بتلاتا ہے۔ یا یہ کہ مسلمانوں کو غلط راستہ بتلاتا ہے۔ یا اور کسی قسم کا کام کرتا ہے یا حیلہ بتلاتا ہے، تو امام۔ والی۔ حاکم کا فرض ہے اصلح طریقہ اختیار کرے اور سوچ سمجھ کر اس سے بچنے کی کوشش کرے، اسے اس کام سے دور رہنے کی ہدایت کرے، یا قتل کر دیوے، یا احسان کر کے چھوڑ دیوے، یا فدیہ لے کر چھوڑ دیوے، یا جان کی ضمانت لے کر اسے رہا کر دیوے، جو بہتر معلوم ہو کرے، اکثر فقہار کا یہی قول ہے کتاب و سنت بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں، اگرچہ بعض فقہا اس پر احسان کرنے اور فدیہ لے کر چھوڑ دینے کو منسوخ مانتے ہیں۔

لیکن اہل کتاب اور مجوسیوں کا مسئلہ تو ان سے قتال و جنگ کی جائے، تا آنکہ وہ مسلمان ہو جائیں یا جزیہ ادا کریں، ان کے سوا دوسرے لوگوں سے جزیہ لینے میں فقہار نے اختلاف کیا ہے، مگر عام فقہا رعربوں سے جزیہ نہیں لیتے۔

جو طائفہ جو گروہ کہ اس کی نسبت اسلام کی طرف ہوتی ہے۔ اور مسلمان کہلاتے ہیں۔ لیکن بعض شرائع سے وہ حذر کرتے ہیں یا منع کرتے ہیں اور وہ شرائع ایسے ہیں جو ظاہر اور متواتر ہیں تو ان سے جہاد کرنا واجب ہے۔ اس پر تمام مسلمان متفق ہیں۔ ایسے لوگوں کے خلاف جہاد و قتال کرنا فرض ہے۔ تا آنکہ اللہ کا دین کُل کا کُل پھیل جائے۔ جیسا کہ ابو بکر صدیق رضؓ اور تمام صحابہ کرامؓ نے "زکوٰۃ" نہ دینے والوں کے خلاف جہاد کیا۔ گو بعض صحابہؓ نے ابتدار میں اس سے اختلاف کیا لیکن بعد میں جا کر اس سے متفق ہو گئے تا آنکہ حضرت عمر رضؓ نے حضرت ابو بکر صدیق رضؓ سے کہا۔

| | |
|---|---|
| كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ فَإِذَا قَالُوهَا فَقَدْ عَصَمُوا مِنِّيْ دِمَائَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ۔ | تم ان لوگوں سے جہاد و قتال کیسے کر سکتے ہو؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، مجھے امر کیا گیا ہے میں لوگوں سے جنگ اس وقت تک کروں کہ وہ شہادت دیویں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، جب شہادت دے دیں تو اپنی جان و مال بچا لیں گے مگر کسی حق کے ساتھ۔ اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔ |

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے اس کا جواب دیا۔

فَاِنَّ الزَّکَاۃَ مِنْ حَقِّھَا وَاللّٰہِ لَوْمَنَعُوْنِیْ عَنَاقًا کَانُوْا یُؤَدُّوْنَھَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُھُمْ عَلٰی مَنْعِھَا۔

زکوٰۃ اس کلمہ کا حق ہے، واللہ اگر یہ لوگ اس کا وہ ٹکڑا بھی مجھے دینے سے انکار کریں گے جو وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں ان سے قتال و جنگ کرونگا۔

حضرت عمرؓ بعد میں کہا کرتے تھے، یقیناً اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضہ کا قتال و جنگ کے لئے شرح صدر فرما دیا تھا۔ اور میں اچھی طرح اب سمجھ چکا ہوں کہ یہ حق پر ہیں۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مختلف بہت سے طریقوں سے مروی ہے کہ آپ نے خوارج کے خلاف جہاد و جنگ کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ صحیحین کے اندر حضرت علی بن ابی طالبؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے۔

سَیَخْرُجُ قَوْمٌ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ اَحْدَاثُ الْاَسْنَانِ۔ سُفَھَاءُ الْاَحْلَامِ۔ یَقُوْلُوْنَ مِنْ خَیْرِ قَوْلِ الْبَرِیَّۃِ۔ لَا یُجَاوِزُ اِیْمَانُھُمْ حَنَاجِرَھُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ کَمَا یَمْرُقُ السَّھْمُ مِنَ الرَّمِیَّۃِ فَاَیْنَمَا لَقِیْتُمُوْھُمْ فَاقْتُلُوْھُمْ فَاِنَّ فِیْ قَتْلِھِمْ اَجْرًا لِمَنْ قَتَلَھُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

آخر زمانے میں ایک ایسی قوم پیدا ہو گی جو جوان ہونگے اور بیوقوف ہونگے، وہ خیر البریہ کا قول پیش کریں گے لیکن ایمان ان کے حنجروں سے نیچے نہیں اترے گا۔ دین ان سے ایسے نکل جائے گا جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے، پس جہاں تم ان کو پاؤ قتل کر دو۔ ان کے قتل کرنے سے قیامت کے دن تمہیں اجر و ثواب ملے گا۔

اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت علی رضہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے۔

یَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ اُمَّتِیْ یَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَیْسَ قِرَاءَتُکُمْ اِلٰی قِرَاءَتِھِمْ بِشَیْءٍ وَلَا صِیَامُکُمْ اِلٰی صِیَامِھِمْ بِشَیْءٍ یَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ یَحْسَبُوْنَہٗ اَنَّہٗ لَھُمْ وَھُوَ عَلَیْھِمْ لَا تُجَاوِزُ قِرَاءَتُھُمْ تَرَاقِیَھُمْ

میری امت میں ایک ایسی قوم نکلے گی جو قرآن پڑھتی رہے گی لیکن ان کی قرأت کے مقابلہ میں تمہاری قرأت کوئی چیز نہیں اور نہ ان کی نماز کے مقابلہ میں تمہاری نماز کوئی چیز ہے، اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں تمہارے روزے کوئی چیز نہیں، قرآن

Marfat.com

يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ۔

پڑھینگے اور خیال کرینگے قرآن ان کیلئے دلیل ہے حالانکہ قرآن ان کے خلاف ہوگا ان کی قرات ان کی ہنسلی کے نیچے نہیں جائے گی۔ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے۔

تو اگر وہ جیش اور لشکر جن تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فیصلہ پہنچے کہ رسول خدا کی زبان اقدس نے یہ فیصلہ کیا ہے، تو یقیناً اس پر عمل کریں گے۔

اور ابو سعیدؓ نے اوپر والی حدیث میں یہ جملے بھی روایت کئے ہیں۔

يَقْتُلُوْنَ اَهْلَ الْاِيْمَانِ۔ وَيَدَعُوْنَ اَهْلَ الْاَوْثَانِ۔ لَئِنْ اَدْرَكْتُهُمْ لَاَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ۔ (متفق علیہ)

وہ اہل ایمان کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو دعوت دیں گے۔ اگر میں ان کو پاؤں گا تو قوم عاد کی طرح انہیں قتل کردوں گا۔

اور مسلم کی ایک روایت ہے۔

تَكُوْنُ اُمَّتِيْ فِرْقَتَيْنِ فَتَخْرُجُ مِنْ بَيْنِهِمَا مَارِقَةٌ يَلِيْ قَتْلَهُمْ اَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ۔

میری امت دو فرقوں میں بٹ جائے گی، ان دونوں سے بے دین لوگ کھڑے ہو جائیں گے تو جو لوگ حق پر ہوں گے وہ ان کو قتل کرینگے

یہ وہی لوگ تھے جن سے امیر المومنین حضرت علیؓ نے جنگ کی تھی جبکہ عراقی لوگوں میں اور شام کے لوگوں میں تفرقہ بازی ہوئی تھی، اور صحابہ کرامؓ نے ان کا نام حروریہ رکھا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ دونوں گروہ آپ کی امت سے علیحدہ ہیں اور اصحاب علیؓ حق پر ہیں۔ آپ نے ان مارقین۔ بے دینوں کے سوا کسی سے جنگ کرنیکی تحریص و تحریک نہیں فرمائی۔ بلکہ انہی لوگوں کے مقابلہ میں جنگ وقتال کا حکم فرمایا جو اسلام سے خارج ہو گئے تھے، اور جماعت اسلامی کو ترک کر دیا تھا۔ اور مسلمانوں کا خون اور مال اپنے لئے حلال ومباح کر لیا تھا۔

پس کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہو گیا کہ اس جماعت سے قتال وجنگ کی جائے جو شریعت اسلام سے خارج ہوں۔ اگرچہ وہ کلمہ شہادت یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ کا زبان سے اقرار کریں۔

فقہاء کہتے ہیں اگر کوئی زبردست گروہ سنت راتبہ کی مزاحمت کرے اور اسے ترک کرنے پر کمربستہ ہو جائے۔ مثلاً فجر کی دو سنتوں کا انکار کرے تو دونوں قول کے مطابق ایسے قتال وجنگ

کی جائے۔ اور اگر واجبات اور محرمات ظاہرہ ثابتہ مستفیضہ سے انکار کرے تو بالاتفاق ان سے مقاتلہ کیا جائے، تاآنکہ وہ نماز زکوٰۃ رمضان کے روزوں اور حج بیت اللہ کا التزام کرلیں، اور محرمات مثلاً بہنوں سے نکاح کرنے، خبیث چیزوں کے کھانے، اور مسلمانوں پر حکم کرنے سے باز آجائیں، ایسے لوگوں سے قتال و جنگ واجب ہے۔ اور قتال و جنگ اس وقت واجب ہے جبکہ دعوت نبوی ان تک پہنچ جائے۔

لیکن جب مسلمانوں کے مقابلہ میں یہ لوگ جنگ کی ابتدا کریں۔ تو اس وقت انکا مقابلہ کرنا اور ان سے قتال و جنگ ضروری ہوجاتی ہے، عام فرض ہے کہ لوگ اٹھ کھڑے ہوں اور ڈٹ کر ان کا مقابلہ کریں۔ اور اس طرح مقابلہ کریں جس طرح کہ مسلمانوں پر زیادتی کرنے والوں کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً قطاع الطریق وغیرہ اور ان سے بھی زیادہ ضروری اور واجب ہے کہ کفار۔ اور طائفہ ممتنعہ سے جو بعض شرائع الٰہیہ سے مزاحمت کریں جنگ و قتال واجب ہے، مثلاً زکوٰۃ نہ دینا اور خوارج کا فتنہ وغیرہ تو ان سے مقابلہ اور قتال و جنگ کرنا واجب ہے۔

ابتداءِ جنگ میں مدافعانہ جنگ کی جائے۔ اور یہ فرض کفایہ ہے۔ اگر بعض مسلمان جنگ و قتال میں حصہ لیں گے تو باقی مسلمانوں سے یہ فرض ساقط ہوجائے گا۔ اگرچہ فضیلت اسی میں ہے کہ اس جنگ میں شرکت کی جائے جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے۔

| | |
|---|---|
| لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ الآیہ (نساء ع ۱۳) | جن مسلمانوں کو کسی طرح کی معذوری نہیں اور وہ جہاد سے بیٹھ رہے، ان کی شرکت کی چنداں ضرورت بھی نہ تھی یہ لوگ درجے میں برابر نہیں ہوسکتے۔ |

لیکن اگر دشمن کا ارادہ مسلمانوں کے خلاف جنگ و قتال کا ہے، اور ہجوم کرکے چڑھ دوڑے ہیں تو عام مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس کی مدافعت کریں۔ مدافعت ان پر فرض ہوجاتی ہے جن پہ حملہ کیا گیا ہے، ان پہ فرض اس لئے ہے کہ ان پہ حملہ ہوا ہے، اور دوسرے مسلمانوں پر اس لئے کہ اہل اسلام کی اعانت و امداد فرض ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

| | |
|---|---|
| وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ ط (انفال ع ۱۰) | ہاں اگر دین کے بارے میں تم سے مدد کے طالب ہوں تو تم کو انکی مدد کرنی لازم ہے مگر اس قوم کے مقابلے میں نہیں کہ تم میں اور ان میں صلح کا معاہدہ ہو۔ |

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

اَلْمُسْلِمُ یَنْصُرُ الْمُسْلِمَ۔ مسلمان مسلمان کی امداد کریں۔

مسلمانوں کی امداد ضروری ہے اس میں ان کو روزینہ ملے یا نہ ملے اگرچہ روزینہ دینا بہتر ہے۔ تمام مسلمان اپنی اپنی حیثیت کے مطابق جان و مال سے اعانت و امداد کریں۔ اور یہ اعانت امداد ان پر فرض ہے۔ جس قسم کی سہولت ہو قلیل ہو یا کثیر، پیادہ جائے۔ یا سواری پر۔ بہرحال اعانت و امداد فرض ہے، جیسے کہ جنگ خندق کے وقت کہ جب کفار نے حملہ کیا تو سب مسلمانوں پر حسب امکان جہاد فرض ہو گیا تھا۔ کسی ایک کو بھی اس جہاد کے ترک کرنے کی اجازت نہیں تھی جیسی کہ ترک جہاد کی اجازت ابتدا میں تھی کہ دشمنوں کی طلب میں نکلیں۔ اس وقت اللہ تعالے نے مسلمانوں کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ ایک قاعد، دوسرے خارج نہ لڑنے والے اور لڑنے والے، بلکہ اس وقت بھی جن لوگوں نے عذر پیش کر کے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے نہ جانے کی درخواست کی تو خدا نے ان کی مذمت کی۔

یَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَۃٌ وَمَا ھِیَ بِعَوْرَۃٍ اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا (احزاب ع ۲)

پیغمبر سے گھر لوٹ جانے کی اجازت مانگنے اور کہنے کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں بلکہ ان کا ارادہ تو صرف بھاگنے ہی کا ہے۔

یہ جہاد و قتال و جنگ دین اور حرمت و عزت اور جانوں کی مدافعت کے لئے ہے۔ اور یہ اضطراری اور مجبوری کے سبب سے لڑنا پڑتی ہے۔ اور وہ قتال و جنگ اختیاری ہے۔ دین و ملت کی زیادتی اور اضافہ اور اعلاء کلمۂ دین اور دشمنوں پر اپنی دھاک بٹھائے رکھنا مقصود ہے کہ دشمن کسی وقت بھی سر اونچا نہ کریں۔ جیسے غزوہ تبوک وغیرہ۔

تو یہ عقوبت و سزا اس جماعت ممتنعہ، اور طاقتور گروہ کے مقابلہ کے لئے ہے لیکن اگر جماعت ممتنعہ اور طاقتور گروہ نہیں ہے، اکا دکا واقعہ ہے تو اس کے لئے یہ عقوبت و سزا نہیں ہے، جیسے کہ اسلامی آبادیوں میں ہوتا رہتا ہے۔ ان لوگوں کے لئے امیر و حاکم کا فرض ہے کہ انہیں فرائض، واجبات سنن، و مستحبات کا پابند بنائے، اور مبانی اسلام، ضروریات دین، اصول اسلام پر عمل کرائے۔ اور اس کے لئے مجبور کیا جائے۔ اور معاملات کے بارے میں ادائے امانت۔ وفا عہد ایفاء وعدہ پر مجبور کیا جائے۔

پس جو لوگ نماز ترک کر دیں اور عورتیں عموماً بے نمازی ہوں تو انہیں حکم دیا جائے کہ وہ

نماز پڑھیں۔ جو نماز نہ پڑھے اسے عقوبت و سزا دی جائے تا آنکہ وہ نماز پڑھنے لگ جائیں اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے، اور اکثر علماء کہتے ہیں ایسے بے نمازی کو قتل کر دیا جائے۔ پہلے ایسے بے نمازیوں کو توبہ کرنے کا حکم دیوے، اور حکم دیوے کہ نماز پڑھا کریں۔ اگر توبہ کر لیویں نماز پڑھنے لگ جائیں تو فبہا ورنہ قتل کر دئے جائیں۔

اب انہیں قتل کیا جائے تو کس گناہ کی بنا پر؟ آیا وہ نماز نہ پڑھنے سے کافر ہو جاتے ہیں اس لئے۔ یا مرتد یا فاسق ہو جاتے ہیں اس لئے؟ تو امام احمدؒ وغیرہ کے مذہب کے رو سے دو قول مشہور ہیں۔ ایک قول کی رو سے وہ کافر ہو جاتے ہیں اس لئے۔ دوسرے قول کے مطابق فاسق ہیں اس لئے۔ اور اکثر سلف سے جو منقول ہے وہ اسی کے مقتضی ہیں کہ وہ کافر ہو جاتے ہیں اس لئے ان کا قتل کرنا واجب ہے۔ اور یہ اس وقت ہے جبکہ فرض و وجوب کا اقرار کریں اور نماز نہ پڑھیں۔ لیکن ایسا شخص کہ نماز کے فرض و وجوب کا انکار کرتا ہے تو وہ بالاتفاق کافر ہے۔ بلکہ چھوٹے بچوں کے والیوں پر واجب ہے کہ اپنے چھوٹے بچوں کو جبکہ وہ سات سال کے ہو جائیں نماز پڑھنے کا حکم کریں۔ جب دس سال کے ہو جائیں تو مار مار کر نماز پڑھائیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔

مُرُوْهُمْ بِالصَّلٰوةِ لِسَبْعٍ۔ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا بِعَشْرٍ۔ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ۔

بچے جب سات برس کے ہوں تو ان کو نماز پڑھنے کا حکم دو۔ اور جب دس سال کے ہو جائیں تو نماز نہ پڑھنے پر مارا کرو، اور ان کو علیحدہ سلاؤ۔

اسی طرح بچوں کو ضروریات نماز۔ طہارت واجبہ سکھانا بھی ضروری ہے، اور ضروریات نماز میں یہ چیزیں بھی شامل ہیں: مسلمانوں کی مسجدیں آباد کریں۔ ان کے امام وغیرہ مقرر کریں اور انہیں حکم کریں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھا کریں۔ اور ایسی نماز پڑھائیں کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ۔ (رواہ البخاری)

تم ایسی نماز پڑھو جیسی میں پڑھا کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنے صحابہ رض کو لے کر منبر کی ایک جانب نماز پڑھائی۔ اور پھر فرمایا:۔

Marfat.com

إِنَّمَا فَعَلْتُ هٰذَا لِتَأْتَمُّوْا بِيْ وَلِتَعَلَّمُوْا صَلَاتِيْ۔ میں نے یہ اس لئے کیا کہ تم میری اقتدا کرو اور تم میری نماز سیکھ لو۔

اور امام پر فرض ہے کہ نماز وغیرہ پر پوری نظر رکھے۔ کہ ان کی نماز میں کسی قسم کا نقصان متصور نہ ہو۔ بلکہ امام پر لازم ہے کہ نماز کامل طور پر پڑھائے، جیسے منفرد پڑھتا ہے اس طرح نہ پڑھائے کہ منفرد بوجہ عذر اقتصار بھی کر سکتا ہے، امام کا فرض ہے کہ وہ نمازیوں کی تمام ضروریات پر نگاہ رکھے۔

یہی حکم امام حج کا ہے۔ کہ تمام حاجیوں کی ضروریات پر نظر رکھے۔ اور انھیں حج کی ضروریات سکھائے۔ امیر لشکر کے لئے ضروری ہے کہ وہ لشکریوں پر پوری پوری نگاہ رکھے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وکیل مال اور ولی بیع وشرا پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے مؤکل اور ولی بنانے والے کے مال کی نگرانی اور اس میں تصرف کس طرح کرتا ہے۔ اور جو اصلح طریقہ ہوتا ہے وہ اختیار کرتا ہے۔ تا آنکہ اپنا مال بھی کچھ ضائع ہو جائے۔ تو پرواہ نہیں کرتا، لیکن اس کے مال کی حفاظت کرتا ہے، تو یہ تو دین کا معاملہ ہے جو نہایت اہم ہے۔ اور اس معنی کی وضاحت فقہا نے کی ہے۔ جب والیان امر والیان ملک لوگوں کے دین کی اصلاح کریں گے تو دونوں گروہ کا دین اور دنیا درست ہو جائیگا۔ امیر ووالی اور رعایا دونوں فلاح وبہبود کو پہنچیں گے۔ ورنہ معاملہ مضطرب ہو جائے گا، اور ان کو حکومت کرنا دشوار ہو جائے گی۔

اور ان تمام باتوں کا ماحصل اور خلاصہ یہ ہے کہ رعیت کے لئے حسن نیت اور دین کے لئے اخلاص درکار ہے۔ کہ دین خداوندی ترقی کرے، اور خدا پر توکل وبھروسہ رکھے۔ کیونکہ اخلاص وتوکل یہی دو چیزیں ایسی ہیں جن پر خواص وعوام کی صلاح وبہبود موقوف ہے۔ جیسا کہ ہمیں حکم ہوا ہے کہ ہم اپنی نماز میں یہ پڑھا کریں۔

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ (فاتحہ) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

ان دو کلموں کے متعلق کہا گیا ہے، تمام آسمانی کتابوں کا خلاصہ اور نچوڑ ان جملوں میں ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، جب

مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ (فاتحہ) روز جزا کا حاکم ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

Marfat.com

پڑھتے ہیں تو لوگوں کے سر اپنے کندھوں پر ہل جاتے ہیں۔ اور خدا نے قرآن میں بہت سی جگہ اس معنی کو ادا کیا ہے۔ مثلاً فرمایا:۔

فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ط (ہود ع ۱۰) — تو اسی کی عبادت کرو، اور اسی پر بھروسہ رکھو،

اور فرمایا:۔

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۝ (ہود ع ۸) — میں تو اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں۔ اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اضحیہ کو ذبح کرتے تو فرماتے:۔

اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَإِلَيْكَ ۔ — اے اللہ! یہ تیری جانب سے اور تیرے لئے ہے۔

اور سب سے زیادہ سب سے بڑی اعانت واحداد جو ولی الامر، اور حاکم اور رعایا کو ملتی ہے وہ ان تین امور سے ملتی ہے، ایک اخلاص اللہ، اس پر توکل، اور دعا، اور اس کی محافظت نماز میں قلب و جسم کی محافظت سے ہوتی ہے۔

دوسرا یہ کہ مخلوق پر احسان کہ وہ اپنے مال سے لوگوں کو نفع پہنچائے، اور وہ زکوٰۃ وصدقات اور خیرات ہے جس سے نفع پہنچایا جاسکتا ہے۔

تیسرا امر یہ ہے کہ مخلوق کی ایذا اور تکلیف پر صبر کرے، صبر سے کام لیوے، اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے نماز اور صبر کو جمع کر دیا ہے۔ فرماتا ہے:۔

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط (بقرہ ع ۵) — اور صبر اور نماز کا سہارا پکڑو۔

اور فرماتا ہے:۔

وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ ط إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ط ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِينَ ۝ وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ — اور دن کے دونوں سرے صبح و شام اور اوائل شب نماز پڑھا کرو، کیونکہ نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔ جو لوگ ذکر کرنے والے ہیں ان کے حق میں یہ یاد دہانی ہے اور عبادت کی تکلیف برداشت کرو

الْمُحْسِنِیْنَ ۝ (ہود ع ۱۰)
کیونکہ اللہ نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔

اور فرماتا ہے:۔

فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا (طٰہٰ ع ۸)
تو جیسی باتیں یہ کہتے ہیں، ان پر صبر کرو۔ اور آفتاب نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تسبیح کیا کرو۔

اور فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ یَضِیْقُ صَدْرُكَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السَّاجِدِیْنَ ۝ (حجر ع ۶)
اور ہم کو معلوم ہے کہ یہ کافر جیسی جیسی باتیں کہتے ہیں ان کی وجہ سے تم تنگ دل ہوتے ہو تو تم اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کے ساتھ اس کی تسبیح کرو۔ اور اس کی جناب میں سجدے کرو۔

اور نماز اور زکوٰۃ کو ایک ساتھ قرآن مجید میں بہت سی جگہ بیان کیا ہے، نماز، زکوٰۃ، اور صبر سے راعی اور رعایا۔ امیر و غریب دونوں کی اصلاح ہوتی ہے، جب ایک انسان اس معنی کو سمجھ لیوے، اور جامع ترین اسما، خداوندی کو سمجھ لیوے، اور سمجھ کر نماز پڑھے۔ اور ذکر خداوندی میں مشغول ہو جائے۔ دعا کرے۔ اللہ کے قرآن اللہ کی کتاب کی تلاوت کرے اور اخلاص دین۔ اور توکل علی اللہ کے ساتھ نماز پڑھے۔ اور زکوٰۃ و صدقات کے ذریعہ مخلوق خدا پر احسان کرے، مظلوم کی نصرت و امداد کرے، غریب مصیبت زدہ لوگوں کی اعانت کرے۔ اور محتاجوں کی حاجتیں پوری کرے، صحیحین کے اندر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ ۔
ہر اچھی بات صدقہ ہے۔

معروف میں ہر قسم کا احسان داخل ہے۔ کھلی پیشانی پیش آنا۔ کلمہ طیبہ۔ اچھی بات کہنا ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ صحیحین کے اندر حضرت علی بن حاتم رض سے روایت ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اِلَّا سَیُكَلِّمُهٗ رَبُّهٗ لَیْسَ بَیْنَهٗ وَبَیْنَهٗ حَاجِبٌ
تم میں سے ہر ایک اپنے پروردگار سے بات کرے گا، اور پروردگار اور اس کے درمیان نہ

Marfat.com

وَلَا تَرْجُمَانٌ فَيَنْظُرُ اَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا شَيْئًا قَدَّمَهٗ وَ يَنْظُرُ اَشْاَمَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا شَيْئًا قَدَّمَهٗ فَيَنْظُرُ اَمَامَهٗ فَتَسْتَقْبِلُهُ النَّارُ۔ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَتَّقِيَ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ۔ فَلْيَفْعَلْ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ۔

کوئی حاجب ہوگا نہ ترجمان۔ یہ اپنے داہنے دیکھے گا تو اسے وہی چیز نظر آئے گی جو اس نے پہلے بھیجی ہے اور بائیں جانب دیکھے گا تو وہی چیز نظر آئے گی جو اس نے پہلے بھیجی ہے آگے دیکھے گا تو اسے آگ کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا پس جو شخص تم میں سے چاہے کہ آگ سے بچ جائے تو صدقہ وخیرات کرے، اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو، اگر کوئی یہ بھی نہ پائے تو اچھی بات کرے، اور جہنم کی آگ اپنے اوپر ٹھنڈی کر لیوے۔

اور سنن کے اندر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:۔

لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا وَلَوْ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ وَوَجْهُكَ اِلَيْهِ مُنْبَسِطٌ وَلَوْ اَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِيْ اِنَاءِ الْمُسْتَسْقِيْ۔

تم معروف اور احسان کو حقیر مت سمجھو، اگرچہ تم اپنے بھائی سے کھلی پیشانی ملاقات کرو، اور اگرچہ تم اپنے ڈول سے پانی پینے والے کے برتن میں پانی ڈال دو۔

اور سنن کے اندر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

اَنَّ اَثْقَلَ مَا يُوْضَعُ فِي الْمِيْزَانِ الْخُلُقُ الْحَسَنُ۔

بھاری سے بھاری وزنی چیز جو میزان میں رکھی جائے گی اچھے اخلاق ہوں گے۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے ام سلمہؓ سے فرمایا:۔

يَا اُمَّ سَلَمَةَ ذَهَبَ حُسْنُ الْخُلُقِ بِخَيْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔

اے ام سلمہؓ حسن خلق دنیا اور آخرت کی بھلائی ساتھ لے گیا۔

صبر میں لوگوں کی تکالیف وایذا برداشت کرنا، غصہ کو پی جانا، لوگوں کو معاف کر دینا، اور خواہشات نفس کی مخالفت کرنا۔ اور شر، اور فخر وغرور ترک کرنا وغیرہ داخل ہیں جیساکہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا

اور اگر ہم انسان کو اپنی مہربانی چکھائیں

Marfat.com

رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ ۚ إِنَّهُ لَيَئُوسٌ كَفُورٌ ۝ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ نَعْمَاءَ بَعْدَ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ ذَهَبَ السَّيِّئَاتُ عَنِّي ۚ إِنَّهُ لَفَرِحٌ فَخُورٌ ۝ إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۝

(ہود ع ۲)

پھر اس کو اس سے چھین لیں تو وہ ناامید ہوجانے والا ناشکرا ہے، اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچی ہو، اور اس کے بعد ہم اس کو آرام چکھائیں تو کہنے لگتا ہے کہ مجھ سے سب سختیاں دور ہوگئیں کیونکہ وہ بہت ہی خوش ہوجانے والا شیخی خور ہے، مگر جو لوگ صبر اور نیک عمل کرتے ہیں، یہی ہیں جن کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے۔

اور اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرمایا:۔

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ۝ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ۝ وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

(حم سجدہ ع ۵)

اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوسکتی، برائی کا دفعیہ ایسے برتاؤ سے کرو کہ وہ بہت ہی اچھا ہو، تو تم میں اور کسی شخص میں عداوت تھی تو اب ایک دم سے گویا وہ دل سوز دوست ہوجائیگا، اور حسن مدارات کی توفیق ان ہی کو دی جاتی ہے جو صبر کرتے ہیں، اور یہ ان ہی کو دی جاتی ہے جن کے بڑے نصیب ہیں اور اگر تم کو کسی طرح کا شیطانی وسوسہ گدگدائے تو خدا سے پناہ مانگ لیا کرو کہ وہی سب کی سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔

اور اللہ تعالے کا ارشاد ہے:۔

وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا ۖ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝

(شوریٰ ع ۴)

اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے، اس پر جو معاف کردے اور صلح کرے تو اسکا ثواب اللہ کے ذمے ہے۔ بے شک وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

حسن بصری رح کہتے ہیں:۔

Marfat.com

إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ نَادَى مُنَادٍ مِنْ بُطْنَانِ الْعَرْشِ أَلَا لِيَقُمْ مَنْ وَجَبَ أَجْرُهُ عَلَى اللهِ فَلَا يَقُومُ إِلَّا مَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ۔

قیامت کے دن عرش کے نیچے سے فرشتے پکاریں گے کہ وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جن کا اجر و ثواب واجب ہو گیا ہے۔ تو کوئی کھڑا نہ ہوگا سوائے اس کے کہ جس نے معاف کیا اور اصلاح کی ہے۔

رعایا کے ساتھ نیک نیتی کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ان کے ساتھ وہ احسان کیا جائے جو ان کی خواہش ہو۔ اور وہ چھوڑ دیا جائے جس کو وہ مکروہ سمجھیں۔ کیونکہ اللہ تعالے کا ارشاد ہے:۔

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ط (مومنون ع ۴)

اور اگر حق ان کی خواہش کے مطابق ہوا کرتا تو آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے درہم و برہم ہو گیا ہوتا۔

اور صحابہ کرامؓ سے خدا خطاب کرتا ہے۔

وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللهِ ط لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ (حجرات ع ۱)

اور جانے رہو کہ تم میں رسول خدا موجود ہیں بہتیری باتیں ہیں اگر وہ ان میں تمہارا کہنا مان لیا کریں تو تم ہی پر مشکل پڑ جائے۔

احسان یہ ہے کہ دین و دنیا میں جو ان کے لئے مفید ہو وہ کیا جائے۔ اگرچہ وہ اسے مکروہ اور برا ہی کیوں نہ سمجھیں، لیکن امیر و والی کا فرض ہے، جسے وہ مکروہ سمجھتے ہوں، اور ان کیلئے مفید ہے تو رفق و نرمی کا سلوک کر کے ان کو منوائے، جیسا کہ صحیحین کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

مَا كَانَ الرِّفْقُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ۔ وَلَا كَانَ الْعُنْفُ فِي شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ۔

جب کسی چیز میں رفق و نرمی کی جائے تو وہ خیر و نرمی لاتی ہے، اور جب کسی چیز میں سختی کی جائے تو وہ برائی لاتی ہے۔

اور آپ نے فرمایا:۔

إِنَّ اللهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ۔

بے شک اللہ تعالے رفیق ہے، رفق کو پسند فرماتا ہے، اور رفق و نرمی کرنے والے کو

Marfat.com

وہ کچھ دیتا ہے جو زرش رد کو نہیں دیتا۔

اور حضرت عمر بن عبد العزیز رض فرماتے ہیں "میں ارادہ کرتا ہوں کہ ان کو ایک مرتبہ حق نکال دوں، لیکن میں ڈرتا ہوں کہ وہ اس سے نفرت کریں گے تو میں صبر کر جاتا ہوں تا آنکہ میٹھی دنیا میرے پاس آجائے تو میں ان کو ساتھ ہی ساتھ ان کا حق دے دوں۔ اگر اس سے نفرت کریں تو دوسری چیز سے ان کو سکون و اطمینان حاصل ہو جائے"۔

یہی حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا کہ جب کوئی شخص حاجت لے کر آتا تو اس کی حاجت پوری فرما دیتے، یا آسان، خوش کن جواب دے دیتے۔ ایک مرتبہ آپ کے قرابتدار نے متولی اوقاف بننے کی خواہش کی اور کہا اس میں سے کچھ روزینہ مقرر کر دیا جائے، تو آپ نے فرمایا:۔

اِنَّ الصَّدَقَۃَ لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ صدقہ محمد اور ان کی آل کے لئے جائز نہیں ہے۔

اور آپ نے صدقہ سے بالکل منع فرما دیا۔ اور فے کے مال میں سے کچھ دے دیا۔

ایک مرتبہ حضرت حمزہ رض کی لڑکی کی پرورش کے لئے تین دعویدار کھڑے ہو گئے، حضرت علی رض، اور حضرت زید رض، اور حضرت جعفر رض، حضرت علی رض نے اپنا رشتہ بتا کر کہا کہ حق پرورش مجھے پہنچتا ہے۔ حضرت زید رض نے اپنا رشتہ بتا کر کہا حق پرورش مجھے پہنچتا ہے۔ حضرت جعفر رض نے اپنا رشتہ جتا کر کہا حق پرورش مجھے حاصل ہے، لیکن آپ نے کسی کے حق میں بھی فیصلہ نہیں دیا۔ اور لڑکی کی خالہ کو دے دیا، کہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے، اور ہر ایک کو کلمہ حسنہ (اچھی باتوں) سے خوش کر دیا، حضرت علی رض کو کہا:۔

اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ۔ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔

اور حضرت جعفر رض سے کہا۔

اَشْبَھْتَ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ۔ تم میرے خلق اور اخلاق کے مشابہ ہو۔

اور حضرت زید رض سے کہا۔

اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا۔ تم ہمارے بھائی ہو، ہمارے مولیٰ ہو۔

ولی الامر اور حاکم کو تقسیم مال اور دوسرے احکام دینے میں ایسا ہی ہونا چاہئے کیونکہ لوگ ہمیشہ ولی الامر، اور حاکم سے ایسی ایسی چیزیں مانگتے رہتے ہیں جو ان کو نہیں دی جا

Marfat.com

سکتیں، مثلاً ولایت و حکومت، مال یا منافع مال، اور حدود وغیرہ میں سفارش وغیرہ پورا کرنا اور یہ سوال ان کا پورا نہیں کیا جا سکتا۔ تو ان کو دوسرے طریقہ سے دوسری چیز دے کر خوش رکھنا چاہیئے، یا رفق و نرمی اور نرم گفتاری خوش اخلاقی سے خوش رکھنا چاہیئے، اور غفلت و سختی نہیں کرنی چاہیئے جب تک کہ اس کی ضرورت نہ ہو، کیونکہ سائل کے سوال کو مسترد کرنا اسے سخت تکلیف دِہ ہوتا ہے، خصوصاً ایسے لوگ کہ جن کی تالیف قلوب ضروری ہو، اور اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:-

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ۔ — اور نہ سائل کو جھڑکا کرو۔

(ضحیٰ ع ۱)

اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ الیٰ قولہ۔ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۝

(بنی اسرائیل ع ۳)

اور رشتہ دار اور غریب اور مسافر ہر ایک کو اسکا حق پہنچاتے رہو، اور بے جا مت اڑاؤ ..... ......... اور اگر تم کو اپنے پروردگار کے فضل کے انتظار میں جس کی تم کو توقع ہو ان غرباء سے منہ پھیرنا پڑے تو نرمی سے ان کو سمجھا دو۔

تو جب کسی شخص کو اس کی طلب و مانگ کے خلاف حکم دیا جاتا ہے اسے تکلیف ہوتی ہے، ایسے موقع پر قول و عمل سے اسے خوش رکھنا کامل ترین سیاست ہے، یہ ایسا ہی ہے کہ حکیم ڈاکٹر کسی کو مکروہ اور کڑوی دوا دیوے، اور پھر اسے ایسی چیز دیوے جو اس کا نعم البدل ہو جائے۔

جب اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا تو ان کو کہا گیا،

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝ (طٰہٰ ع ۲) — پھر اس سے نرمی سے بات کرو شاید وہ سمجھ جائے یا ہمارے عتاب سے ڈرے۔

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رض، اور حضرت ابو موسےٰ اشعری رض کو یمن کی طرف بھیجا تھا۔

فرمایا:-

Marfat.com

يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَ بَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا۔ — لوگوں کے ساتھ آسانی برتنا، سختی نہ کرنا، خوش رکھنا، متنفر نہ کرنا، باہم ایک دوسرے کی مطاوعت کرنا، اختلاف نہ کرنا۔

ایک مرتبہ ایک اعرابی نے مسجد کے اندر پیشاب کر دیا، صحابہ کھڑے ہو گئے، اور اُسے ڈانٹنے لگے، آپ نے فرمایا:۔

لَا تُزْرِمُوْهُ عَلَيْهِ بَوْلَهُ۔ — اس کا پیشاب بند نہ کرو۔

اس کے بعد آپ نے پانی کا ڈول منگوا کر پیشاب پر بہا دیا۔ اور پھر صحابہ رضؓ کو فرمایا:۔

اِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ۔ (یہ اور اوپر والی حدیث صحیحین کے اندر ہے) — خدا نے تمہیں آسانی دے کر بھیجا ہے، سختی کرنے کو نہیں بھیجا۔

اس سیاست کی ضرورت انسان کو اپنے لئے، اپنے گھر کے لئے، اور ولی الامر کو رعایا کی نگہداشت کے لئے ضروری ہے، کیونکہ نفس انسانی کچھ ایسا واقع ہوا ہے کہ حق بات جلدی قبول نہیں کرتا، جب تک کہ اس کو حظوظ اور خوش کن اور ضروری چیزوں سے خوش نہ کیا جائے، اور اس کی احتیاج و ضرورت پوری نہ کی جائیں، تو ان کے ساتھ حسن سلوک اور بھلی باتیں کرنا بھی عبادت الٰہی میں داخل ہے، اور یہ امور بھی طاعت خداوندی ہے، بشرطیکہ نیت نیک ہو، کیا تمہیں نہیں معلوم کہ کھانا، پینا، لباس اور کپڑے انسان کے لئے واجب اور ضروری ہیں، یہاں تک کہ بحالت اضطرار مردار کھانا بھی اس کے لئے جائز ہے، بلکہ واجب ہے، اور عام علماء کرام کا اس پر فتویٰ ہے، اگر اس نے حالت اضطراری میں نہیں کھایا اور وہ مر گیا تو دوزخی ہو گا۔ کیونکہ عام عبادتیں اس کے بغیر ادا نہیں ہوتیں، اور جس چیز کے بغیر واجب انجام نہ پائے اس کا کرنا واجب ہوتا ہے، اور اسی لئے انسان پر اپنی جان اپنے اہل و عیال کا نفقہ دوسروں کے مقابلہ میں پہلے ہے جیسا کہ سنن کے اندر حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:۔

تَصَدَّقُوْا۔ — صدقہ دیا کرو۔

ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس ایک دینار ہے آپ نے فرمایا:۔

تَصَدَّقْ عَلٰی نَفْسِكَ ۔ اپنی جان پر صدقہ کرو۔

اس نے کہا میرے پاس ایک اور دینار ہے، آپ نے فرمایا:۔

تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰی زَوْجَتِكَ ۔ اسے اپنی بی بی پر خرچ کرو۔

اس نے کہا میرے پاس تیسرا دینار بھی ہے، آپ نے فرمایا:۔

تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰی وَلَدِكَ ۔ اسے اپنے لڑکے پر خرچ کرو۔

اس نے کہا چوتھا دینار بھی میرے پاس ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

تَصَدَّقْ عَلٰی خَادِمِكَ ۔ اپنے خادم پر اسے خرچ کرو۔

اس نے کہا پانچواں دینار بھی میرے پاس ہے، آپ نے فرمایا:۔

اَنْتَ اَبْصَرُ بِهٖ ۔ تم اسے خوب جانتے ہو کہ کہاں خرچ کرنا چاہیے۔

اور صحیح مسلم کے اندر حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

دِیْنَارًا اَنْفَقْتَهٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَدِیْنَارًا اَنْفَقْتَهٗ فِیْ رَقَبَةٍ وَدِیْنَارًا تَصَدَّقْتَ بِهٖ عَلٰی مِسْكِیْنٍ، وَدِیْنَارًا اَنْفَقْتَهٗ عَلٰی اَهْلِكَ ۔ اَعْظَمُهَا اَجْرًا الَّذِیْ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰی اَهْلِكَ ۔ (رواہ مسلم)

ایک دینار تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو، اور ایک دینار غلام آزاد کرنے میں خرچ کرو، ایک دینار تم مسکین کو دو، ایک دینار اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو، سب سے بڑا اجر اس میں ہے، جو تم اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو۔

اور صحیح مسلم کے اندر ابی امامہؓ سے مروی ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِبْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ تَبْذُلُ الْفَضْلَ خَیْرٌ لَّكَ وَاِنْ تُمْسِكْ شَرٌّ لَّكَ وَلَا تُلَامُ عَلٰی كَفَافٍ ۔ وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ ۔ وَالْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی ۔

اے ابن آدم فاضل مال کو خرچ کرنا تمہارے لئے بہتر ہے، روکے رکھنے سے، اور کفاف پر ملامت نہیں کی جائیگی جنکی عیالداری کرتے ہو، اسکے لئے خرچ کرو، اور اوپر کا ہاتھ (دینے والا) نیچے کے ہاتھ (لینے والے) سے بہتر ہے۔

اور یہی تاویل و تفسیر اللہ تعالٰے کے اس قول کی ہے،

وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۥ قُلِ الْعَفْوَ ط (بقرہ ع ۲۷)

اور تم سے دریافت کرتے ہیں کتنا خرچ کریں، تو سمجھا دو جتنا تمہاری حاجت سے زیادہ ہو۔

عفو کے معنی فضل کے ہیں کہ مال فاضل ہو، اس لئے کہ اپنی جان، اور اپنے اہل و عیال کا نفقہ فرض عین ہے، بخلاف جہاد فی سبیل اللہ اور غزوات میں خرچ کرنا، اور مساکین کو دینا یہ فرض کفایہ ہے، یا مستحب، البتہ کبھی کبھی فرض عین بھی ہو جاتا ہے، اور یہ اس وقت جبکہ کوئی دوسرا دینے والا نہ ہو، کیونکہ بھوکے کو کھانا کھلانا فرض عین ہے۔ اور اسی بنا پر حدیث میں وارد ہے،

لَوْصَدَقَ السَّائِلُ لَمَّا اَفْلَحَ مَنْ رَدَّهٗ۔ (رواہ الامام احمد)

اگر سائل سچا ہے تو اسے رد کرنے والا فلاح کو نہیں پہونچے گا۔

اور ابو حاتم البستی رح نے اپنی صحیح کے اندر ایک طویل حدیث روایت کی ہے، جس میں علم و حکمت کی بہت سی باتیں ہیں، آل داؤد علیہ السلام کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ عقلمند پر یہ حق ہے کہ اپنے اوقات کو چار حصوں میں تقسیم کرے۔ ایک گھڑی اپنے پروردگار کے حضور میں مناجات۔ دعا کرے، اور ذکر و فکر میں صرف کرے، ایک گھڑی اپنے نفس اپنی جان کا محاسبہ کرے، ایک گھڑی دوست و احباب سے مل بیٹھے جو اس کو اس کے عیوب سے باخبر کریں، اور ایک گھڑی حلال و جمیل لذتوں سے بہرہ ور ہو، کیونکہ اس گھڑی سے دوسری گھڑیوں کو مدد ملا کرتی ہے۔"

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ مباح اور اچھی جائز لذتوں میں وقت خرچ کرنا بھی ضروری ہے، اس سے دوسری ساعتوں کو تقویت پہونچتی ہے، اور اسی لئے فقہائے نے کہا ہے، دین و مروت کی اصلاح و بہبود ہی عدالت ہے۔

اور حضرت ابو الدرداء رض کہا کرتے تھے۔" میں کبھی کبھی باطل سے اپنی جان کو خوش کر لیا کرتا ہوں۔ تاکہ حق کے لئے مجھے مدد ملے۔"

اور حق سبحانہ و تعالٰے نے لذتیں، شہوتیں اسی لئے پیدا کی ہیں کہ مخلوق کی مصلحتیں ان سے پوری ہوتی ہیں۔ اور اس سے اپنے فوائد منافع حاصل کر لیا کرتے ہیں، مثلاً غضب

Marfat.com

غصہ کو اس لئے پیدا کیا کہ اس کے ذریعہ ضرر رساں اور تکلیف دہ چیزوں کی مدافعت ہو سکے اور شہوتیں وہی حرام کیں جو ہمارے لئے مضرت رساں ہیں۔ لیکن وہ مباح اور جائز شہوات جن کے ذریعہ حق پہ چلنے کی استطاعت ملتی ہو، تو ایسی شہوات اعمال صالحہ نیک کام ہوں گے۔ اور اسی لئے صحیح حدیث کے اندر مروی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وَفِیْ بُضْعِ اَحَدِکُمْ صَدَقَۃٌ۔ — بی بی سے خلوت کرنا بھی صدقہ ہے،

صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اپنی شہوت پوری کی جائے اس میں بھی اجر و ثواب ہے؟

آپ نے فرمایا۔

اَرَأَیْتُمْ لَوْوَضَعَھَا فِیْ حَرَامٍ اَمَا کَانَ عَلَیْہِ وِزْرٌ؟ — اگر وہ حرام میں خرچ کرتا تو اس پر گناہ نہ ہوتا؟

صحابہؓ نے کہا ہاں کیوں نہیں، آپ نے فرمایا۔

فَلِمَ تَحْتَسِبُوْنَ بِالْحَرَامِ وَلَا تَحْتَسِبُوْنَ بِالْحَلَالِ؟ — حرام کا تو حساب لگاتے ہو، اور حلال کا حساب نہیں لگاتے۔

اور صحیحین کے اندر حضرت سعید بن ابی وقاص رضؓ سے مروی ہے، رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔

اِنَّکَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَۃً تَبْتَغِیْ بِھَا وَجْہَ اللّٰہِ اِلَّا ازْدَدْتَّ بِھَا دَرَجَۃً وَرِفْعَۃً حَتّٰی اللُّقْمَۃَ تَضَعُھَا فِیْ فَمِ امْرَأَتِکَ۔ — تم اللہ کی رضا مندی میں خرچ کرتے ہو اس سے تمہارا درجہ بڑھتا ہے، رفعت و بلندی حاصل ہوتی ہے۔ تا آنکہ تم اپنی بی بی کے منہ میں لقمہ رکھ دو تو یہ بھی کار ثواب ہے۔

اور اس بارے میں آثار بے شمار ہیں، اگر مومن نیت صالح رکھ کر اپنے اعمال و افعال انجام دیوے، تو ہر وقت ہر کام سے بڑے سے بڑا اجر و ثواب حاصل کر سکتا ہے، اور صالح اعمال و افعال جو مباح ہیں ان کے قلوب کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ اور منافق کے لئے فساد قلب، فساد نیت کا موجب ہوتے ہیں، اور اس کو عقاب و سزا اس کے اعمال و افعال ہی سے ملتی ہے، اس کی عبادتیں ریاکارانہ ہوتی ہیں جو بجائے فائدہ کے اس کو نقصان

Marfat.com

پہنچاتی ہیں، چنانچہ صحیح بخاری کے اندر ہے، آپ نے فرمایا:۔

اَلَا اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ لَهَا سَائِرُ الْجَسَدِ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ لَهَا سَائِرُ الْجَسَدِ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ۔

آگاہ رہو جسم میں ایک مضغہ لوتھڑا ایسا ہے جو اگر وہ اچھا ہو تو سارا جسم اچھا ہوتا ہے، جب وہ خراب ہو تو سارا جسم خراب ہوجاتا ہے، آگاہ رہو کہ وہ قلب ہے۔

Marfat.com

# بیسویں فصل کے مضامین

عقوبتیں۔ سزائیں، اس لئے مشروع کی گئی ہیں فرائض واجبات پر عمل کرایا جائے، اور حرام امور سے بچایا جائے، اور اس لئے ایسی چیزیں پیش کرنی چاہیئے، جو خیر وطاعات کی طرف رغبت دلائے، اور ایسی چیزوں سے روکا جائے جو برائی اور شر کی رغبت دلائے۔

عقوبتیں، سزائیں، واجبات پر عمل کرنے اور محرمات سے بچنے کے لئے ہیں، اور اس لئے ہر وہ چیز مشروع ہے، جو اس کے لئے معین و مددگار ثابت ہو۔ اور ایسا طریقہ اختیار کیا جائے، جس سے طریق خیر وطاعات، اور اس کی ترغیب وتحریص ہو، اور خیر و طاعت میں معین و مددگار ثابت ہو، اور ہر ممکن طریقہ سے اس کی طرف توجہ دلائی جائے، مثلاً لڑکوں پر، اہل وعیال پر اور اگر امیر و والی ہو تو رعایا پر صرف کیا جائے، اور ایسے طریقہ سے صرف کیا جائے کہ ان کے جذبات برانگیختہ ہوں، مال پیسوں سے ہو یا تعریف و ستائش سے یا کسی اور طریقہ سے۔ اور اسی لئے شریعت نے مسابقت بالخیل یعنی گھوڑدوڑ، اور اونٹ دوڑانے میں بازی لے جانا نیزہ وغیرہ چلانے میں قوت وغیرہ خرچ کرنا مشروع فرمایا ہے۔

خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین رض گھوڑدوڑ کی مسابقت میں شرکت کیا کرتے تھے، اور بیت المال کے گھوڑے اس مسابقت میں لاتے تھے، اور یہی کیفیت مؤلفۃ القلوب کی ہے، مؤلفۃ القلوب کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جائے، چنانچہ روایت کے اندر ہے، ”ایک آدمی شروع میں یعنی صبح کو اسلام اس لئے قبول کرتا ہے کہ اسے دنیا مطلوب ہوتی تھی، لیکن آخر دن یعنی شام کو وہ اس قدر پختہ اسلام ہوتا ہے کہ ہر چیز اور ہر آدمی سے اسے اسلام زیادہ محبوب ہوتا ہے، اور سب سے زیادہ اس کا اسلام پسندیدہ ہوتا ہے“۔

یہی حال شر و معصیت کا ہے، شر اور معصیت کا جو اصلی مادہ ہے اسے جڑ بن سے

Marfat.com

اکھاڑ دینا چاہئے، گناہ کے ذرائع و وسائل کا سد باب کر دینا چاہئے۔ جو چیزیں بھی شر و معصیت کی طرف منتج ہوں پوری قوت سے اس کی مدافعت کرنی چاہئے۔ جب تک کہ کوئی ایسی مصلحت راجحہ اس کے خلاف نہ ہو کہ جس کی وجہ سے خاموشی اختیار کی جائے اس کی مثال خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ملتی ہے آپ نے فرمایا۔

لَا یَخْلُوَنَّ الرَّجُلُ بِامْرَأَۃٍ فَاِنَّ ثَالِثَھُمَا الشَّیْطَانُ ۔
کوئی غیر مرد کسی عورت سے تنہائی میں نہ ملے، کیونکہ تیسرا ان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔

اور آپ کا ارشاد ہے:۔

لَا یَحِلُّ لِامْرَأَۃٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُسَافِرَ مَسِیْرَۃَ یَوْمَیْنِ اِلَّا مَعَھَا زَوْجٌ اَوْ ذُوْ مَحْرَمٍ ۔
جو عورت اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لئے جائز نہیں کہ دو روز کا سفر بھی بلا شوہر یا بلا ذی محرم کے کرے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اجنبی عورت کے ملنے، اور تنہا سفر کرنے سے اسی لئے روکا اور منع فرمایا کہ شر و معصیت کا سد باب ہو جائے، اور شر و معصیت کے مادہ کی جڑیں کاٹ دی جائیں۔

امام شعبیؒ سے مروی ہے، جب عبد القیس کا وفد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو اس میں ایک حسین و خوبصورت لڑکا بھی تھا۔ آپ نے اسے دیکھا اور اپنی پشت کے پیچھے بیٹھنے کا اُسے حکم دیا، پھر آپ نے فرمایا حضرت داؤد کی خطا اور گناہ یہی نظر و نگاہ تھی۔

جب حضرت عمر بن الخطابؓ نے سنا کہ ایک عورت چند اشعار پڑھ رہی ہے، اور ان اشعار میں یہ شعر بھی تھا۔

هَلْ مِنْ سَبِیْلٍ اِلٰی خَمْرٍ فَاَشْرَبُھَا ؟
هَلْ مِنْ سَبِیْلٍ اِلٰی نَصْرِ بْنِ حَجَّاجٍ ؟

یعنی۔ کیا شراب مجھے کسی راستے سے مل سکتی ہے؟ کیا کوئی راہ نصر بن حجاج سے ملنے کی ہے؟

Marfat.com

حضرت عمر بن الخطابؓ نے اسی وقت نصر بن حجاج کو بلایا، دیکھا وہ جوان اور نہایت حسین وخوبصورت ہے، آپ نے اس کا سر منڈوادیا، لیکن اس سے اس کی خوبصورتی اور حسن زیادہ ابھر آیا۔ تو اسے آپ نے بصرہ جلا وطن کر دیا، تاکہ مدینہ کی عورتیں فتنے میں نہ پڑ جائیں۔

اور حضرت عمر بن الخطاب سے روایت ہے کسی شخص کے متعلق آپ کو معلوم ہوا کہ اس کے پاس بہت سے لڑکے بیٹھا کرتے ہیں، آپ نے لڑکوں کو اس کے پاس بیٹھنے سے منع فرمایا اور کہہ دیا اس کے پاس مت بیٹھا کرو۔

حضرت عمر بن الخطابؓ نے ایسے آدمی کی مجالست اور ہم نشینی سے بھی منع کر دیا جس سے فتنے کا اندیشہ ہو، اور مردوں یا عورتوں کے لئے فتنہ کا سبب ہوں، ایسے لڑکوں کے والیوں کا فرض ہے کہ وہ بلا ضرورت انہیں نکلنے نہ دیویں۔ بن سنور کر نکلنے اور خوشبو لگانے سے روکیں۔ حمام وغیرہ میں نہ جانے دیویں، اگر جائے تو کپڑے وغیرہ نہ اتارنے دیویں۔ لہو ولعب، گانے بجانے کی مجلسوں میں نہ جانے دیویں۔ ایسے امور میں تعزیر کی ضرورت ہے۔

اسی طرح جس آدمی کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ فسق وفجور میں مشہور ہے۔ اسے خوبصورت غلام کا مالک بننے سے روکا جائے۔ اور غلاموں میں اور اس میں تفریق کرادی جائے۔ کیونکہ تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ اگر ایسا آدمی شہادت دیوے جو مشہور قسم کے فسق میں مبتلا ہے۔ تو اس کی شہادت مقبول نہیں ہے۔ اور فریق ثانی کو حق پہونچتا ہے کہ اس کی شہادت پر جرح کرے، اگرچہ اس نے دیکھا نہ ہو۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک جنازہ گذرا لوگوں نے اس کی بہت تعریف کی۔ آپ نے فرمایا:۔

وَجَبَتْ ۔! واجب ہوگئی ۔!

اس کے بعد دوسرا جنازہ گذرا، لوگوں نے کہا یہ بہت ہی برا آدمی تھا، تو آپ نے فرمایا:۔

وَجَبَتْ ۔! واجب ہوگئی ۔!

صحابہ رضؓ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دونوں کے متعلق آپ نے

یہی فرمایا کہ "وَجَبَتْ" کیا وجہ ہے، اور کیا واجب ہوا؟ آپ نے فرمایا۔

هٰذِهِ الْجَنَازَةُ اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهَا خَيْرًا فَقُلْتُ وَجَبَتْ لَهَا الْجَنَّةُ۔ وَهٰذِهِ الْجَنَازَةُ اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهَا شَرًّا فَقُلْتُ وَجَبَتْ لَهَا النَّارُ اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ۔

پہلے جنازہ کی تم نے تعریف کی تو میں نے کہا اس کے لئے جنت واجب ہوگئی، اور دوسرے جنازہ کی تم نے مذمت اور برائی کی تو میں نے کہا اس کے لئے دوزخ واجب ہوگئی، کیونکہ تم لوگ زمین پر خدا کے گواہ ہو۔

آپ کے زمانہ میں ایک عورت ایسی تھی جو علانیہ فسق و فجور کیا کرتی تھی۔ اس کے حق میں آپ فرمایا کرتے تھے۔

لَوْكُنْتُ رَاجِمًا اَحَدًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ لَرَجَمْتُ هٰذِهِ۔

اگر گواہوں کے بغیر میں کسی کو رجم کرتا تو اس عورت کو رجم کرتا۔

کیونکہ حدود بلا بینہ یا اقرار کے نہیں نافذ ہوسکتیں۔ لیکن ایسے آدمی کی شہادت اور امانت وغیرہ میں معاینہ وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اس کے لئے عام شہرت کافی ہے، اگر مشہور نہ ہو، کم درجہ کی شہرت ہو تو اس کے دوستوں کو دیکھ کر دلیل لا سکتے ہیں، جیسا کہ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں۔

اِعْتَبِرُوا النَّاسَ بِاَخْدَانِهِمْ۔

لوگوں کا اعتبار اس کے دوستوں کے لحاظ سے کیا کرو۔

دیکھا جائے کہ اس کے دوست کس قسم کے ہیں۔

اور یہ مدافعت شر ہے۔ اس سے اجتناب و احتراز لازم ہے، جیسے دشمن سے اجتناب و احتراز لازم ہے۔

جیسا کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا:۔

اِحْتَرِسُوا النَّاسَ بِسُوْءِ الظَّنِّ۔

لوگوں کے سوءِ ظن سے بھی بچا کرو۔

یہ حضرت عمر بن الخطابؓ کا حکم ہے، حالانکہ سوءِ ظن کی بنا پر عقوبۃ و سزا جائز نہیں ہے۔

Marfat.com

# اکیسویں فصل کے مضامین

## حدود و حقوق، بلا وجہ، بلا سبب کسی کو قتل کرنا، کسی کی جان لینا، قیامت کے دن خون ناحق کا فیصلہ سب سے پہلے ہوگا۔ قصاص لینے میں زندگی ہے۔

کسی متعین اور مقرر شخص کے حدود و حقوق ہوں ان میں کسی کو قتل کرنا کسی کی جان لینا، کسی کو ہلاک کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ

لوگوں سے کہو ادھر آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں، جو تمہارے پروردگار نے تم پر حرام کی ہیں وہ یہ کہ کسی چیز کو خدا کا شریک مت ٹھہراؤ۔ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرتے رہو۔ اور مفلسی کے ڈر سے اپنے بچوں کو قتل نہ کرو، ہم ہی تم کو رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی۔ اور بے حیائی کی باتیں جو ظاہر اور جو پوشیدہ ہوں ان میں سے کسی کے پاس بھی نہ پھٹکنا۔ اور جان جس کو اللہ نے حرام کر دیا ہے مار نہ ڈالنا مگر حق پر، یہ ہیں وہ باتیں جن کا حکم خدا نے تم کو دیا ہے، تاکہ دنیا میں رہنے کا طریقہ سمجھو، اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جانا، مگر ایسے طور پر کہ بہتر ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچے اور انصاف کے ساتھ پوری پوری ناپ کرو، اور پوری پوری تول، ہم کسی شخص پر اس کی سمائی سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتے، اور جب

Marfat.com

وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ (انعام ع ۱۹)

بات کہو تو گو قرابت داری ہی ہو انصاف کرو، اور اللہ سے عہد ہے اس کو پورا کرو، یہ ہیں وہ باتیں جن کا خدا نے حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو اور یہ کہ یہی ہمارا سیدھا راستہ ہے تو اسی پر چلے جاؤ اور دوسرے راستوں پر نہ پڑ جانا کہ یہ تم کو خدا کے رستے سے تتر بتر کر دیں گے، یہ باتیں ہیں جن کا خدا نے تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَن يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً ــــ الی قولہ ــــ وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ۝ (سورہ نساء ع ۱۳)

کسی مسلمان کے لئے روا نہیں کہ مسلمان کو جان سے مار ڈالے مگر غلطی سے۔۔۔۔۔ الی قولہ۔۔۔۔ اور جو مسلمان کو دیدہ و دانستہ مار ڈالے تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیش رہے گا۔ اور اس پر اللہ کا غضب ہوگا اور اس پر اللہ کی لعنت ہو گی، اور اللہ نے اس کے لئے بڑا سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ۝ (مائدہ ع ۵)

اس واقعہ کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کو تحریری حکم دیا کہ جو کوئی جان کے بدلہ نہیں اور ملک میں فساد پھیلانے کی سزا کے طور پر نہیں بلکہ ناحق کسی کو مار ڈالے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو مار ڈالا، اور جس نے مرنے کو بچا لیا تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو بچا لیا۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر ہے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ (متفق علیہ)

قیامت کے دن سب سے پہلے جس کا فیصلہ ہوگا وہ ناحق خون کا ہوگا۔

قتل و خون تین قسم کا ہے۔ ایک قتل عمداً ہے جس میں خطا اور شبہ خطا، کا احتمال ہی نہیں ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ کسی کو بے گناہ قتل کر دیا جیسا کہ عام طور پر قتل ہوا کرتا ہے۔ مثلاً تلوار سے کسی کو مار دینا، یا خنجر اور چھری سے یا ہتوڑے یا پھاوڑے، کدال یا کلہاڑی، تبر وغیرہ سے یا گولی مار کر مار دینا، یا جلا کر مار دینا، یا غرق کر دینا، یا بلند اور اونچی جگہ سے پھینک کر مار دینا، یا گلا دبا کر مار دینا، یا خصیتین کو پکڑ کر مار دینا، یا منہ بند کر کے مار دینا، یا زہر خورانی سے مار دینا، وغیرہ وغیرہ۔ تو اس قتل میں حدود قود جاری ہوگی، اور مقتول کے اولیار اور ورثار کو حق ہوگا کہ چاہیں اسے قتل کریں، چاہیں معاف کر دیویں، اور اگر چاہیں دیتہ و خونبہا لے کر چھوڑ دیں، مقتول کے اولیار و ورثار کو جائز نہیں ہے کہ قاتل کے سوا کسی دوسرے کو قتل کر دیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝

(بنی اسرائیل ع ۴)

اور کسی کی جان کو جس کا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے ناحق قتل نہ کرو، اور جو شخص ظلم سے مارا جائے تو ہم نے اسکے والی کو اختیار دیا ہے تو اس کو چاہئے کہ خون میں زیادتی نہ کرے کیونکہ واجبی بدلہ لینے میں اس کی جیت ہے۔

اس آیت کی تفسیر یہی کی گئی ہے کہ قاتل کے سوا کسی دوسرے شخص کو قتل نہ کیا جائے۔ اور حضرت ابی شریح الخزاعی رضہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا:-

مَنْ اُصِیْبَ بِدَمٍ اَوْ خَبْلٍ فَهُوَ بِالْخِیَارِ بَیْنَ اِحْدٰی ثَلَاثٍ فَاِنْ اَرَادَ الرَّابِعَةَ فَخُذُوْا عَلٰی یَدَیْهِ اَنْ یَّقْتُلَ اَوْ یَعْفُوَ اَوْ یَاْخُذَ الدِّیَةَ فَمَنْ فَعَلَ شَیْئًا مِّنْ ذٰلِكَ فَعَادَ فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُّخَلَّدًا فِیْهَا اَبَدًا۔

(رواہ اہل السنن۔ وقال الترمذی حدیث حسن صحیح)

جو خون ہو جائے یا خطرناک حالت میں پایا جائے، اور پھر مر جائے، تو تین راستے ہیں جو چوتھا راستہ اختیار کرے اسے روکو، ایک یہ کہ قاتل کو قتل کر دیوے، دوسرا یہ کہ اسے معاف کر دیوے، تیسرا یہ کہ دیت و خونبہا لے کر چھوڑ دیوے، ان تین طریقوں کے علاوہ کوئی چوتھا راستہ اختیار کرے تو وہ زیادتی کر رہا ہے۔ اسکے لئے ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم ہے۔

Marfat.com

اگر کوئی شخص معاف کردیوے، معاف کرنے کے بعد یا دیت وخونبہا لینے کے بعد قاتل کو قتل کردیوے، تو یہ بہت بڑا جرم ہے، ابتداءً قتل کرنے سے بھی بہت سخت جرم ہے، یہاں تک کہ بعض علماء کا قول ہے، اسے بطور حد قتل کیا جائے، اور مقتول کے اولیاء و ورثاء کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اسے قتل کریں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ۖ الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنثَىٰ بِالْأُنثَىٰ ۚ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ۗ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۗ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

(بقرہ ع ۲۲)

جو لوگ تم میں مارے جائیں ان میں تم کو جان کے بدلہ میں جان کا حکم دیا ہے، آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت پھر جس کو اس کے بھائی سے قصاص کا کوئی جزء معاف کردیا جائے، تو مطالبہ دستور شرع کے مطابق اور قاتل کی طرف سے وارث مقتول کو خوش معاملگی کے ساتھ ادا کر دینا یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے حق میں آسانی اور مہربانی ہے پھر اس کے بعد جو زیادتی کرے تو اس کے لئے عذاب دردناک ہے، اور عقلمندو قصاص میں تمہاری زندگی ہے تاکہ تم خونریزی سے باز رہو۔

علماء کہتے ہیں مقتول کے اولیاء و ورثاء کے قلوب غیظ وغضب سے لبریز ہوتے ہیں، ان کا بس چلے تو قاتل اور قاتل کے اولیاء و ورثاء کو بھی قتل کردیویں، بسا اوقات ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ قاتل پر بس نہیں کرتے بلکہ قاتل کے ساتھ ہی ساتھ اس کے عزیزوں، قرابتداروں کو بھی قتل کردیتے ہیں قاتل کے قبیلہ کے سردار یا مقدم وپیشوا کو بھی قتل کردیتے ہیں۔ اور یہ نہایت خطرناک صورت ہے، اصل قاتل نے تو ابتداءً میں ظلم کیا۔ لیکن مقتول کے اولیاء اور ورثاء نے خون کا بدلہ لینے میں جو ظلم وجور اور زیادتی کی ہے اصل قاتل نے نہیں کی۔ اور وہ کام کیا جو شریعت سے خارج اہل جاہلیت کیا کرتے تھے کہ شہری اور دیہاتی سب کے سب اس میں مبتلا ہو جاتے تھے، اور سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا تھا مقتول کے اولیاء قاتل کے اولیاء کو قتل کر

Marfat.com

دیتے تھے اور ان قاتل اولیاء کے قاتلوں کو دوسرا فریق قتل کر دیتا تھا، تا آنکہ بسا اوقات دونوں فریق اپنا اپنا جتھا بنا لیتے تھے، اپنے اپنے حلیف بنا لیتے تھے، ایک قوم ایک کی امداد کرتی، دوسری قوم دوسرے فریق کی اعانت و امداد کرتی، اور اس طرح یہ فتنوں کا دروازہ کھل جاتا، اور انتہائی بغض و عناد اور کینہ ان میں گھر کر جاتا، اس کا سبب یہی ہوا کرتا تھا کہ یہ لوگ عدل و انصاف کو بالکل چھوڑ دیتے تھے، اور قصاص پر اکتفا نہیں کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ہم پر قصاص فرض کر دیا ہے، اور قصاص کے معنی یہی ہیں کہ قتل کے بارے میں مساوات اور عدل و انصاف کو ملحوظ رکھا جائے، زیادتی نہ کی جائے، اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ قصاص میں تمہاری زندگی ہے۔ قصاص سے قاتل کے اولیاء، اور ورثہ کی خونریزی بند ہو جاتی ہے، غیر قاتل بچ جاتے ہیں، اور فتنہ ختم ہو جاتا ہے، علاوہ ازیں یہ کہ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور اسے معلوم ہو جائے کہ قصاص میں یہ بھی مارا جائے گا تو قتل کرنے سے باز رہتا ہے، چنانچہ حضرت علی بن ابی طالبؓ اور عمرو بن شعیبؓ عن ابیہ عن جدہ سے مروی ہے، کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اَلْمُؤْمِنُوْنَ تَتَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ وَهُمْ يَدٌ عَلٰى مَنْ سِوَاهُمْ وَيَسْعٰى بِذِمَّتِهِمْ اَدْنَاهُمْ اَلَا لَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ وَلَا ذُوْ عَهْدٍ فِيْ عَهْدِهٖ۔

(رواہ احمد و ابی داؤد وغیرہما من اہل السنن)

تمام مسلمانوں کے خون مساوی اور برابر ہیں اور اس پر تمام مسلمان متفق ہیں، اور ذمیوں سے اچھا سلوک کرنے میں ادنیٰ اعلیٰ پوری کوشش کرتے ہیں، آگاہ رہو کہ کافر کے مقابلہ مسلمان کو قتل نہ کیا جائے، اور نہ متعاہد کو جبتک کہ وہ اپنے عہد پر قائم ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کر دیا کہ مسلمانوں کے خون مساوی اور بلا امتیاز تمام برابر ہیں، عربی کو عجمی پر قریشی ہاشمی کو غیر قریشی غیر ہاشمی پر اور اصلی حر کو مولیٰ عتیق پر، عالم کو جاہل پر امیر کو رعایا پر کوئی فضیلت نہیں دی، اور یہ تمام مسلمانوں میں متفق علیہ ہے بخلاف اہل جاہلیۃ اور حکام یہود کے کہ انہوں نے غلط راستہ اختیار کیا، اور غلط حکم جاری کیا تو دنیائے عرب باہم لڑا مرے،

مدینہ طیبہ کے قریب دو قسم کے یہود آباد تھے، نضیر، اور قریظہ، قریظہ کے مقابلہ میں نضیر کے خون بہت ہوتے تھے اور اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم و منصف بنایا۔

Marfat.com

اور حد زنا میں کچھ ایسا تغیر و تبدل کر دیا کہ رجم کو لوہے کے داغ سے تبدیل کر دیا۔ یہ یہود مسلمانوں کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اگر تمہارے پیغمبر اس کا حکم دے دیں تو ہمارے لئے حجت ہے، ورنہ سمجھا جائے گا کہ تم نے تورات کا حکم چھوڑ دیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ ...... الى قوله ...... فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَضُرُّوكَ شَيْئًا وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ط إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ .. الى قوله ...... فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا ط وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۝ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ط

(مائدہ ع ۶ - ۷)

اے پیغمبر! جو لوگ کفر پر لپکتے رہتے ہیں ان کی وجہ سے تم آزردہ خاطر نہ ہو، بعض ایسے ہیں جو اپنے منہ سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور ان کے دل ایمان نہیں لائے۔ ...... ...... تو اے پیغمبر اگر یہ لوگ فیصلہ کرانے کو تمہارے پاس آئیں تو تم کو اختیار ہے کہ ان میں فیصلہ کر دو یا انکے معاملہ میں دخل دینے سے کنارہ کش رہو۔ اگر تم ان سے کنارہ کشی کرو گے تو یہ تم کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اگر فیصلہ کرو تو ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا، کیونکہ اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے، ......

تم لوگوں سے نہ ڈرو ہمارا ہی ڈر مانو، اور ہماری آیتوں کے معاوضے میں ناچیز فائدے نہ لو، اور جو خدا کی اتاری ہوئی کتاب کے مطابق حکم نہ دے تو یہی لوگ کافر ہیں۔ اور ہم نے تورات میں یہود کو تحریری حکم دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ ویسا ہی زخم۔

ان آیات میں خدا نے بیان کیا کہ تمام جانیں برابر ہیں۔ کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ہے جیسا کہ یہود کیا کرتے تھے۔

Marfat.com

...... الی قولہ ...... وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ مِنَ الْکِتٰبِ وَمُھَیْمِنًا عَلَیْہِ فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَآءَھُمْ عَمَّا جَآءَکَ مِنَ الْحَقِّ ط لِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شِرْعَۃً وَّمِنْھَاجًا ط .... الی قولہ ...... اَفَحُکْمَ الْجَاھِلِیَّۃِ یَبْغُوْنَ ط وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ حُکْمًا لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ○

(مائدہ ع ۷)

...... اور اے پیغمبر ہم نے تمہاری طرف بھی کتاب برحق اتاری کہ جو کتابیں اس کے آنے سے پہلے موجود ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے، اور ان کی محافظ بھی ہے تو جو کچھ خدا نے تم پر اتارا ہے تم بھی اسی کے مطابق ان لوگوں کو حکم دو، اور جو حق بات تم کو پہنچی ہے اس کو چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو، ہم نے تم میں سے ہر ایک کیلئے ایک شریعت ٹھہرائی ہے اور طریقہ خاص ........ کیا اس وقت میں زمانہ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں اور جو لوگ یقین کرنے والے ہیں ان کے لئے اللہ سے بہتر حکم دینے والا کون ہو سکتا ہے؟

اس آیت میں خدا نے فیصلہ کر دیا کہ مسلمانوں کے خون سب کے سب مساوی اور برابر ہیں بخلاف جاہلیت کے کہ اکثر خواہش نفس کی وجہ سے خون ہوا کرتے تھے، اور شہری و دیہاتی آبادیاں تمام کی تمام اس سے متاثر ہوتی تھیں، اور یہ درحقیقت بغاوت اور ترک عدل و انصاف کی وجہ سے ہوا کرتا تھا۔ ہر گروہ اپنے کو دوسرے گروہ پر غالب رکھنے کی کوشش کرتا تھا خواہ خون کا معاملہ ہو یا مال کا۔ ایک دوسرے پر غالب رہنے کی کوشش کرتا تھا۔ اور غلبہ پر فخر و ناز کرتا تھا۔ عدل و انصاف کا نام و نشان تک نہ تھا۔ دونوں فریق میں کوئی بھی خاموش نہیں بیٹھتا تھا ہر گروہ اپنا حق حاصل کرنے کے لئے وہی کرتا جو دوسرا گروہ کرتا تھا، قرآن مجید نے قسط و عدل۔ اور انصاف کا حکم دیا، جاہلیت کے احکام کو بالکل باطل کر دیا۔ جس میں اکثر لوگ مبتلا تھے۔ جب کبھی اور جس وقت کوئی مصلح اصلاح کے لئے اقدام کرتا تو یہی اصول۔ اور یہی عدل و انصاف لے کر اقدام کرتا قرآن مجید نے فیصلہ کر دیا۔

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَھُمَا ط فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰھُمَا عَلَی الْاُخْرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی

اور اگر مسلمانوں کے دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو، پھر اگر ان میں کا ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو جو زیادتی کرتا ہے اس سے لڑو، یہاں تک کہ وہ حکم خدا کی

اَمْرِ اللّٰہِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَھُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ (حجرات ع ۱)

طرف رجوع کرے پھر جب رجوع کرے تو فریقین میں برابری کے ساتھ صلح کرادو۔ اور انصاف کو ملحوظ رکھو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ مسلمان تو بس آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے بھائیوں میں میل جول کرادیا کرو۔

اور اس بارے میں اولیٰ و افضل یہ ہے کہ پہلے اولیاء مقتول سے معافی کی درخواست کی جائے کیونکہ قرآن مجید کے اندر ہے۔

وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِہٖ فَھُوَ کَفَّارَۃٌ لَّہٗ (مائدہ ع ۷)

اور زخموں کا بدلہ ویسے ہی زخم ہیں پھر جو مظلوم بدلہ معاف کردے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

مَا رُفِعَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمْرٌ فِیْہِ الْقِصَاصُ اِلَّا اَمَرَ فِیْہِ بِالْعَفْوِ۔ (رواہ ابوداؤد وغیرہ)

جب کوئی معاملہ پیش آتا جس میں آپ کو قصاص کا حکم فرمانا ہوتا لیکن آپ معاف کرنے کا حکم فرماتے۔

اور صحیح مسلم کے اندر حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

مَا نَقَصَتْ صَدَقَۃٌ مِّنْ مَّالٍ وَمَا زَادَ اللّٰہُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰہِ اِلَّا رَفَعَہُ اللّٰہُ۔ (رواہ مسلم)

صدقہ دینے سے مال میں کمی نہیں ہوتی اور جو کچھ بندہ معاف کرتا ہے اللہ تعالےٰ اس میں عزت دیتا ہے، اور جو اللہ کے لئے تواضع عاجزی کرتا ہے، اللہ تعالےٰ اسے رفعت عطا فرماتا ہے۔

اور یہ جو ہم نے لکھا ہے مساوات کے متعلق لکھا ہے۔ وہ صرف مسلمانوں کے بارے میں ہے، کہ مسلمان حر اور آزاد سب کے سب مساوی ہیں۔ ذمی کفو نہیں، نہ مسلمان کے برابر ہے۔ جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ جیسے کہ کفار اسلامی شہروں میں سفر و تجارت کی غرض سے

Marfat.com

آتے ہیں کہ یہ بالاتفاق کفو نہیں اور مسلمان کے برابر نہیں۔

بعض علماء کا قول ہے۔ ذمی کفو ہیں۔ اور مسلمان کے برابر ہیں، یہی نزاع غلام اور حر آزاد کے متعلق ہے کہ غلام کے مقابلہ میں حر آزاد کو قتل کیا جائے یا نہیں۔

دوسری قسم کا خون قتل خطاء ہے۔ جو شبہ عمد ہو۔ اور اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اَلَا اِنَّ فِی قَتْلِ الْخَطَاءِ شِبْہُ الْعَمَدِ مَا کَانَ فِی السَّوْطِ وَالْعَصَاءِ مِائَۃٌ مِّنَ الْاِبِلِ مِنْھَا اَرْبَعُوْنَ خِلْفَۃٌ فِی بُطُوْنِھَا اَوْلَادُھَا۔

آگاہ رہو کہ قتل خطا شبہ عمد میں جو کہ کوڑے یا لکڑی سے ہو سو اونٹ ہیں، جن میں سے چالیس اونٹ ایسے ہوں جن کے پیٹ میں بچے ہوں۔

اور اسے شبہ عمد اس لئے کہا گیا ہے، کہ کوڑا یا لکڑی مارنے والے نے زیادتی ضرور کی۔ اس نے مار مارنے میں اعتدال کو ملحوظ نہیں رکھا، لیکن ظاہر ہے کہ اس قسم کی مار سے اکثر اوقات موت نہیں واقع ہوتی،

تیسری قسم خون کی قتل خطا ہے، مثلاً یہ کہ شکار پر تیر چلایا۔ اور وہ انسان کو لگ گیا[1] اور اس کے علم و ارادہ کے خلاف واقعہ پیش آیا۔ تو اس میں قود وحد نہیں ہے۔ بلکہ اس میں کفارہ اور دیت، خونبہا ہوگا۔

اور اس بارے میں بے شمار مسائل ہیں جو اہل علم کی کتابوں میں درج ہیں۔

---

[1] یا گولی چلائی ۱۲

Marfat.com

# بائیسویں فصل کے مضامین

جرح و زخم کا قصاص، ہاتھ پاؤں کاٹنے سے ہاتھ پاؤں کاٹا جائے گا۔ دانت توڑنے سے دانت توڑا جائے گا۔ کسی کا سر پھوڑا، تو اس کا سر پھوڑا جائے گا۔

جرح و زخم میں قصاص واجب ہے، اور یہ کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے، بشرطیکہ مساوات ممکن ہو، اگر کسی نے کسی کا ہاتھ جوڑ سے توڑ دیا تو اس کے لئے جائز ہے وہ اس کا ہاتھ جوڑ سے توڑ دیوے، اگر کسی کا دانت توڑ دیا تو اس کے لئے جائز ہے کہ اس کا دانت توڑ دیوے۔ سر اور منہ زخمی کر دیا ہے ایسا کہ ہڈی نظر آنے لگ گئی، تو اسکے لئے جائز ہے کہ اس کا سر اور منہ اسی طرح زخمی کر دیوے جس طرح اس نے زخمی کیا ہے۔

اگر ایسا اور اس طرح توڑ دیا یا زخمی کیا ہے کہ مساوات ممکن نہیں ہے، مثلاً اندر کی ہڈی توڑ دی ہے یا یہ کہ اس طرح زخمی کیا ہے کہ ہڈی نظر نہیں آتی، تو اس میں قصاص نہیں ہے۔ بلکہ اس کا تاوان اسے دینا پڑے گا۔

قصاص کی صورت یہ ہے کہ ہاتھ سے پیٹا جائے، یا لاٹھی یا کوڑے سے مارا جائے۔ مثلاً طمانچہ یا گھونسا لگائے، یا لاٹھی وغیرہ سے مارا جائے، علماء کی ایک جماعت کہتی ہے اس میں قصاص نہیں ہے، بلکہ اس میں تعزیر ہے، کیونکہ اس میں مساوات اور برابری ممکن نہیں ہے، لیکن خلفاء راشدین رض اور دوسرے صحابہ رض سے ماثور ہے کہ اس میں قصاص مشروع ہے، اور یہی امام احمد رح وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ اور سنت نبوی بھی یہی ہے۔ ابو فراس رض کہتے ہیں حضرت عمر بن الخطاب رض نے خطبہ دیا، اس میں حدیث پیش کی۔ اس حدیث میں کہا۔

اَلَا اِنِّیْ وَاللّٰہِ مَا اُرْسِلُ عُمَّالِیْ اِلَیْکُمْ لِیَضْرِبُوْا اَبْشَارَکُمْ وَلَا یَاْخُذُوْا اَمْوَالَکُمْ وَلٰکِنْ اُرْسِلُھُمْ اِلَیْکُمْ لِیُعَلِّمُوْکُمْ دِیْنَکُمْ وَسُنَنَکُمْ فَمَنْ فَعَلَ بِہٖ سِوٰی ذَالِکَ فَلْیَرْفَعْہُ اِلَیَّ۔

آگاہ رہو قسم خدا کی میں اپنے عمال تمہارے پاس اسلئے نہیں بھیجا کرتا کہ وہ تمہیں مار ماریں نہ تمہارا مال لینے کو بھیجتا ہوں۔ بلکہ اس لئے بھیجتا ہوں کہ تم کو تمہارا دین اور سنتیں سکھائیں، پس جو اس کے سوا دوسرا کرے

فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِذًا لَاُقِصَّنَّہٗ — میرے پاس لائے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں ان سے قصاص لوں گا۔

اس پر حضرت عمرو بن العاص کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے، امیرالمومنین! اگر کوئی امیر مسلمانوں کی نگرانی کر رہا ہے، اور وہ اپنی رعایا کو ادب سکھاتا ہے آپ اس سے بھی قصاص لیں گے؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا ہاں قسم خدا کی میں اس سے بھی قصاص لونگا۔ اور صرف میں ہی قصاص نہیں لیتا بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی جان سے بھی قصاص لیتے تھے۔ خبردار تم مسلمانوں کو مت مارا کرو، ان کو ذلیل نہ کیا کرو، ان کے حقوق نہ روکا کرو، اس سے وہ لوگ کفر اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ روایت مسند احمدؒ وغیرہ میں موجود ہے۔

اس روایت کے معنی یہ ہیں کہ والی، حاکم ناجائز مار مارا کریں، اگر مشروع مار ہو تو اجماع ہے اس میں قصاص نہیں ہے، کیونکہ مشروع مار یا تو واجب ہوگی یا مستحب ہوگی، یا جائز ہوگی، اور ان تینوں میں قصاص نہیں ہے۔

---

Marfat.com

# تئیسویں فصل کے مضامین

عزت و آبرو کا قصاص بھی مشروع ہے۔ گالی دینا جرم ہے اس کا بھی قصاص ہے، اگر کوئی کسی کے باپ دادا یا قبیلے کو برا کہے تو جائز نہیں ہے کہ وہ اس کے باپ دادا اور قبیلہ کو برا کہے، کیونکہ انہوں نے اس پر ظلم نہیں کیا۔

عزت و آبرو کا بھی قصاص مشروع ہے، اور وہ یہ کہ مثلاً کوئی شخص کسی پر لعنت بھیجے یا بددعا کرے، تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ بھی ایسا ہی کرے، اگر کوئی سچی گالی دیوے جس میں جھوٹ قطعاً نہیں ہے، تو یہ بھی گالی دے سکتا ہے، لیکن معاف کر دینا افضل و بہتر ہے، اللہ تعالے کا ارشاد ہے:۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ۔ (شوریٰ ع ۴)

اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے، اس پر جو معاف کر دے اور صلح کر لے تو اسکا ثواب اللہ کے ذمے ہے، بے شک وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، اور ہاں کسی پر ظلم ہوا ہو اور وہ اس کے بعد بدلہ لے۔ تو یہ لوگ ہیں جن پر کوئی الزام نہیں۔

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

اَلْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِيْ مِنْهُمَا مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُوْمُ۔

آمنے سامنے بولنے والے پر وہی ہوگا لیکن شروع کرنے والے پر کچھ زیادہ ہوگا جبتک کہ اس نے مظلوم پر زیادتی نہیں کی۔

اور اسی کو انتصار بھی کیا جائے گا۔ اور گالی گلوچ ایسی کہ اس میں جھوٹ نہ ہو مثلاً یہ کہ جو برائیاں اس میں ہیں وہ ظاہر کرنی، یا یہ کہ کتا، یا گدھا، وغیرہ کہنا، تو اس میں قصاص ہے، لیکن اگر کسی نے افترا و بہتان لگایا تو جائز نہیں ہے کہ افترا و بہتان کے بدلہ میں افترا و بہتان لگائے۔ اگر کوئی کسی کو بلا استحقاق کافر یا فاسق کہے تو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ

Marfat.com

یہ بھی اسے کافر یا فاسق کہے، اگر کوئی کسی کے باپ دادا اور قبیلے یا اہل شہر پر لعنت بھیجے تو اس کیلئے جائز نہیں ہے کہ جواب میں یہ بھی ایسا ہی کہے، کہ یہ تعدی اور زیادتی ہے کیونکہ ان لوگوں نے اس پر کچھ نہیں کیا، بلکہ جو کچھ کیا ہے اس آدمی نے کیا ہے، چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔ (مائدہ ع ۲)

مسلمانو! خدا واسطے انصاف کے ساتھ گواہی دینے کو آمادہ رہو، اور لوگوں کی عداوت تم کو اس جرم کی باعث نہ ہو کہ تم معاملات میں انصاف نہ کرو، ہر حال میں انصاف کرو کہ شیوۂ انصاف پرہیزگاری سے قریب تر ہے۔

اس آیت میں خدا نے حکم دیا ہے کہ کفار سے بغض وعناد کی وجہ سے اعتدار اور زیادتی نہ کیا کرو، صاف صاف کہہ دیا:۔

اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (مائدہ ع ۲)

ہر حال میں انصاف کرو کہ شیوۂ انصاف پرہیزگاری سے قریب تر ہے۔

پس عزت وآبرو کے بارے میں بھی عدوان اور زیادتی حرام ہے، حالانکہ اس کا حق ہے پس اگر ایذاء اور تکلیف ایسی پہنچائے جس میں قصاص و بدلہ لیا جاسکتا ہے، مثلاً کسی نے کسی پر بددعا کی تو مظلوم بلا عدوان اور زیادتی کے بددعا کرسکتا ہے، لیکن اگر حق اللہ اسکے متعلق ہوتا ہے مثلاً جھوٹ بولا تو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ یہ بھی جھوٹ بولے۔

اسی طرح اکثر فقہاء کہتے ہیں کہ کسی نے کسی کو جلا کر مار ڈالا، یا غرق کردیا، یا گلا گھونٹ کر مار ڈالا، یا اس کے مثل کسی اور طریقے سے قتل کردیا تو اس کے لئے وہی کیا جائے جو اس نے کیا ہے، لیکن ملحوظ رہے کہ وہ سزا فی نفسہ حرام نہ ہو، مثلاً شراب پلائی تو اس کے بدلہ اور قصاص میں شراب پلائی جائے۔ یا لواطت کی تو اس کے ساتھ لواطت کی جائے۔

بعض فقہاء کہتے ہیں جلا کر مار دینے، یا غرق کردینے، یا گلا گھونٹ کر مار دینے کی عقوبت وسزا قود بالسیف ہے یعنی تلوار سے اس کی گردن اڑا دی جائے۔ لیکن ہم تو پہلے کہہ چکے ہیں وہی کتاب اللہ اور کتاب الرسول سے زیادہ مشابہ ہے۔

Marfat.com

# چوبیسویں فصل کے مضامین

افترا میں قصاص نہیں ہے، اس میں عقوبت و سزا ہے، حد قذف بھی اس میں ہے، جبکہ مقذوف محصن، مسلم، حر اور عفیف ہو، جو شخص فسق و فجور میں مشہور ہو اس کے قاذف پر حد نہیں لگے گی۔

افتراء و بہتان وغیرہ میں قصاص نہیں ہے، بلکہ عقوبت و سزا ہے، اسی افتراء و بہتان میں حد قذف بھی ہے جو کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے، اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

(نور ع ۱)

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں اور چار گواہ نہ لاسکیں تو ان کو اسی کوڑے مارو، اور آیندہ کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو، اور یہ لوگ خود بدکار ہیں مگر جنہوں نے ایسا کئے پیچھے توبہ کی اور اپنی حالت درست کرلی تو اللہ بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

جب کسی حر محصن پر زنا یا لواطت کی تہمت لگائی جائے تو اس پر حد قذف جاری کرنا واجب ہے، اور یہ حد اسی کوڑے ہیں، اگر اس کے علاوہ کسی دوسری بات کی تہمت لگائی تو اسے تعزیر کی سزا دی جائے گی۔

اس حد کا حق مقذوف کو پہنچتا ہے، اور اس لئے حد اسی وقت جاری ہو گی جبکہ وہ اس کا مطالبہ کرے، اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے، اگر مقذوف معاف کردیوے تو حد ساقط ہو جائے گی، جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ کیونکہ اس میں زیادہ تر حق آدمی کا ہے۔ جیسا کہ قصاص مال وغیرہ آدمی کا حق ہے، بعض کہتے ہیں نہیں حد ساقط نہیں ہو گی کیوں کہ اس میں اللہ تعالےٰ کا بھی حق ہے، اور جس طرح دوسری حدود معاف نہیں ہوسکتیں یہ بھی معاف نہیں

Marfat.com

ہوگی۔

حد قذف اس وقت جاری ہوگی جبکہ مقذوف محصن ہو، اور مسلم، حر آزاد، عفیف وپاکدامن ہو۔

جو شخص فسق وفجور کے معاملہ میں مجروح اور بدنام ہو، اس پر تہمت لگانے سے حد جاری نہیں ہوگی، اسی طرح کافر، اور غلام پر تہمت لگانے سے حد جاری نہیں ہوگی، البتہ ان پر تعزیر ہوگی۔

شوہر کے لئے جائز ہے کہ اپنی بی بی پر تہمت لگائے، جبکہ وہ زنا کی مرتکب ہو اور زنا سے حاملہ نہیں ہوتی ہے، اگر زنا سے حاملہ ہوگئی ہے، اور بچہ پیدا ہوگیا ہے، تو شوہر پر فرض ہے کہ اسے متہم کرے، اور بچہ کا انکار کردیوے کہ اس کا نہیں ہے، تاکہ جو اس کا نہیں ہے وہ اس کی طرف منسوب نہ ہو۔

جب شوہر نے بی بی پر قذف اور تہمت لگائی تو بی بی یا تو زنا کا اقرار کرلیوے یا ملاعنت کرے، جیساکہ اللہ تعالے نے کتاب اللہ کے اندر اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سنت میں ذکر کیا ہے۔

اگر قاذف یعنی تہمت لگانے والا غلام ہے تو اس پر نصف حد جاری ہوگی، اور یہی حکم زنا اور شراب نوشی میں بھی ہے، کہ نصف سزا اسے ہوگی، چنانچہ غلام اور باندی وغیرہ کے متعلق خدا کا ارشاد ہے:۔

فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ۔ (نساء، ع ۴)

پھر اگر قید نکاح میں آئے پیچھے کوئی بے حیائی کا کام کریں تو جو سزا بی بی کی ہے اس کی آدھی لونڈی کی۔

لیکن جس حد میں قتل واجب ہے، یا ہاتھ کاٹنا واجب ہے تو سزا نصف نہیں ہوگی بلکہ پوری پوری عقوبت و سزا ہوگی۔

# پچیسویں فصل کے مضامین

## حقوق البضاع، زن وشوہر کے تعلقات اور حقوق مہر، نفقہ، اور معاشرہ کے حقوق۔

میاں بی بی کے باہمی تعلقات اور حقوق، میاں اور بی بی دونوں پر واجب ہے کہ حکم خداوندی پر عمل کریں، اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ط (بقرہ ع ۲۹) دو طلاقوں کے بعد یا تو دستور کے مطابق زوجیت میں رکھنا ہے یا حسن سلوک کے ساتھ رخصت کر دینا۔

میاں اور بی بی دونوں پر فرض ہے کہ ایک دوسرے کے حقوق بطیب خاطر اور انشراح صدر کے ساتھ پورے کریں، بی بی کا شوہر کے مال میں حق ہے، اور وہ مہر اور نفقہ ہے، جسم پر حق ہے وہ عورت سے صحیح مباشرت رکھے اور اس سے استفادہ کرے۔ اور اس لئے اگر اس نے ایلا رکیا اور نہ ملنے کی قسم کھالی تو عورت تفریق کی حقدار ہے، سب مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے، اگر شوہر مجبوب اور عنین ہے، جماع اور ہمبستری نہیں کر سکتا کہ اس پر جماع کرنا واجب ہے، بعض نے کہا ہے کہ اگر اس کا باعث طبعی ہے تو واجب نہیں ہے، لیکن صحیح مسلک یہی ہے کہ جماع وہمبستری واجب ہے جیسا کہ کتاب اللہ اور کتاب الرسول اور اصول شریعت دلالت کرتے ہیں، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا وہ روزے بہت رکھتے ہیں اور نماز میں اکثر وقت گذارتے ہیں تو آپ نے فرمایا۔

اِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا۔ تمہاری بی بی کا بھی تم پر حق ہے۔

پس جماع وہمبستری واجب ہے، لیکن کتنے عرصہ میں جماع کرنا چاہئے اس میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں چار ماہ میں ایک مرتبہ جماع واجب ہے، بعض کہتے ہیں نہیں بلکہ اس کی طاقت اور بی بی کی حاجت کے مطابق واجب ہے۔ جس طرح کہ نان و نفقہ واجب ہے، اور یہی مناسب فیصلہ ہے، اور بی بی پر شوہر کا حق ہے جب چاہے

Marfat.com

بی بی سے فائدہ اٹھائے، لیکن شرط یہ ہے کہ بی بی کو نقصان نہ پہنچے، یا کسی واجب حق سے قاصر نہ ہو جائے، بی بی پر واجب ہے کہ شوہر کو قدرت دیوے، اس کے گھر سے اس کی اجازت یا شارع کی اجازت کے بغیر نہ نکلے۔

گھر کی خدمت کے متعلق فقہار کا اختلاف ہے، مثلاً فرش بچھا دینا، جھاڑو وغیرہ لگا دینی، روٹی وغیرہ پکا دینا وغیرہ، تو بعض علمار کہتے ہیں، یہ بی بی پر واجب ہے، بعض واجب نہیں کہتے، بعض کہتے ہیں درمیانی خدمات واجب ہیں ؛

Marfat.com

# چھبیسویں فصل کے مضامین

امول کا فیصلہ عدل و انصاف سے کیا جائے، معاملات میں عدل و انصاف ہی دنیا کے امن و چین کا کفیل ہے، دنیا اور آخرت اسی سے درست ہوتی ہے۔

اموال کا فیصلہ عدل و انصاف سے کیا جائے، جیسا خدا اور رسول کا حکم ہے، مثلاً ترکہ، وارثوں پر کتاب و سنت کے مطابق تقسیم کیا جائے، گو اس کے بعض مسائل میں نزاع ہے، اسی طرح معاملات میں مبایعات، اجارات، وکالات، مشارکات، ہبات اوقاف وصایا وغیرہ میں عدل و انصاف واجب ہے، اور ان معاملات میں جن میں عقود اور قبضہ شرط ہے، عدل و انصاف واجب ہے، اس لئے کہ عدل و انصاف ہی سے دنیا و جہان کا قوام ہے، اس کے بغیر دنیا و آخرت درست ہی نہیں ہو سکتی، ان چیزوں میں عدل و انصاف ہر عقل مند سمجھتا ہے، اور مثلاً خریدار پر واجب ہے کہ وہ چیز کی قیمت فوراً ادا کر دیوے اور بیچنے والے پر واجب ہے کہ مبیع خریدار کے حوالہ کر دیوے، اور مثلاً ناپ و تول میں کمی بیشی کرنا قطعاً حرام ہے، سچ بولنا سچا بیان دینا واجب ہے، کذب وجھوٹ اور خیانت، فریب و دھوکہ حرام ہے، قرض ادا کرنا، جس سے قرض لیا اس کا شکر اور تعریف کرنی واجب ہے۔ عام معاملات جن کی کتاب و سنت نے ممانعت کی ہے وہ ہیں جن میں عدل و انصاف نہیں ہو سکتا، اور چھوٹا بڑا، کم زیادہ ظلم ہوتا ہو، مثلاً باطل کے ذریعہ مال لینا۔ جیسے ربا دسود، جوا کھیلنا، ربا کی تمام صورتیں جوئے کی تمام اقسام جن سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، حرام ہیں۔ مثلاً بیع غرر دھوکہ سے بیچنا، بیع الطیر پرندہ اڑ رہا ہو اس کو بیچنا، مچھلی پانی کے اندر ہو اسے بیچنا، میعاد مقرر نہ کرنا اور بیچنا، بیع المصراط، بیع الملامسہ، بیع منابذہ، بیع مزابنہ، بیع محاقلہ، اور خراب اشیاء کا بیچنا، پھلوں میں صلاحیت پیدا نہ ہو ان کو بیچنا، ناجائز فاسد شرکت کرنی، اور وہ تمام معاملات جن سے مسلمانوں کے اندر نزاع ممکن ہے اور جن میں کچھ نہ کچھ خرابی ہو، یا شبہ ہو، یا وہ عقد جو کچھ لوگ صحیح اور عدل سمجھتے ہوں۔ اور کچھ لوگ ظلم

وجور سمجھتے ہوں۔ ان کا فاسد ہونا واجب وضروری ہے، ان سے بچنا ضروری ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا

(نساء ع ۸)

مسلمانو! اللہ کا حکم مانو، اور رسول کا حکم مانو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کا بھی، پھر اگر کسی امر میں تم آپس میں جھگڑ پڑو تو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لانے کی شرط یہ ہے کہ اس امر میں اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو کہ یہ بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی اچھا ہے۔

اور اس بارے میں اصل اصول اور ضابطہ کلیہ یہ ہے کہ معاملات وہی حرام ہیں جن کو کتاب وسنت نے حرام قرار دیا ہو، اور عبادات وہی مشروع ہیں جس کی مشروعیت کتاب وسنت سے ثابت ہو، جن لوگوں کی خدا نے مذمت کی ہے وہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے وہ چیزیں اپنے اوپر حرام کر لی تھیں، جنہیں اللہ تعالےٰ نے حرام نہیں کی تھیں، اور ایسی چیزیں جائز کر لی تھیں جن کے جواز پر کوئی شرعی دلیل نہیں تھی، اللھم وفقنا لان نجعل الحلال ما حللتہ، والحرام ما حرمتہ، والدین ما شرعتہ۔

# ستائیسویں فصل کے مضامین

امیر، ولی الامر، حاکم کے لئے مشورہ ضروری ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کو حکم فرمایا وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ، اور جو لوگ مشورہ لیتے ہیں ان کی خدا نے تعریف کی ہے، وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝

ولی الامر کے لئے ضروری ہے کہ وہ مشورہ لیا کرے، اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کو حکم فرمایا ہے:۔

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ۝

(آل عمران ع ۱۷)

تم ان کے قصور معاف کرو، اور خدا سے بھی ان کے گناہوں کی معافی مانگو، اور معاملات صلح و جنگ میں ان کو شریک مشورہ کر لیا کرو، پھر مشورے کے بعد تمہارے دل میں ایک بات ٹھن جائے تو بھروسا خدا ہی پر رکھنا، جو لوگ خدا پر بھروسا رکھتے ہیں خدا ان کو دوست رکھتا ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رض سے مروی ہے وہ کہتے ہیں:۔

لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَكْثَرَ مُشَاوَرَةً لِأَصْحَابِهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اپنے صحابہ رض سے مشورہ کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کی تالیف القلوب کی غرض سے مشورہ لینے کا حکم دیا گیا ہے، اور اس غرض سے کہ آپ کے بعد آپ کی اقتدار کی جائے، اور جس امر کے متعلق وحی نے کوئی فیصلہ نہیں کیا، مثلاً حرب و جنگ وغیرہ اور جزئی امور میں لوگوں کی رائے اور مشورہ لیا جائے، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مشورہ لیا کرتے تھے تو غیر بدرجہ اولیٰ مشورہ کے محتاج ہیں، اللہ تعالےٰ نے مشورہ کرنے والوں کی تعریف

Marfat.com

فرمائی ہے۔ فرماتا ہے:۔

وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ط لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ (شوریٰ ع ۴)

اور جو خدا کے ہاں ہے اس سے کہیں بہتر اور پائیدار ہے، ان ہی لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اور اپنے پروردگار پر بھروسا رکھتے ہیں اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے کنارہ کش رہتے ہیں، اور جب ان کو غصہ آجاتا ہے تو درگذر کرتے ہیں، اور جو اپنے پروردگار کا حکم مانتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور ان کے کام آپس کے مشورے سے ہوتے ہیں اور جو ہم نے ان کو دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

ولی الامر جب مشورہ لیوے، اور کتاب اللہ، کتاب الرسول اور اجماع سے حکم اور فیصلہ معلوم ہو جائے تو ولی الامر کا فرض ہے کہ اس کے خلاف کسی کی اتباع نہ کرے اگرچہ وہ دین و دنیا کا کتنا ہی بڑا امر اور معاملہ کیوں نہ ہو، غیر کی اتباع جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ (نساء ع ۸)

مسلمانو! اللہ کا حکم مانو اور اس کے رسول کا حکم مانو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کا بھی۔

اور اگر معاملہ ایسا ہے کہ اس میں مسلمانوں میں باہم تنازع ہے تو ضروری ہے کہ لوگوں سے رائے اور مشورہ طلب کرے جو رائے جو مشورہ کتاب اللہ اور کتاب الرسول کے قریب اور مشابہ ہو اس پر عمل کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:۔

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ (نساء ع ۸)

پھر اگر کسی امر میں تم آپس میں جھگڑ پڑو تو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لانے کی شرط یہ ہے کہ اس امر میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی اچھا ہے۔

Marfat.com

اولی الامر کی دو قسمیں ہیں، ایک امرار، دوسرے علمار، یہ لوگ جب صالح اور نیک ہوں گے تو عوام بھی صالح اور نیک بن جائیں گے، ان ہر دو فریق کا فرض ہے کہ ہر قول و فعل کی جانچ کرے، جب کتاب اللہ، اور کتاب الرسول کا حکم واضح ہو جائے تو اس پر عمل واجب ہوگا، مشکل اور دشوار معاملہ کی اچھی طرح جانچ کرے، اطاعت خدا اور اطاعت رسول، کس طریقہ سے ممکن ہے، کتاب وسنت کس چیز پر دلالت کرتی ہے، خوب جانچ لیویں، اور جانچ کے بعد فیصلہ کریں، اگر تنگی وقت یا طالب کی کوتاہی، یا دلائل باہم متعارض ہیں یا کسی اور وجہ سے فوری فیصلہ ممکن نہیں ہے، تو ولی الامر کا فرض ہے کہ اس کی تقلید کرے جس کا علم و دین مسلم ہے، اور یہی قوی ترین قول ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے، تقلید جائز نہیں ہے اور تینوں قول مذہب امام احمد وغیرہ میں موجود ہیں۔ اور جو شرط قضاۃ اور والیان امر کے متعلق ہے اس پر حسب امکان عمل کیا جائے، بلکہ ہر قسم کی عبادتیں نماز، جہاد وغیرہ میں یہی حکم ہے، قدرت وطاقت کے مطابق عمل و فعل واجب ہے، جب قدرت نہ ہو، عاجزی اور مجبوری ہے تو اللہ تعالےٰ کسی کو طاقت وقدرت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ اسی کلیہ کے مطابق طہارت وپاکی کا معاملہ ہے، پانی سے پاکی حاصل کرے، اگر پانی معدوم ہو یا اس کے استعمال سے ضرر منصور ہو، مثلاً سخت ترین سردی ہے، یا پانی کے استعمال سے زخم بڑھ رہا ہے تو تیمم کرلیوے، اور اسی بنار پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمران بن حصین رض سے فرمایا تھا:۔

صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ۔

نماز کھڑے ہو کر پڑھا کرو، اگر کھڑے ہونے کی طاقت نہیں ہے تو بیٹھ کر، اگر بیٹھنے کی بھی طاقت نہیں تو لیٹے لیٹے پڑھا کرو،

غرض! یہ کہ خدا نے نماز وقت پر ادا کرنے کا حکم فرمایا جس طرح اور جس حال میں ممکن ہو، جیساکہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ ۝ فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝ (بقرہ ع ۳۱)

مسلمانو! تمام نمازوں کی عموماً اور بیچ کی نماز کی خصوصاً محافظت کرو، اور اللہ کے آگے ادب سے کھڑے رہو، اور پھر اگر تم کو دشمن کا ڈر ہو تو پیدل یا سوار جس حالت میں جیسے بن پڑے نماز ادا کرلو، پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ تو پھر جس طرح

Marfat.com

اللہ نے تم کو سکھایا ہے کہ تم پہلے نہیں جانتے
تھے، اسی طریقے سے اللہ کو یاد کرو،

نماز اللہ تعالیٰ نے آمن، خائف، صحیح وتندرست، مریض، غنی فقیر، مقیم ومسافر، تمام پر فرض کر دی جیساکہ کتاب اللہ، کتاب الرسول میں وارد ہے، اسی طرح نماز کے لئے طہارت، ستر پوشی، استقبال قبلہ بھی فرض کر دیا، اور جو اس سے قاصر ہو اس سے ساقط کر دیا، اگر کسی کی کشتی ٹوٹ گئی اور ڈاکوؤں اور چوروں نے انہیں لوٹ لیا، کپڑے وغیرہ اتروا لئے، تو اس وقت ننگے حسب حال نماز ادا کریں، اور جو امام ہو وہ درمیان میں کھڑا رہے، تاکہ ستر کوئی نہ دیکھ پائے، اگر قبلہ ان پر مشتبہ ہو جائے تو حسب طاقت کوشش کریں، اور کوشش کے بعد نماز ادا کر لیویں، اگر کسی جانب ترجیح کی دلیل نہیں ہے تو جس طرح جس جہت امکان ہو نماز ادا کریں، جیساکہ عہد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں نماز گذاری گئی تھی۔

یہی حال جہاد وولایات اور تمام دینی امور کا ہے، اور ان امور کے متعلق قرآن حکیم کا یہ قاعدہ کلیہ ہے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ
(تغابن ع ۲)

تو مسلمانو! جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو۔

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ۔

جب میں کسی چیز کا تمہیں حکم دوں، تو اپنی طاقت کے مطابق اس پر عمل کرو۔

جیسے اللہ تعالیٰ نے خبیث اشیاء کے کھانے پینے کو حرام قرار دیا، تو ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ۔

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ۔
(بقرہ ع ۲۱)

تو جو بھوک سے بے قرار ہو جائے اور عدول حکمی کرنے والا، اور حد سے بڑھ جانے والا نہ ہو تو اس پر کسی چیز کے کھا لینے کا بھی گناہ نہیں ہے۔

اور فرما دیا۔

Marfat.com

مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ط (حج ع ۱۰) دین کے بارے میں تم پر کسی قسم کی سختی نہیں ہے۔

اور فرما دیا:۔

مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ ۔ (مائدہ ع ۲) اللہ تم پر کسی قسم کی تنگی کرنا نہیں چاہتا۔

پس اللہ تعالےٰ نے وہی فرض فرمایا جو انسانی طاقت میں ہو، اور جو طاقت و قدرت سے خارج ہے واجب نہیں ہے۔ حالت اضطراری میں ضرورت کے وقت جس کے بغیر چارہ نہیں ہے، حرام نہیں کیا، اضطرار کی حالت میں بندے نے حرام چیز پر بلا معصیت عمل کر لیا تو جائز ہے، کوئی گناہ نہیں ہے۔

Marfat.com

# اٹھائیسویں ۲۸ فصل کے مضامین

ولایت امر، امارت وحکومت دین کا عظیم الشان رکن، اور اہم ترین واجبات سے ہے، بلکہ دین کا قیام وبقار اسی سے وابستہ ہے، اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِی سَفَرٍ فَلْیُؤَمِّرُوْا اَحَدَهُمْ۔ (ابوداؤد)

جاننا چاہیئے کہ ولایت امر اور امارت ملیہ دین کے اہم ترین اور عظیم ترین واجبات میں سے ہے، بلکہ دین کا قیام وبقار اسی سے وابستہ ہے، کیونکہ بنی آدم کی اجتماعی مصلحتیں اجتماع کے بغیر ناممکن ہیں، بعض بعض کی ضروریات اور حاجتیں اجتماع کے بغیر ممکن ہی نہیں ہیں، اور جب اجتماع واجب ولازم ہے اجتماع کے لئے امیر وسردار کا ہونا بھی واجب اور ضروری ہے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِی سَفَرٍ فَلْیُؤَمِّرُوْا اَحَدَهُمْ۔ — جب تم تین آدمی سفر میں نکلو تو ایک کو ان میں سے اپنا امیر بنالو۔

(رواہ ابوداؤد من حدیث ابی سعید وابی ہریرہ)

اور امام احمد اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَا یَحِلُّ لِثَلَاثَةٍ یَکُوْنُوْنَ بِفَلَاةٍ مِّنَ الْاَرْضِ اِلَّا اَمَّرُوْا عَلَیْهِمْ اَحَدَهُمْ۔ (رواہ امام احمد فی مسندہ) — تین آدمی صحرا میں سفر کریں تو ضروری ہے کہ ایک کو ان میں سے اپنا امیر بنالیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قلیل سے قلیل اجتماع میں جو بالکل عارضی اور بحالت سفر ہو واجب اور ضروری قرار دیا کہ ایک کو ان میں سے اپنا امیر بنالیویں، اور امیر بنا لینا واجب قرار دیا۔ اور یہ اس لئے کہ دیگر ہر قسم کے اجتماعات کے لئے تاکید وتنبیہ ہوجائے کہ جب سفر میں تین آدمی مجتمع ہوجائیں تو ایک کو اپنا امیر بنالینا واجب ہے تو پھر دوسرے اجتماعات میں بدرجۂ اولیٰ یہ حکم نافذ ہوگا، اور اس لئے نافذ ہوگا کہ اللہ تعالے نے امر بالمعروف

Marfat.com

ونہی عن المنکر کو واجب گردانا ہے، اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر قوت امارت کے بغیر ناممکن ہے، اسی طرح تمام فرائض و واجبات مثلاً جہاد، قیام عدل وانصاف، اقامت حج، اقامت جمعہ وعیدین، نصرت مظلوم، اقامت حدود بغیر قوت، بغیر امارت ناممکن ہے، اور اسی لئے روایت کی گئی ہے:۔

اَنَّ السُّلْطَانَ ظِلُّ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ۔ سلطان زمین پر خدا کا سایہ ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ ساٹھ برس جابر و ظالم سلطان کا ہونا زیادہ مناسب اور اصلح ہے۔ ایک رات بغیر سلطان کے گذارنے سے، اور تجربہ بھی یہی بتلاتا ہے کہ بلا سلطان گذارنے سے ظالم بادشاہ، جابر سلطان کا وجود زیادہ مناسب[1] ہے، اور اسی بنا پر سلف صالح کہا کرتے تھے، مثلاً فضیل بن عیاض رح اور امام احمد بن حنبل رح وغیرہ۔

لَوْکَانَ لَنَا دَعْوَۃٌ مُّجَابَۃٌ اگر ہماری دعا قبول و مستجاب ہوتی تو
لَدَعَوْنَا بِھَا لِلسُّلْطَانِ۔ ہم سلطان کے لئے دعا کرتے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ یَرْضٰی لَکُمْ ثَلَاثًا تین چیزوں سے اللہ تعالےٰ تم سے بہت
اَنْ تَعْبُدُوْہُ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا خوش ہے، ایک[1] یہ کہ اسی کی عبادت کرو اور
وَاَنْ تَعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا کسی کو اسکا شریک نہ گردانو، دوسری[2] یہ کہ

---

[1] بلا سلطان، بغیر امیر وحاکم کے رعایا کسی طرح زندگی نہیں گذار سکتی، ایک دوسرے کو کھا جائے گا، تباہ وبرباد کر دے گا۔ کیونکہ ان کو ظلم وجور، عدوان وزیادتی کرنے سے کوئی روکنے والا نہیں ہوگا، ارباب نفس وہوئی بلا خوف وخطر ایک دوسرے پر مظالم توڑیں گے، ایک دوسرے کا مال لوٹیں گے، اور پھر ان لوٹنے والوں میں باہم ہر طبونگ مچ جائے گی، آپس میں لڑ مریں گے، خود بھی خراب ہوں گے، دوسروں کو خراب کریں گے، اسی لئے سلطان کا ہونا ضروری ہے، اگرچہ وہ ظالم ہی کیوں نہ ہو، اور اسی لئے کہا گیا ہے ساٹھ برس ظالم و جابر سلطان سلطنت کرے ایک رات بغیر سلطان، اور سلطنت کے گذارنے سے بہتر ہے۔

Marfat.com

وَلَا تَفَرَّقُوا۔ وَاَنْ تَنَاصَحُوا مَنْ وَلَّاہُ اللّٰہُ اَمْرَکُمْ۔ (رواہ مسلم)

حبل اللہ کو سب مل کر مضبوط تھامے رہو فرقے فرقے مت بن جاؤ، تیسری یہ کہ جس شخص کو خدا نے تمہارا والی بنایا اس کو نصیحت کیا کرو۔

اور فرمایا:۔

ثَلَاثٌ لَا یَغِلُّ عَلَیْھِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ۔ اِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰہِ وَمُنَاصَحَۃُ وُلَاۃِ الْاَمْرِ وَلُزُوْمُ جَمَاعَۃِ الْمُسْلِمِیْنَ فَاِنَّ دَعْوَتَھُمْ تُحِیْطُ مِنْ وَّرَائِھِمْ۔ (رواہ اہل السنن)

تین چیزوں میں مسلمان کا قلب غلول نہیں کر سکتا، اللہ[۱] کے لئے اخلاص عمل میں، والیان[۲] امر والیان ملک کو نصیحت کرنے میں، اور مسلمانوں[۳] کی جماعت کو لازم پکڑنے میں، کیونکہ ان لوگوں کی دعوت ودعا پیچھے سے گھیر لیتی ہے۔

صحیح بخاری کے اندر ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلدِّیْنُ اَلنَّصِیْحَۃُ، اَلدِّیْنُ اَلنَّصِیْحَۃُ۔ اَلدِّیْنُ اَلنَّصِیْحَۃُ۔ (رواہ البخاری)

دین نصیحت کا نام ہے، دین نصیحت کا نام ہے، دین نصیحت کا نام ہے۔

صحابہ رض نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نصیحت کس کو کی جائے ؟ آپ نے فرمایا اللہ کے لئے، اور اس کی کتاب کے لئے، اور اس کے رسول کے لئے ائمہ مسلمین اور عام مسلمانوں کو۔

پس مسلمانوں کا فرض ہے کہ دین اور تقرب الی اللہ کو مد نظر رکھ کر امارت اسلامیہ بنائیں، اور اس سے تقرب خداوندی حاصل کریں، کیونکہ اللہ تعالے کی طاعت اور اس کے رسول ؐ کی طاعت افضل ترین عبادت ہے، امارت قائم کرنا، امارت کو مضبوط بنانا یہی زبردست عبادت ہے، لیکن اس میں فساد وخرابی بھی پیدا ہو جاتی ہے، اکثر لوگ اس امارت اور ریاست کے ذریعہ مال و دولت کی خواہش رکھتے ہیں، اور اس کو ذریعۂ دنیا بنا لیتے ہیں، جس سے اپنا دین، اپنی آخرت دونوں برباد کر لیتے

Marfat.com

ہیں، اور خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بن جاتے ہیں، جیسا کہ حضرت کعب بن مالکؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:۔

مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِيْ غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ أَوِ الشَّرَفِ لِدِيْنِهٖ (قال الترمذی حدیث حسن صحیح)

دو بھوکے بھیڑیئے بکریوں کے ریوڑ میں بھیجے گئے ہیں جو بکریوں کو خراب کر رہے ہیں، ایک آدمی کی حرص مال و دولت کے لئے، دوسری دین کے بارے میں شرف و بزرگی۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آگاہ اور خبردار کر دیا کہ حرص علی المال، اور حرص ریاست دونوں چیزیں ایسی ہیں جو دین کو برباد کر دیتی ہیں اور دیکھا جاتا ہے کہ اکثر فساد اور خرابی انہی دو بھوکے بھیڑیوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یہی دو بھوکے بھیڑیئے انسانی ریوڑ کو تاراج و برباد کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے ایسے شخص کے بارے میں خبر دی ہے، جس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اور وہ بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیکھ کر کہے گا۔

مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۚ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطَانِيَهْ ۚ (الحاقہ ع ۲)

میرا مال میرے کچھ بھی کام نہ آیا، مجھ سے میری بادشاہت چھن گئی۔

ریاست و امارت اور سرداری کے طالب کی انتہا فرعون جیسی ہوتی ہے، اور مال جمع کرنے والے کی حالت قارون کی سی ہوتی ہے، خدا نے قرآن حکیم میں فرعون اور قارون کا حال بیان کیا ہے، فرماتا ہے:۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۔ (مومن ع ۳)

اور کیا ان لوگوں نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں ان کا کیسا انجام ہوا وہ لوگ کیا بل بوتے کے اعتبار سے اور کیا ان نشانوں کے اعتبار سے جو زمین پر چھوڑ گئے ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھے تو خدا نے ان کو انکے گناہوں کی سزا میں دھر پکڑا اور انکو خدا سے بچانے والا کوئی نہ ہوا۔

Marfat.com

اور خدا کا ارشاد ہے:۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ (قصص ع ۹)

یہ آخرت کا گھر ہے جس کو ہم نے ان لوگوں کے لئے تیار کر رکھا ہے جو دنیا میں کسی طرح کی شیخی نہیں کرنی جانتے، اور نہ فساد اور انجام پرہیزگاروں ہی کا ہے۔

کیونکہ لوگ چار قسم کے ہیں، ایک وہ لوگ جو علو و سربلندی، سرداری کے طالب اور خواہاں ہیں، اور زمین خداوندی پر فساد پھیلاتے ہیں۔ اپنی سربلندی و سرداری کے لئے ہر مکر و فریب کو جائز کر لیتے ہیں، یہ سخت ترین معصیت اور بہت بڑا گناہ ہے، ایسے سلاطین، شاہان ملک، رؤسا مفسدین، فرعون اور فرعون کی ذریت، فرعون کے گروہ میں سے ہیں، اور مخلوق خدا میں شریر ترین لوگ یہی ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ (قصص ع ۱)

فرعون ملک میں بہت بڑھ چڑھ رہا تھا، اور اس نے وہاں کے لوگوں کے الگ الگ گروہ قرار دئے تھے، ان میں سے ایک گروہ کو کمزور سمجھ رکھا تھا کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کروا دیتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا تھا، اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ فسادیوں میں سے تھا۔

صحیح مسلم کے اندر حضرت ابن عباس رضؓ سے مروی ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ فِىْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ۔ وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ مَنْ فِىْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ اِيْمَانٍ۔ (مسلم)

وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے قلب میں ذرہ برابر کبر و غرور ہوگا اور وہ شخص جہنم میں نہیں جائیگا جس کے قلب میں ذرہ برابر ایمان ہوگا۔

کسی نے کہا یا رسول اللہ یہ مجھے بہت پسند ہے کہ میرا کپڑا، میرا جوتا اچھا دیکھے

Marfat.com

تو کیا یہ بھی کبر و غرور ہے؟ آپ نے فرمایا:۔

لَا اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ:

نہیں یہ کبر و غرور نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے جمال کو پسند فرماتا ہے، کبر و غرور یہ ہے کہ حق کو ٹھکرایا جائے، اور لوگوں کو حقیر و ذلیل سمجھا جائے۔

یہ حال ان لوگوں کا ہے جو علو و سر بلندی، سرداری و برتری کے خواہاں ہیں، اور فساد فی الارض چاہتے ہیں۔

دوسری قسم کے وہ ہیں، جو فساد فی الارض چاہتے ہیں۔ علو، سر بلندی، اور سرداری سے انہیں کوئی واسطہ نہیں ہے، جیسے چور، ڈاکو، راہزن، اور اس قسم کے جرائم پیشہ مفسد اور کمینے لوگ ہیں۔

تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو علو و سر بلندی چاہتے ہیں فساد فی الارض نہیں چاہتے اور یہ دین والوں کا طبقہ ہے، جن کے پاس دین ہے، اور دین کے ذریعہ لوگوں پہ علو و سر بلندی کے خواہاں ہیں۔

چوتھی قسم کے لوگ وہ ہیں جو درحقیقت اہل جنت ہیں، خدا ترس، خدا پرست ہیں، جو نہ علو و سر بلندی کے خواہاں ہیں، نہ فساد فی الارض کے خواہشمند ہیں، اور پھر بھی یہی لوگ اعلیٰ اور سر بلند ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

(آل عمران ع ۱۴)

اور ہمت نہ ہارو اور آزردہ خاطر نہ ہو اور اگر تم سچے مسلمان ہو تو آخرکار تمہارا ہی بول بالا ہوگا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْا اِلَى السَّلْمِ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ۔

(محمد ع ۴)

"تو مسلمانو! بودے نہ بنو، اور خود پیام دے کر دشمنوں کو صلح کی طرف نہ بلاؤ، اور جانے رہو کہ آخرکار تم ہی غالب رہو گے، اور اللہ تمہارے ساتھ ہے، اور تمہارے اعمال کے ثواب میں کسی طرح کی کمی نہیں کرے گا۔

Marfat.com

اور اللہ تعالٰے کا ارشاد ہے:۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ (منافقون ع ۱)

عزت اللہ کی اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کی ہے۔

پس بہت سے علو و سربلندی کے طالب ایسے ہیں جو سب سے زیادہ ذلیل و خوار ہوتے ہیں، اسفل السافلین میں گرے ہوئے رہتے ہیں، اور کتنے ہیں جو علو و سربلندی اور فساد فی الارض سے گریز کرتے ہیں، پھر بھی وہ علو و سربلندی کے مناروں پر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں، اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ مخلوق خدا پر علو و سربلندی کی نیت مخلوق پر سخت ترین ظلم ہے، کیونکہ تمام انسان ایک ہی جنس ہیں ایک ہی نوع ہیں، اور ایک انسان یہ ارادہ اور نیت رکھتا ہے کہ اپنے ابناء جنس پر علو و سربلندی حاصل کرے، اور اسی کے مثل دوسرے ہیں وہ اس کے ماتحت رہیں یہ سخت ترین ظلم ہے، اور ایسے لوگوں سے بغض و عناد، حسد و کینہ لازمی ہے، اور جو عادل اور منصف ہوتا ہے وہ نہیں چاہتا کہ اپنے بھائیوں سے سربلند رہے، اور اپنے بھائی جو اسکے جیسے ہی ہیں وہ مقہور ذلیل و خوار ہو کر رہیں، غیر عادل انسان یہی چاہتا ہے کہ وہ قاہر و غالب اور سربلند ہو کر رہے، ان کے پاس بھی دین عقل موجود ہے وہ دیکھتے ہیں کہ بعض کو بعض پر خدا نے فضیلت دی ہے، فَضَّلْنَا بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ انسان کا جسم ہے، اور اس جسم کی اصلاح بغیر سر کے ممکن نہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالٰے کا ارشاد ہے:۔

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ۔ (انعام ع ۲۰)

اور وہی ہے جس نے زمین میں تم کو اپنا نائب بنایا ہے، اور تم میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں فوقیت دی ہے تاکہ جو نعمتیں تم کو دی ہیں ان میں تمہاری آزمائش کرے،

اور اللہ تعالٰے کا ارشاد ہے:۔

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا۔ (زخرف ع ۳)

سو اس زندگی میں تو ان کی روزی ان میں ہم تقسیم کرتے ہیں اور ہم نے درجوں کے اعتبار سے ان میں ایک کو ایک پر ترجیح دی ہے تاکہ ان میں ایک کو ایک اپنا محکوم بنائے رہے۔

Marfat.com

شریعت اسلام نے یہ لازم اور ضروری گردانا کہ سلطنت، ریاست، اور مال و دولت اللہ کی راہ میں خرچ ہو، سلطنت و ریاست کا اصل مقصود یہی ہے، تقرب الٰہی حاصل کیا جائے خدا کا دین قائم اور مضبوط ہو، اور جب اللہ کی راہ میں مال و دولت خرچ کی جانے گی، تو لازمی طور پہ دین و دنیا کی اصلاح ہوگی، اور فلاح و بہبود نصیب ہوگی، اگر امیر و سلطان دین سے علیحدہ رہے گا تو لوگوں کے حالات خراب ہوجائیں گے۔

طاعت الٰہی اور اہل معصیت کا امتیاز نیت و ارادہ، اور عمل صالح سے ہوتا ہے، جیساکہ صحیحین کے اندر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا۔

| | |
|---|---|
| إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلَىٰ صُوَرِكُمْ وَلَا إِلَىٰ أَمْوَالِكُمْ وَإِنَّمَا يَنْظُرُ إِلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَإِلَىٰ أَعْمَالِكُمْ۔ (بخاری و مسلم) | اللہ تعالےٰ تمہاری صورتیں اور تمہارا مال نہیں دیکھا کرتا، بلکہ وہ تمہارے قلوب اور تمہارے اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔ |

اکثر والیان ملک ولاۃ، امراء، روساء ایسے ہیں جن پر دنیا مسلط ہوچکی ہے۔ مال و شرافت، دولت و بزرگی سے دنیا ہی کے کام لیتے ہیں۔ حقیقت ایمان، اور کمال دین سے سراسر محروم ہیں۔ بعض ان میں ایسے ہیں جن پر دین غالب ہے، لیکن تکمیل جن امور سے ہوتی ہے ان سے سراسر ناواقف ہیں۔ اور اس لئے وہ ان امور کو چھوڑے بیٹھے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جو اس کی ضرورت سمجھتے ہیں، لیکن پھر بھی دین سے اعراض کئے بیٹھے ہیں، اور یہ اس لئے کہ سلطنت و ریاست ولایت و امارت کو وہ دین کے خلاف سمجھتے ہیں۔ ان کا اعتقاد یہ ہے یہ دین کے منافی ہے، دین ان کے نزدیک ذلت و خواری کا نام ہے، علو و سربلندی، عزت و بزرگی سے قطعاً محروم ہے۔

اور یہی حال ان دو مذہبوں کا ہوا، یہود اور نصاریٰ نے دیکھا کہ ان کا دین مکمل نہیں ہے، تکمیل دین سے اپنے کو عاجز پایا، اور اقامت دین، اقامت مذہب میں بلا اور مصائب دیکھے تو گھبرا گئے، اور طریقہ دین کمزور ہوگیا، دین کو ذلیل سمجھ کر چھوڑ بیٹھے، انہوں نے دیکھا کہ اس دین، اس مذہب سے نہ تو اپنی مصلحت پوری ہوتی ہے، نہ دوسروں کی اس لئے اصل دین کو ہی چھوڑ بیٹھے، یہ دو دین اور دو راستے تھے، ایک نے دیکھا کہ تکمیل دین کے لئے جس سلطنت اور حرب و جنگ اور مال و دولت کی ضرورت ہے، اور جس کی ان کو

احتیاج ہے ان کا دین اس ضرورت و احتیاج کو پورا نہیں کرتا، اس لئے وہ اصل دین ہی سے نفرت کرنے لگے اور دین کو چھوڑ بیٹھے۔

دوسرا گروہ سلطنت مال و دولت حرب و جنگ کا سامان اپنے دین اپنے مذہب میں پاتا ہے، لیکن اقامت دین ان کے مقصد سے خارج ہے، اس لئے یہ بھی دین و مذہب کو چھوڑ بیٹھے۔

یہ دو گروہ مَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ یہود اور ضَالِّیْن نصاریٰ ہیں یہود نے سلطنت وسیاست اور امارۂ سیاست کو چھوڑ دیا، اور نصاریٰ، علیسائیوں نے دین کو چھوڑ دیا۔

صراط مستقیم انہی لوگوں کی راہ ہے جن پر اللہ تعالےٰ کا خاص انعام ہوا ہے۔

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصَّالِحِیْنَ۔

اور یہ راہ ان لوگوں کی ہے جن پر اللہ کا خاص انعام ہوا ہے، جو انبیاء کرام، صدیقین، شہداء و صالحین ہیں۔

ہمارے رسول، ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ رہا۔ آپ کے بعد آپ کے خلفاء رض اور صحابہ رض کا بھی یہی طریقہ رہا۔ خلفاء رض اور صحابہ رض کے بعد ان کی راہ پر چلنے والوں کا بھی یہی طریقہ رہا۔

اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَاَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خَالِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔

(توبہ ع ۱۳)

اور مہاجرین و انصار میں سے جن لوگوں نے اسلام لانے میں سبقت کی سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور نیز وہ لوگ جو ان کے بعد خلوص دل سے ایمان لائے خدا ان سے خوش اور وہ خدا سے خوش اور خدا نے ان کے لئے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور یہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

پس ہر مسلمان کا فرض عین ہے کہ حسب استطاعت کوشش کرے اور جو شخص

Marfat.com

ولایت و حکومت پر مامور ہے اس سے وہ طاعت خدا، اور اقامت دین، اور مصالح مسلمین کی خدمات لیوے، اور ولایت و حکومت کو حتی الامکان مقصد وحید سمجھ کر اس کو مضبوط کرے، اور تا امکان محرمات سے بچے اور بچائے جس سے وہ عاجز اور قاصر ہے اس کا مواخذہ نہیں ہے، ابرار نیکو کار کو ولی امر بنانا امت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بڑی خیر و برکت ہے، بمقابلہ فجار و فساق کو ولی الامر بنانے کے، اور جو سلطنت و ریاست، امارت و سیاست، ولایت کے ذریعہ اقامت دین، جہاد فی سبیل اللہ سے عاجز و قاصر ہے وہ اسی قدر خدمات انجام دیوے جس پر وہ قادر ہو خلوص قلب سے قوم کو نصیحت کرے، اور امت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے محبت اور خیر و بھلائی کی دعا کرے، اور جو خیر و بھلائی اس کے امکان میں ہے کرتا رہے، کیونکہ خدا اس چیز کا مکلف نہیں گردانتا جس سے وہ عاجز و قاصر ہے، دین کا قیام کتاب اللہ سے ہے جو ہادی ہے، اور حدیث سے ہے جو ناصر و مددگار ہے، ان دو کو راہ نما، راہبر بنا کر نصرت الٰہی حاصل کر سکتے ہیں جیسا کہ خود اللہ تعالے کا ارشاد ہے :۔

پس ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ قرآن حکیم، اور حدیث خیر الانام کو سب پر مقدم سمجھے اور اللہ تعالے ہی سے اعانت و امداد چاہے اور خیر طلب کرتا ہے اور پھر دنیا تو اسی لئے ہے کہ اس کے ذریعہ دین کی خدمت کرے، جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل رض نے کہا ہے :۔

يَا ابْنَ آدَمَ اَنْتَ مُحْتَاجٌ اِلٰى نَصِيْبِكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَنْتَ اِلٰى نَصِيْبِكَ مِنَ الْاٰخِرَةِ .. مِنَ الْاٰخِرَةِ اَحْوَجُ فَاِنْ بَدَأْتَ بِنَصِيْبِكَ مِنَ الْاٰخِرَةِ وَبِنَصِيْبِكَ مِنَ الدُّنْيَا فَانْتَظِمْهَا اِنْتِظَامًا وَاِنْ بَدَأْتَ بِنَصِيْبِكَ مِنَ الدُّنْيَا فَاتَكَ نَصِيْبُكَ مِنَ الْاٰخِرَةِ وَاَنْتَ مِنَ الدُّنْيَا عَلٰى خَطَرٍ۔

اے آدم کے بیٹے تو اپنی دنیا، اور اپنی آخرت میں اپنے نصیبے کا محتاج ہے، اور آخرت کے نصیبے کا زیادہ محتاج ہے، تو تو اپنی آخرت کے نصیبے سے شروع کر، اور دنیا کے نصیبے کا انتظام کرلے، اور اگر تو نے اپنی دنیا کے نصیبے سے شروع کیا تو آخرت کے نصیبے کو فوت کر دے گا، اور دنیا تیرے لئے خطرہ بن جائے گی۔

Marfat.com

اور اس پر دلیل وہ حدیث ہے جو ترمذی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

آپ نے فرمایا:۔

مَنْ اَصْبَحَ وَالْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ هَمِّهٖ جَمَعَ اللّٰهُ لَهٗ شَمْلَهٗ وَجَعَلَ غِنَاهُ فِیْ قَلْبِهٖ وَاَتَتْهُ الدُّنْیَا وَهِیَ رَاغِمَةٌ وَمَنْ اَصْبَحَ وَالدُّنْیَا اَكْبَرُ هَمِّهٖ فَرَّقَ اللّٰهُ عَلَیْهِ ضَیْعَتَهٗ وَجَعَلَ فَقْرَهٗ بَیْنَ عَیْنَیْهِ وَلَمْ یَاْتِهٖ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا مَا كُتِبَ لَهٗ۔

جس نے اس حالت میں صبح کی کہ آخرت اس کا اہم مقصد ہے تو اللہ تعالےٰ اس کے حالات کو درست کر دیتے، اور اس کے دل میں غنا پیدا کر دے گا، اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آئے گی، اور جس نے اس حالت میں صبح کی کہ اس کا اہم مقصد دنیا ہے تو اللہ تعالےٰ اسکے سامان کو بکھیر دے گا، اور فقر اس کی آنکھوں کے سامنے آجائے گا، اور دنیا تو اسی قدر اس کو ملے گی جو خدا نے اسکے حق میں لکھ رکھی ہے۔

اور اس کی اصل قرآن حکیم کے اندر ہے:۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝ مَا اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَا اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ ۝

اور ہم نے جنوں اور انسانوں کو اسی غرض سے پیدا کیا ہے کہ وہ ہماری عبادت کریں، ہم ان سے کچھ روزی کے تو خواہاں ہیں نہیں۔ اور نہ اس کے خواہاں ہیں کہ ہم کو کھلائیں پلائیں، اللہ تو خود بڑا روزی دینے والا قوت والا زبردست ہے۔

Marfat.com

# خاتمہ و دعا

ہم بارگاہ خداوندی میں دست بدعا ہیں کہ وہ ہمیں اور ہمارے بھائیوں اور تمام مسلمانوں کو اس چیز کی توفیق بخشے۔ جسے وہ محبوب رکھتا ہے۔ اور جس سے وہ راضی ہے۔

فَاِنَّہٗ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا۔ دَائِمًا اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ؛

Marfat.com

# صراطِ مستقیم اُردُو

ازحضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

یہ کتاب حضرت سید احمد شہید رح کے ان بیش بہا معارف۔ ارشادات، وہدایات کا ذخیرہ ہے جو مختلف اوقات اور متفرق مجالس میں آپ کے سینہ انور سے ظاہر ہوتے تھے۔ اور ان جواہرات کو آپ کے شاگرد رشید حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رح نے ایک خاص ترتیب کے ساتھ مدون فرمایا تھا۔

اصل کتاب فارسی میں تھی اب اللہ تعالےٰ کا شکر و احسان ہے کہ "کلام کمپنی" اپنے مخصوص روایتی حسن اہتمام کے ساتھ اس کتاب کا سلیس اُردُو ترجمہ ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے فخر محسوس کرتی ہے۔

کتابت وطباعت دیدہ زیب۔ کاغذ گلیز۔ قیمت مجلد مع رنگین گرد پوش چھ۶ روپے۔

---

# شاہ عبدالعزیزؒ اور ان کی تعلیمات

حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رح کے حالات زندگی علمی لطیفے، باطن سے متعلق چٹکلے۔ کشف، کرامات، معمولات، تعویذات اور عملیات کا حسین مجموعہ ہے۔ جس کے مطالعہ سے ایک مسلمان اپنی زندگی صحیح اسلامی سانچہ میں ڈھال سکتا ہے۔

اس کتاب کا مطالعہ دل میں نور اور عمل آخرت کی زندگی سنوارنے میں بیحد ممد و معاون ثابت ہوگا۔ عرصہ دراز کے بعد یہ جواہر پارہ "کلام کمپنی" کے زیر اہتمام بے شمار خوبیوں کے ساتھ ہدیہ ناظرین کیا جارہا ہے۔

کتابت وطباعت عمدہ۔ کاغذ گلیز۔ قیمت مجلد مع رنگین گرد پوش ۵۰/۴ روپے

**کلام کمپنی ناشران و تاجران کتب، مقابل مولوی مسافرخانہ کراچی ۱**


Marfat.com

# منہاجُ العابدین اُردُو

تصنیف :۔ حضرت امام غزالی رح                ترجمہ :۔ مولانا عابد الرحمٰن صدیقی۔

منہاج العابدین امام غزالی کی سب سے آخری تصنیف ہے جو آپ کی پوری زندگی کی تعلیمات وارشادات کا خلاصہ اور فن تصوف کا نچوڑ ہے، اور اسلامی تعلیم و تصوف میں امام صاحب کی بلیغ علمی معلومات کا مخزن ہے، اس بے نظیر کتاب کو حاملانِ شریعت و طریقت پیش نظر رکھتے ہیں اور نشان راہ سمجھتے ہیں۔

موجودہ دور میں اسلامی تصوف کی بگڑی ہوئی شکلیں معلوم کرنے اور صحیح خدوخال سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے بہترین معلومات کا خزانہ ہے۔

اب اس کتاب کا با محاورہ و سلیس اردو ترجمہ "کلام کمپنی" کے روایتی حسن اہتمام اور اعلیٰ معیار کے ساتھ ہدیہ ناظرین ہے۔

کتابت عمدہ طباعت دلکش کاغذ گلیز۔        قیمت مجلد مع رنگین گرد پوش    ٦/۰۰

---

# نورالصدور فی شرح القبور

تصنیف :۔ علامہ جلال الدین سیوطی رح ۔        ترجمہ :۔ مولانا محمد عیسیٰ از اکابر خلفا حضرت تھانوی رح

معتبر احادیث اور صحیح روایات کی روشنی میں موت، قبر اور آخرت میں پیش آنے والے واقعات پر علامہ جلال الدین سیوطی رح کی معرکۃ الآرا کتاب شرح الصدور کا اُردو ترجمہ ہے جس کا مطالعہ اعمال کو پاکیزہ بنانے میں ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

آخر میں رسالہ المولد البرزخی۔ از حکیم الامت علامہ اشرف علی تھانوی رح اور رسالہ تجہیز الاموات از حضرت مولانا احمد حسین مبارکپوری رح شامل ہیں۔

یہ بابرکت کتاب "کلام کمپنی" کے روایتی معیار حسن اہتمام اور مخصوص کمال کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

کتابت وطباعت دیدہ زیب کاغذ گلیز۔    قیمت :۔ مجلد مع رنگین گرد پوش    ۴/۵۰

# بُستان المحدثین اُردُو

تصنیف:۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رح

ترجمہ:۔ حضرت مولانا عبدالسمیع دیوبندی رح

تزیین:۔ جناب مولانا سبحان محمود صاحب

دین کی بنیاد دو چیزوں پر قائم ہے، ایک قرآن اور دوسرے سنت رسولؐ۔ اس وجہ سے قرنِ اول سے لے کر آج تک علماء کرام ان ہی دو بنیادوں پر مسائل کی تعمیر کرنے میں اپنی تمام کوششیں صرف کرتے رہے ہیں۔

اس بے نظیر کتاب میں ایک سو سے زیادہ کتب احادیث و رجال کا تعارف اور ان کے مرتبین و شارحین حضرات کے حالات و علمی کاوشیں درج ہیں جنہوں نے خدمت دین کیلئے اپنی زندگیاں وقف کیں اور پھر ان کی نشر و اشاعت میں محیر العقول کارنامے انجام دیئے۔

کتابت و طباعت عمدہ کاغذ گلیز، مجلد مع رنگین گرد پوش قیمت ۶/۰۰ روپے

---

# بُستان العارفین اُردُو

تصنیف:۔ امام ابوزکریا محی الدین بن شرف نووی رح

ترجمہ:۔ مولانا حامد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی۔

امام نووی رح کی کاوشوں کا بہترین اور جامع مجموعہ۔ جس میں فقہ و مسائل تصوّف و اخلاق اور اعمال پر مشتمل خاص انداز میں نفیس لطائف اور علمی حقائق کے ساتھ معرفت امراض باطنہ اور ان کے معالجات سے قرآن و حدیث کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔ اولیائے کرام و مشائخ طریقت کے مناقب، واقعات و کرامات سے ذہن کو جلا اور روح کو تازگی بخشی گئی ہے، اس بے نظیر کتاب کا با محاورہ و سلیس اُردو ترجمہ "کلام کمپنی" کے روایتی حسن اہتمام اور اعلیٰ معیار کے ساتھ ہدیۂ ناظرین ہے۔

قیمت:۔ مجلد مع رنگین گرد پوش ۴/۵۰

Marfat.com

# ہماری شہنشاہی

از محمد عطا اللہ خاں عطا

ہم کیا تھے اور اب کیا ہیں؟ اس کا جواب صرف تاریخ کے صفحات ہی دے سکتے ہیں۔
جو قوم اپنے اسلاف کے کارناموں کو یاد رکھتی ہے، اُسے دنیا کے تیز و تند حوادث متزلزل نہیں کر سکتے، جب سے ہم نے اپنی تاریخ کو پس پشت ڈالا زمانہ نے بھی ہم کو پستی و زوال کے غار تک پہنچا دیا۔
اس کتاب کے اندر نہایت دِل نشین انداز میں اپنے بزرگوں کی چودہ سو سالہ تاریخ کو پیش کیا گیا ہے۔

کتابت وطباعت عمدہ۔ کاغذ گلیز۔ قیمت مجلد معہ رنگین گرد پوش ۲/۶۲ روپے

---

# مجالس المؤمنین

از محمد عطا اللہ خاں عطا

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ انبیائے کرام اور صوفیائے عظام کی روحانی کیفیات کے حالات پڑھ کر ایمان میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔
اس کتاب میں انبیاء کرام، اولیاء اللہ اور حضرات صوفیائے عظام کے واقعات دلکش، مختصر مگر جامع انداز میں پیش کئے گئے ہیں۔

کتابت۔ طباعت دیدہ زیب کاغذ گلیز
قیمت مع رنگین گرد پوش ۳/۷۵ روپے

کلام کمپنی ناشران تاجران کتب تیرتھ داس روڈ مقابل نوی مسافرخانہ
کراچی ۱

Marfat.com

# خطبات الاحکام مترجم عربی مع اردو

از حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی مع احکام الخطبہ از مفتی محمد شفیع صاحب

ہر مہینہ کے مناسب پورے سال کے جمعہ وعیدین وغیرہ کے خطبات قرآن وحدیث سے جمع کئے گئے ہیں۔ جو تمام ضروری مسائل پر حاوی ہیں۔ اردو داں حضرات کی آسانی کے لئے آخر میں تمام خطبات کا اردو ترجمہ بھی شامل ہے، سب ہی ائمہ مساجد میں مقبول ہے یہ بابرکت کتاب "کلام کمپنی" کے مخصوص روایتی حسن اہتمام کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ کاغذ گلیز۔ کتابت، طباعت دیدہ زیب

قیمت بے جلد ۳/۰۰ روپے ۔ مجلد مع رنگین گرد پوش ۴/۰۰ روپے

---

# اکرم المواعظ

از حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب

مبلغ اور واعظ حضرات کے لئے ایک بے نظیر تحفہ ہے۔ لیکن افسوس کہ اب تک جس قدر ایڈیشن شائع ہوئے اس کتاب کے شایان شان نہ تھے اب "کلام کمپنی" نے یہ ایڈیشن اپنے خاص اہتمام سے عمدہ کتابت، دیدہ زیب طباعت اور اعلےٰ گلیز کاغذ پر شائع کیا ہے۔

قیمت بے جلد ۲/۰۰ روپے ۔ مجلد مع رنگین گرد پوش ۳/۰۰ روپے

---

# افضل المواعظ

از حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دہلوی

یہ کتاب بھی اکرم المواعظ کی طرح مبلغ اور واعظ حضرات کے لئے شاندار پیشکش ہے۔

قیمت بے جلد ۲/۲۵ ۔ قیمت مجلد مع رنگین گرد پوش ۳/۲۵

کلام کمپنی ناشران و تاجران کتب۔ تیرتھ داس روڈ مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱

Marfat.com

النّاشر

کَلام کمپنی۔ ناشران وتاجرانِ کُتب

تیرتھ داس روڈ، مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱

Marfat.com

# بستان المحدثین اردو

تصنیف:- حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
ترجمہ:- حضرت مولانا عبدالسمیع دیوبندی
تزئین:- جناب مولانا سبحان محمود

دین کی بنیاد دو چیزوں پر قائم ہے ایک قرآن دوسرے سنتِ رسول اسی وجہ سے قرنِ اول سے لیکر آجتک علمائے کرام انہی دو بنیادوں پر مسائل کی تعمیر کرنے میں اپنی تمام کوششیں صرف کرتے رہے ہیں۔

اس بے نظیر کتاب میں ایک سو سے زیادہ کتبِ احادیث و رجال کا تعارف اور ان کے مرتبین و شارحین حضرات کے حالات و علمی کاوشیں درج ہیں جنھوں نے خدمتِ دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کیں اور پھر انکی نشر و اشاعت میں محیر العقول کارنامے انجام دیئے

کتابت و طباعت عمدہ۔ کاغذ گلیز
مجلد مع رنگین گرد پوش۔ قیمت /6

**کلام کمپنی** ناشران و تاجران کتب
تیرتھ داس روڈ مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

امام ابن تیمیہ

کلام کمپنی کراچی